اصلاحی واقعات

(جلد چہارم)

(مؤلف)

حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

(خلیفہ ومجاز)

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ (بہار)

اصلاحی

واقعات

(جلد چہارم)

(مؤلف)

حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

(خلیفہ ومجاز)

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ومجاز: حاذق الامت حضرت مولانا ذکی الدین صاحب پرنامبٹی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ومجاز: مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ومجاز: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ (بہار)

مخلص اور طالب حق کو طباعت کی اجازت ہے

اگر کوئی نیکی کا طالب اردو کے علاوہ دوسری زبانوں میں اس کتاب کو منتقل کرنا چاہے تو اجازت ہے۔

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اصلاحی واقعات جلد چہارم

مؤلف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

کمپیوٹر وکتابت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔عبداللہ علاء الدین قاسمی

صفحات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔190

تعداد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ملنے کے پتے

☆ قاری عبدالعلّام صاحب، C-178 تیسری منزل نزد چاند مسجد پُرانی سیما پوری (دہلی۔95)
☆ حاجی عبدالغنی صاحب، A-330 نزد مرکزی جامع مسجد پُرانی سیما پوری (دہلی۔95)
☆ قاری مطیع الرحمٰن صاحب، اتوار بازار، نزد مدینہ مسجد، اگرنگر مبارک پور، (نئی دہلی)
☆ محمد اسلم وحافظ عبدالعزیز صاحب، چمن جنرل اسٹور 1981 گلی قاسم جان بازار لال کنواں، نزد ہمدرد دواخانہ (دہلی-6)

CONTACT KHANQUAH

Abdullah: 7654132008-Q. Abdul Allam: 9818406313
H. Abdul Gani : 9811542512 Md Aslam: 9250283190
H. Abdul Aziz:9811626704 Q. Mutiur Rahman: 8882919635
Email: Abdullahdbg1994@gmail.com

فہرست عناوین





حرف چند

حضرت مخدوم شرف الدین یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ ''اپنے مکتوب شصت ودوم'' میں اپنے ایک فارسی کلام میں جس کا ترجمہ مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے بیان فرماتے ہیں کہ:

ایک عزیز نے خوب کہا ہے: اللہ کے ساتھ ہوتے ہوئے کوئی وحشت نہیں ہے اور غیر اللہ کے ساتھ ہوتے ہوئے کوئی راحت نہیں، چنانچہ کہا گیا ہے کہ جو کوئی خدا تعالیٰ سے محجوب (دور) ہے وہ عین مصیبت ورنج میں پڑا ہوا ہے اگرچہ کئی ملکوں کے خزانوں کی کنجیوں کا مالک ہو اور ہر دلق پوش اور گدا کہ اس کا خدا سے تعلق ہے وہ دونوں جہانوں کا بادشاہ ہے، اگرچہ رات کا کھانا بھی اس کو میسر نہ ہو۔

مذکورہ بالا مبارک تحریر پر غور کرنے سے انسانیت کی معراج اور معیار حقیقی کا خوب اندازہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی معیت ومحبت کا سودا واقعۃً نہایت غالی اور مہنگا ہے، زندگی کے بازار میں دنیا سے لے کر آخرت تک کوئی شئ اور دولت اس سے بڑھ کر قیمتی نہیں، لیکن یہ محبت وعشق الٰہی صرف اہل اللہ کی رفاقت وصحبت ہی پر موقوف ہے، جیسا کہ ابتدائے آفرینش عالم سے سنت اللہ جاری ہے، اسلئے اہل اللہ کی زندگی ان کے احوال واعمال اور ان کی مبارک زندگی کے ہدایت آفریں اور سچے واقعات سے ضرور انتفاع کرنا چاہئے۔

ناچیز اور جملہ مشائخ کے یہاں یہ مجرب ومسلم ہے کہ اسلاف اور جملہ علماء صالحین کی زندگی کے مفید واقعات اور صالح حکایات سے اصلاح اور درس وہدایت کی روشنی نصیب ہوتی ہے۔

اسی لئے خاکسار نے اصلاحی واقعات کے سلسلہ کو شروع کیا تھا، الحمدللہ اس سے قبل اس سلسلہ کی تین جلدیں منظر عام پر آکر مقبول خاص وعام ہوچکی ہیں، اب یہ چوتھی جلد بھی بفضلہٖ تعالیٰ آپ حضرات کے ہاتھوں میں پہنچانے کی سعادت حاصل ہورہی ہے، اس پر جتنا بھی اللہ کا شکر ادا کیا جائے کم ہے، اگر خدا کی نصرت ومشیت اسی طرح ہمرکاب رہی تو آئندہ بھی اس مبارک سلسلہ کو باقی رکھنا آسان ہوسکتا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ ناچیز کی اس چھوٹی سی کوشش کو قبول فرما کر ذریعۂ آخرت ونجات بنائے۔ (آمین)

حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ (بہار)

۳ رجب المرجب، بروز شنبہ ۱۴۴۳ھ

مطابق ۵ فروری ۲۰۲۲ء

حضرت امام اعظمؒ کے خشیت وتقویٰ سے عبرت لیجئے

(۱) کہتے ہیں کہ امام صاحبؒ ایک صاحب سے گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک اس نے امام صاحب سے کہا کہ اتق اللہ خدا سے ڈر اس لفظ کا اس کے منہ سے نکلنا تھا کہ امام صاحب کا چہرہ زرد پڑ گیا سر جھکا لیا اور یہ کہنے لگے کہ بھائی خدا آپ کو جزائے خیر دے کہ جب کسی کو علم پر ناز ہونے لگے اس وقت وہ اس کا مستحق ومحتاج ہوجاتا ہے کہ اس کو خدا یاد دلائے۔

(۲) ایک روز امام صاحب کسی شخص کے دروازے کے سامنے دھوپ میں بیٹھے ہوئے تھے ایک صاحب نے کہا کہ آپ دھوپ چھوڑ کر اس گھر کے سایہ میں بیٹھ جاتے تو بہتر تھا، آپ نے فرمایا اس مکان والے پر میرا قرض ہے لہذا اس کی کسی چیز سے فائدہ اٹھانا چاہے وہ اس کے گھر کا سایہ ہی کیوں نہ ہو سود ہے اور سود ناجائز وحرام ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے۔ کل قرض جر نفعاً فھو رباً الخ۔

(۳) روح الایمان فی مناقب النعمان رص ۱۱۸ ر پر منقول ہے کہ ایک بکری کوفہ میں گم ہوگئی تھی آپ نے لوگوں سے معلوم فرمایا کہ بکری کتنی مدت زندہ رہتی ہے؟ کسی نے کہا سات برس تو آپ نے سات برس کسی بکری کا گوشت نہیں کھایا اس گمان سے کہ شاید وہ مفقودہ بکری کا گوشت ہو اور اس کے کھانے سے قلب میں ظلمت وقساوت پیدا ہوجائے اس لئے کہ غذائے حرام کی یہی شان ہے۔

(۴) حسن بن صالح کہتے ہیں کہ امام صاحب تقویٰ اور ورع میں کمال رکھتے تھے محرمات ومشتبہات سے نہایت مجتنب اور پرہیز گار تھے اور نہایت خوف رکھنے والے تھے، یہاں تک کہ بوجہ شبہ کے بہت سی حلال چیزوں کو بھی چھوڑ دیا تھا اور موت تک آپ کو تقویٰ کا اہتمام رہا ہے، یہ تھا آپ کے ورع وتقویٰ کا کمال اور حدیث پر عمل۔

(۵)منقول ہے کہ امام محمدؒ طالب علمی کے زمانے میں بہت شکیل وجمیل تھے ، امام صاحبؒ نے بجز ایک دفعہ کے ان کو کبھی نہیں دیکھا کیونکہ اس وقت ان کے ڈاڑھی نہیں نکلی تھی کیونکہ امرد صبیح الوجہ کو دیکھنا منع ہے اس لئے امام صاحبؒ نے ان کو ستون مسجد کی آڑ میں بیٹھنے کیلئے فرمایا اور اسی طرح ان کو تعلیم دیتے رہے۔ (کذا فی روح الایمان رص ۱۱۹)

امام بخاریؒ کے صبر وتقویٰ کے چشم کشا واقعات

حضرت امام بخاری قدس سرہ کے والد ماجد بہت بڑے مالدار غنی ومتمول آدمی تھے اور دولت کی کثیر مقدار چھوڑ کر فوت ہوئے تھے، امام بخاریؒ کو اپنے والد ماجد کے ترکہ میں سے کافی دولت ملی تھی مگر وہ تمام دولت آپ نے فی سبیل اللہ طلب علم میں خرچ کی حتی کہ بعض اوقات امام بخاریؒ کو فاقہ کی وجہ سے گھاس کھانے کی نوبت آگئی تھی۔ (فضل الباری رص ۶۵ رج ۱)

بغیر تنخواہ کے خدمتِ حدیث

سلیم بن مجاہدؒ کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ خالص اللہ پاک کی رضاء جوئی کے لئے لوگوں کو علمِ حدیث کی تعلیم دیا کرتے تھے، اس تعلیم پر وہ لوگوں سے کچھ لیا بھی نہیں کرتے تھے اور یہ بھی کہا کرتے تھے کہ میں نے امام بخاریؒ جیسا فقیہ اور محدث اور بزرگ تقویٰ و پرہیزگاری میں کامل انسان نہیں دیکھا اور آپ بڑے عابد وزاہد ولی انسان تھے۔ (سیر اعلام النبلاء رص ۴۴۹ رج ۱۲)

قرض خواہ کے ساتھ رحم دلی کا معاملہ

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ آپ کا ایک صاحب کے ذمہ ۲۵ رہزار روپئے بطور قرض تھے مگر وہ بہت تنگ کرتا تھا اور ادھر ادھر بھاگتا رہتا تھا، دوسرے حضرات نے امام صاحب

سے بار ہا کہا کہ ہم اس کو پکڑ لیں اور اس کے لئے فلاں فلاں اس دور کے حکام وسلاطین سے بات کریں گے اور ہم نے حضرت کو بتائے بغیر جب اس کے بارے میں حکام وسلاطین سے بات کی اور سختی کرانی چاہی تو حضرت نے منع فرما دیا اور اس کو بہت سہولت دیدی کہ تم ہر سال صرف دس درہم دیدیا کرو، اللہ اکبر! امام بخاریؒ کے صبر وتقویٰ کتنا تھا اور اخلاق کس قدر وسیع تھے ۲۵ ر ہزار درہم میں سے کتنے حضرت کو وصول ہوئے ہونگے اللہ ہی جانتے ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء رص ۴۴۶ رج ۱۲)

حضرت امام بخاری قدس سرہ ایک صاحب کے مکان میں بطور کرایہ دار رہتے تھے اور کافی زمانہ رہے مگر فرماتے تھے کہ میں نے کبھی اس کی دیوار اور زمین میں سے کچھ لے کر استنجے کی ضرورت پوری کرنے کے لئے استعمال نہیں کیا اس بات کا خیال رکھا کہ مکان دوسرے کا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء رص ۴۴۷ رج ۱۲)

خرید وفروخت میں تقویٰ

حضرت امامؒ کو باندی کی ضرورت تھی، آپ ایک صاحب کو ساتھ لیکر باندیاں دیکھنے گئے، وہاں خوبصورت سے خوبصورت باندیاں تھیں مگر ایک باندی جو صورت وشکل میں زیادہ اچھی نہ تھی آپ نے اس کو دیکھا اور دیکھتے ہوئے آپ کا ہاتھ اس کی ذقن پر لگ گیا، آپ نے ساتھی سے فرمایا کہ اسی کو خریدلو، ساتھی نے کہا کہ دوسری اور باندیاں خوبصورت اور کم قیمت کی بھی موجود ہیں مگر حضرت امامؒ نے اسی کو خریدا اور فرمایا اب یہ بات مناسب معلوم نہیں ہوتی جب اس کو مس کرلیا گیا تو اب اسی کو خریدنا ہے، چنانچہ اسی باندی کو خریدا گیا حالانکہ آپ کو قیمت زیادہ ادا کرنی پڑی۔ (سیر اعلام النبلاء رص ۴۴۷ رج ۱۲)

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ کے ہاتھ پر ایک گناہ گار کی توبہ کا آسان اور مؤثر طریقہ

ایک شخص حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ حضرت! میں گناہوں سے بچنا چاہتا ہوں، مگر بچ نہیں پاتا، کیا کروں؟ کوئی ایسی بات ارشاد فرمایئے کہ میرے گناہوں کو روکنے والی ہو؟

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ نے فرمایا: جب تیرا ارادہ گناہ کرنے کا ہو، تو دیکھنا کہ اللہ کا دیا ہوا رزق نہ کھانا۔ اس نے عرض کیا کہ پھر میں کیا اور کس طرح کھاؤں؟ جب کہ جو بھی زمین پر رزق موجود ہے، وہ اللہ ہی کا عطا کردہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ جس کا رزق کھاتا ہے، اسی کی نافرمانی کرنا چاہتا ہے؟

پھر حضرت ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر تو گناہ کرنا ہی چاہتا ہے، تو ایسا کر کہ اللہ کی زمین سے باہر چلا جا اور وہاں گناہ کر لے۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جبکہ ساری کائنات اسی اللہ کی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ پھر کیا تجھے شرم نہیں آتی؟ کہ اللہ ہی کی زمین پر رہتے ہوئے اس کی معصیت کرے!!۔

حضرت ابراہیم رحمہ اللہ نے کہا کہ اچھا اگر تجھے گناہ کرنا ہی ہے، تو کسی ایسی جگہ چلا جا جہاں کوئی تجھے نہ دیکھتا ہو۔ اس نے کہا کہ حضرت! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جب کہ وہ اللہ ہر وقت ہمارے ساتھ ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ خدا کے اس قدر قریب ہوتے ہوئے اس کی نافرمانی کرے؟

پھر فرمایا: اگر تو گناہ کرنا ہی چاہتا ہے، تو جب حضرت عزرائیل علیہ السلام روح قبض

کرنے آئیں، تو ان سے کہہ دینا کہ مجھے توبہ کرنے تک ذرا مہلت دیں۔ اس نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ حضرت ابراہیم نے فرمایا: پھر کیا تجھے شرم نہیں آتی؟ کہ ملک الموت آئے اور تیری روح اس حال میں قبض کرلے کہ تو گناہ میں ہو! ۔

پھر فرمایا کہ اگر تو گناہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، تو ایسا کر کہ جب جہنم کے فرشتے ''زبانیہ'' قیامت کے روز تجھے پکڑ کر جہنم میں لے جانا چاہیں، تو ان سے یہ کہہ دینا کہ میں تمھارے ساتھ نہیں آؤں گا۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت! کیا وہ مجھے چھوڑ دیں گے اور میری بات مان لیں گے؟ فرمایا کہ پھر تیری نجات کیسے ہوگی؟ کہنے لگا کہ اے ابراہیم! یہ نصیحت کافی ہے! کافی ہے!۔ میں توبہ کرتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ کبھی گناہ نہیں کروں گا۔

(التوابین لابن قدامۃ: ۲۸۵، أدب ال إسلام: ۸-۹، أخلاق المؤمن: ۱۰۷-۱۰۸)

حضرت ادہم کے خوف الٰہی کے برکات واثرات

ایک مرتبہ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کے والد حضرت ادہمؒ کا بخارا کے باغات کی طرف سے گزر ہوا۔ آپ ایک نہر کے کنارے (جو باغات کے اندر سے ہوتی ہوئی گزرتی تھی) بیٹھ کر وضو کرنے لگے۔ آپ نے دیکھا کہ نہر کے اندر ایک سیب بہتا ہوا آرہا ہے۔ خیال کیا کہ اس کے کھالینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ چنانچہ سیب اٹھا کر کھالیا، جب سیب کھاچکے تو دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ میں نے سیب کے مالک سے اجازت نہیں لی اور میرا یہ کھانا ناجائز ہے۔

اس خیال سے باغ کے مالک کے پاس گئے اور جاکر اسے اس امر کی اطلاع دی تاکہ اس کی اجازت سے حلال ومباح ہوجائے۔ چنانچہ باغ کے دروازے پر دستک دی، جہاں سے یہ سیب آیا تھا، آواز سن کر ایک لڑکی باہر آئی، آپ نے اس سے کہا کہ میں باغ کے مالک

سے ملنا چاہتا ہوں، اسے بھیج دیجئے، اس نے عرض کیا کہ وہ عورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا اسے پوچھو کہ میں خود حاضر ہوجاؤں، چنانچہ اجازت مل گئی اور آپ اس خاتون کے پاس تشریف لے گئے اور سارا واقعہ اس کو سنایا۔ خاتون نے جواب دیا کہ باغ نصف حصہ میرا ہے اور نصف حصہ سلطان کا ہے۔ میں نے اپنے حصے کا سیب معاف کر دیا اور سلطان یہاں نہیں ہیں، بلخ تشریف لئے گئے ہیں، جو بخارا سے دس دن کی مسافت پر ہے۔ چنانچہ اس نے اپنا سیب کا نصف حصہ تو آپ کو معاف کر دیا، اب باقی رہا دوسرا نصف حصہ اب اسے معاف کروانے کے لئے بلخ تشریف لے گئے۔

جب وہاں پہنچے تو بادشاہ کی سواری جلوس کے ساتھ جا رہی تھی، اسی حالت میں آپ نے سارے واقعہ کی بادشاہ کو خبر کر دی اور نصف حصہ سیب کے معاف کرانے پر طالب ہوئے۔ بادشاہ نے فرمایا اس وقت تو میں کچھ نہیں کہتا، کل میرے پاس تشریف لے آئیں۔ میں اس وقت کچھ کہہ دوں گا۔ بادشاہ کی ایک نہایت ہی خوبصورت حسین وجمیل بیٹی تھی اور بہت سے شہزادوں کی طرف سے پیغام نکاح اس کے لئے آچکے تھے، لیکن اس شہزادی کا باپ یعنی بادشاہ انکار کر دیا کرتا تھا، کیوں کہ بیٹی عبادت گزار اور نیک کاروں کو بہت پسند کرتی تھیں، اس لئے اس کی یہ خواہش تھی کہ دنیا کے کسی مشہور زاہد سے ان کا نکاح ہو۔

جب بادشاہ محل میں واپس آیا تو اپنی لڑکی سے ادہمؒ کا سارا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ میں نے ایسا شخص نہیں دیکھا کہ صرف نصف سیب حلال کرانے کے لئے بخارا سے یہاں بلخ آیا ہے۔ جب لڑکی نے یہ کیفیت سنی تو نکاح منظور کر لیا، چنانچہ حضرت ادہمؒ دوسرے دن بادشاہ کے پاس آئے تو بادشاہ نے ان سے کہا کہ جب تک آپ میری بیٹی کے ساتھ نکاح نہیں کریں گے، آپ کو نصف سیب معاف نہیں کروں گا۔

حضرت ادہمؒ نے کمال انکار کے بعد نکاح قبول کرلیا، چنانچہ بادشاہ نے اپنی لڑکی کا نکاح ادہم سے کرادیا، جب حضرت ادہمؒ خلوت میں اپنی بیوی کے پاس گئے تو دیکھا کہ لڑکی نہایت آراستہ و پیراستہ ہے اور وہ مکان بھی جہاں لڑکی تھی تکلفات کے ساتھ مزین ہے۔ حضرت ادہمؒ ایک گوشہ میں جا کر نماز میں مصروف ہوگئے، حتیٰ کہ اس حالت میں صبح ہوگئی اور متواتر سات راتیں اسی طرح گزر گئیں اور اب تک بادشاہ نے سیب کا نصف حصہ معاف نہیں کیا تھا۔ آپ نے بادشاہ کو یاددہانی کرانے کے لئے یہ کہا کہ اب وہ حصہ معاف فرما دیجئے۔ بادشاہ نے کہا کہ جب تک آپ میری لڑکی یعنی اپنی بیوی کے پاس شب نہیں گزاریں گے، میں معاف نہیں کروں گا۔ آخرکار شب ہوئی اور حضرت ادہمؒ بیوی کے ساتھ رات گزارنے پر مجبور ہوئے، اس کے بعد آپ نے طہارت حاصل کرکے نماز پڑھی، ایک چیخ ماری اور مصلے پر گر پڑے۔ لوگوں نے دیکھا تو حضرت ادہمؒ انتقال کر چکے تھے۔ بعد ازاں اس لڑکی کے بطن سے ادہمؒ کا ایک لڑکا پیدا ہوا اور وہ ابراہیمؒ بن ادہم تھا (چونکہ حضرت ابراہیم کے نانا بادشاہ کے پاس کوئی لڑکا نہ تھا، اسی وجہ سے بادشاہ کے بعد سلطنت حضرت ابراہیمؒ بن ادہمؒ کو ملی، آپؒ کے سلطنت چھوڑنے کا واقعہ مشہور ہے اور اس کی اصل بھی یہی ہے۔ (سفر ابن بطوطہ، ص 77)

حلال وحرام میں احتیاط ابراہیم بن ادہم سے سیکھیں

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے مکہ مکرمہ میں ایک شخص سے کچھ کھجور خریدیں اتفاقاً دو کھجوریں ان کے پاؤں کے درمیان زمین پر گر پڑی انہوں نے یہ سوچ کر کہ میری خریدی ہوئی کھجوروں میں سے گری ہوں گی، زمین سے اٹھا کر کھالیں پھر بیت المقدس تشریف لے گئے وہاں آپ قبۃ الصخرۃ میں داخل ہوئے، لوگ تو چلے گئے اور آپ تن تنہا وہاں رہ گئے وہاں کا

دستور یہ تھا کہ قبہ میں جو کوئی ہوتا ہے اسے وہاں سے عصر سے پہلے نکال کر قبہ خالی کر دیا جاتا، تاکہ قبہ عصر کے بعد سے لے کر رات بھر فرشتوں کے لئے مخصوص رہے چنانچہ منتظمین نے لوگوں کو قبہ سے نکال دیا، حضرت ابراہیم ابن ادہم چھپ گئے لوگ انہیں نہ دیکھ سکے اس طریقہ سے رات بھر اس قبہ کے اندر ہی رہے رات کو فرشتے آئے تو بولے یہاں کوئی نبی آدم (انسان) معلوم ہوتا ہے ان میں سے ایک نے کہا کہ خراسان کے عابد حضرت ابراہیم بن ادہم معلوم ہوتے ہیں دوسرے نے کہا ہاں وہی ہیں تیسرا بولا یہ وہی شخص ہیں کہ ہر روز ان کے اعمال قبول ہوکر اوپر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں چوتھا بولا: بات تو یہی ہے مگر ایک سال سے ان کی عبادت (اوپر جانے) سے موقوف ہوگئی ہے اور اتنی مدت ان کی دعائیں بھی قبول نہیں ہوئیں سبب اس کا وہ دو کھجوریں بنی ہیں (جو انہوں نے مکہ مکرمہ میں اپنی سمجھ کر زمین سے اٹھا کر کر کھالی تھی) پھر یہ فرشتے اپنی عبادت میں مشغول ہوگئے یہاں تک کہ صبح صادق ہوگئی دربان آیا اس نے قبہ کا دروازہ کھولا، ابراہیم بن ادہم نکلے اور سیدھے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر اسی دکاندار کے دروازہ پر آئے، پھر دیکھا کہ ایک نوجوان کھجوریں بیچ رہا ہے آپ نے اس سے پوچھا کہ پچھلے سال یہاں ایک بڑے میاں کھجوریں بیچتے تھے وہ کہاں گئے؟ اس نے کہا کہ وہ تو فوت ہوگئے آپ نے اسے سارا قصہ سنایا، اس نے کہا ان دونوں کھجوروں میں سے اپنا حصہ تو میں نے معاف کر دیا البتہ گھر پر میری ایک بہن اور والدہ ہیں ان کا بھی حصہ ہے آپ ان کے گھر تشریف لائے ایک بڑی بی لاٹھی سے سہارا لیتی ہوئی باہر نکلیں آپ نے انہیں سلام کیا بڑی بی نے سلام کا جواب دے کر پوچھا کیسے آنا ہوا؟ آپ نے انہیں بھی سارا قصہ سنایا بڑی بی نے کہا کہ میں نے بھی اپنا حصہ معاف کر دیا۔

پھر آپ نے اسکی بیٹی سے بھی اس کا حصہ معاف کرالیا اور پھر بیت المقدس تشریف لے گئے اور اسی طرح قبہ میں داخل ہو کر رات گذاری فرشتے آئے اور آپس میں کہنے لگے یہ ابراہیم بن ادہم وہی ہیں جن کے ایک سال سے اعمال او پر جانے سے موقوف ہو گئے تھے اور ان کی دعائیں بھی قبول نہیں ہوتی تھیں اب چونکہ یہ کھجوریں معاف کرائے ہیں تو ان کے اعمال بھی قبول ہونے لگے ہیں اور دعائیں بھی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے درجہ کی طرف لوٹا دیا ہے حضرت ابراہیم بن ادہمؒ یہ سن کر خوشی سے رو پڑے۔ (حلال وحرام/ ۳۹، بحوالہ قلیوبی)

حضرت ابراہیم ابنِ اَدہم رحمۃ اللہ علیہ نے جب بلخ کی سلطنت چھوڑی تو کیا ملا

ایک دن دریا کے کنارے سلطان ابراہیم ابنِ اَدہم رحمۃ اللہ علیہ گدڑی سی رہے تھے۔ سلطنتِ بلخ کا ایک وزیر ادھر آ نکلا۔ اس نے دل میں کہا کہ یہ ملّا کتنا بے وقوف ہے، سلطنت چھوڑ کر جنگل میں گدڑی سی رہا ہے۔ واقعی یہ ملّا بڑے بے وقوف ہوتے ہیں۔ یہ وسوسہ ان پر منکشف ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل پر منکشف کر دیا۔ کشف اختیاری چیز نہیں ہے، جب اللہ چاہتا ہے کشف ہوتا ہے جب نہیں چاہتا کچھ نہیں ہوتا۔ فوراً انہوں نے بلایا کہ اے وزیر! یہاں آؤ، وہ آ گیا۔ سلطانِ بلخ نے فوراً اپنی سوئی دریا میں پھینکی اور فرمایا کہ اے مچھلیو! میری سوئی لاؤ۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

صد ہزاراں ماہی اللّٰئے

سوزن زر برلب ہر ماہئے

ایک لاکھ مچھلیاں سونے کی سوئیاں لے کرآ گئیں۔اب دیکھو سلطانِ بلخ کی سلطنت ؎

ملک دل بہ یا چنیں ملک حقیر

دل کی سلطنت افضل ہے یا یہ دنیاوی سلطنت۔ایک لاکھ مچھلیاں سونے کی سوئی لے کرآ گئیں۔سلطان نے ان کوڈانٹ کرکہا کہ اے مچھلیو! میری لوہے والی سوئی لاؤ سونے کی سوئی استعمال کرنا اس امت کے لیے جائز نہیں ہے۔سونے کے خلال،سونے کا پاندان، سونے کی ڈبیا،کوئی چیز جائز نہیں۔سونے کا استعمال مَردوں کہ لیے حرام ہے، چاندی بھی مَردوں کے لیے حرام ہے سوائے ساڑھے چار ماشہ سے کم کی انگوٹھی کے، چاندی کی انگوٹھی اگرساڑھے چار ماشہ سے کم ہوتو جائز ہے۔

ایک مچھلی نے غوطہ لگایا اور لوہے کی سوئی لے کر حاضر ہوگئی۔بس وزیر رونے لگا کہ میں نے تو آپ کو بے وقوف مُلّا سمجھا تھا لیکن میری محرومی کہ میں آپ جیسے ولی اللہ کو نہیں پہچان سکا اور مچھلیاں جانور ہوکر آپ کو پہچان گئیں، جانوروں نے آپ کو پہچان لیا اور میں انسان ہوکر آپ کو نہیں پہچان سکا۔ہائے میں کتنا محروم،کتنا کمینہ و نالائق ہوں کہ آپ جیسے ولی اللہ کی شان میں گستاخی کررہا تھا، بے وقوف سمجھ رہا تھا مگر معلوم ہوا کہ آپ تو پہلے خشکی کے بادشاہ تھے اب خشکی اور تری دونوں کے بادشاہ ہیں۔آپ شاہِ بحر بھی ہیں اور شاہِ بر بھی ہیں۔پھر اس نے کہا کہ یہ نسبت مع اللہ کی دولت مجھ کو بھی دے دیجیے۔فرمایا اچھا چھ مہینے رہ جاؤ۔ چھ مہینے وزیر ان کی خدمت میں رہ گیا اور ولی اللہ بن کر واپس ہوا ؎

آناں کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند

جن کی نگاہوں میں اللہ تعالیٰ نے مٹی کو سونا بنانے کی صلاحیت دی ہے ؎

آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

کیا یہ ہوسکتا ہے کہ مجھ پر بھی ایک نگاہ ڈال دیں جس سے میری مٹی بھی سونا بن جائے یعنی تعلق مع اللہ سے قیمتی ہوجائے ۔ یہ شعر حافظ شیرازی نے سلطان نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ ان کا قصہ بھی بہت عبرت آموز ہے۔ ایک شخص کے سات لڑکے تھے جس میں حافظ شیرازی بھی تھے لیکن حافظ شیرازی جنگل میں اللہ کی یاد میں رویا کرتے تھے، خدا کی تلاش میں بے چین تھے۔ سلطان نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اے سلطان نجم الدین! جاؤ ایک بندہ میری یاد میں جنگل میں رو رہا ہے۔ تم اس کی رہنمائی کرو۔ کبھی مرید کے اخلاص کے صدقہ میں پیر کو اس کے پاس بھیجا جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا جذب اور حق تعالیٰ کی رحمت ہے۔ فوراً ان کے باپ کے گھر پہنچے اور پوچھا کہ آپ کے کتنے لڑکے ہیں۔ کہا کہ چھ ہیں۔ فرمایا کہ بلاؤ، لیکن ان کو دیکھ کر فرمایا کہ بھائی تمہارے کوئی اور لڑکا بھی ہے۔ کہا کہ ایک لڑکا ہے اور وہ پاگل ہوگیا ہے، وہ جنگل میں روتا پھرتا ہے کسی کام کا نہیں رہا ہے وہ ہمارے کام کا نہیں ہے۔ دُنیا کے کاموں سے نفرت کرتا ہے، پتا نہیں کس کی یاد میں روتا رہتا ہے۔ سلطان نجم الدین نے فرمایا کہ مجھے اسی لڑکے کی تلاش ہے۔ مجھ کو خدا نے اسی کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔ جنگل میں گئے اور حافظ شیرازی دیکھتے ہی ان کو پہچان گئے ۔ (تجلیات جذب، ص/106)

دونوں جانب سے اشارے ہو چکے
ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے

حافظ شیرازی نے دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری آہ قبول کی اور ایک بندہ میری ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔ اس وقت یہ شعر پڑھا ۔

آناں کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند

جن کی نگاہوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ وہ مٹی کو سونا کر سکتے ہیں۔

آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

کیا یہ ممکن ہے کہ مجھ پر بھی ایک نگاہ کر دیں۔ سُلطان نجم الدین نے فرمایا۔

نظر کر دم نظر کر دم نظر کر دم

میں نے کر دی نظر، مجھے تو بھیجا ہی گیا تھا اس کام کے لیے۔ اللہ تعالیٰ نے پھر حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کو کتنا بڑا ولی اللہ بنایا۔

دنیا مسافر خانہ ہے کوئی آتا ہے کوئی یہاں سے جاتا ہے

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ جو اپنے زمانے میں ایک بڑے بادشاہ تھے، ایک بار ان کا دربار لگا ہوا تھا، سارے ارکان دولت و وزیر لوگ موجود ہیں اور بہت سارے دوسرے لوگ بھی بیٹھے ہوئے ہیں، اسی دوران ایک آدمی ان کے محل کے اندر آیا اور دربار میں گھسنے کی کوشش کر رہا تھا، اس کو دربانوں نے روکنا چاہا، تو اس نے کہا کہ میں یہاں اپنا سامان رکھ کر کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہوں۔ دربانوں نے اس سے کہا کہ تو بے وقوف ہے، پاگل ہے، تجھے معلوم نہیں کہ یہ بادشاہ کا دربار ہے، محل ہے۔ اس نے کہا کہ دربار ہے؟ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ تو سرائے ہے، مسافر خانہ ہے؛ اس لیے میں کچھ دیر یہاں رکنا اور آرام کرنا چاہتا ہوں۔ یہ حجت و بحث ہو رہی تھی کہ بادشاہ کی نظر اس پر پڑ گئی، ابراہیم بن ادہم نے حکم دیا کہ کیا بحث ہو رہی ہے؟ اس کو بلا کر لاؤ۔ اب اس آدمی کو پکڑ کر بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا اور بتایا گیا کہ یہ آدمی محل میں آرام کرنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ سرائے و مسافر خانہ ہے۔ بادشاہ نے اس

سے مخاطب ہوکر پوچھا کہ کیا قصہ ہے؟ تو اس آدمی نے کہا کہ یہ سرائے ہے، اس میں میرا بھی حق ہے، جیسا کہ آپ کا حق ہے، آپ یہاں رہ سکتے ہیں، تو میں کیوں نہیں رہ سکتا؟ میں مسافر ہوں، آرام کرنا چاہتا ہوں۔

بادشاہ نے کہا کہ یہ سرائے نہیں ہے، مسافر خانہ نہیں ہے، میرا محل ہے، اس آدمی نے با دشاہ سے پوچھا کہ آپ سے پہلے یہاں کون تھا؟ بادشاہ نے کہا کہ میرا باپ تھا، اس آدمی نے پھر پوچھا کہ ان سے پہلے کون تھا؟ بادشاہ نے کہا کہ میرا دادا تھا، اس نے پوچھا کہ اس سے پہلے کون تھا؟ بادشاہ نے کہا کہ میرا پردادا تھا، یہ تو پیڑی در پیڑی ہمارے خاندان میں حکومت چلی آرہی ہے۔ اس آدمی نے کہا کہ میں یہی تو کہنا چاہتا ہوں کہ کبھی تو یہاں آپ کا پردادا تھا، کبھی آپ کا دادا تھا، کبھی آپ کا باپ تھا، اب آپ ہیں، کل آپ بھی نہیں رہیں گے، کوئی اور اس جگہ آجائے گا، کوئی آتا ہے، تو کوئی جاتا ہے، اسی کا نام تو سرائے ہے، مسافر خانہ ہے۔ یہ کہہ کر وہ آدمی غائب ہوگیا، یہ دراصل اللہ کا فرشتہ تھا، جو بادشاہ کی اصلاح کے لیے بھیجا گیا تھا۔ اب با دشاہ پریشان ہوگیا، اس کی باتوں پر غور کرنے لگا کہ واقعی یہ دنیا ہے، مجھ سے بھی چھوٹ جائے گی، جیسے میرے باپ سے چھوٹ گئی، جیسے میرے دادا سے چھوٹ گئی، سب چھوڑ کر چلے گئے، کیسے کیسے بادشاہ آئے؛ مگر سب چھوڑ کر چلے گئے، ایسے ہی ایک دن میں بھی چھوڑ کر چلا جاوں گا ۔ اب جو رات ہوئی، تو یہ باتیں سوچ سوچ کر بادشاہ کو نیند نہیں آئی، بالآخر یہ فیصلہ کرلیا کہ اس سے پہلے کہ دنیا مجھے چھوڑ دے، مجھے دنیا کو چھوڑ دینا چاہیے، انھوں نے حکومت چھوڑ دی اور حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کی خدمت میں چلے گئے۔ (واقعات پڑھیے اور عبرت لیجیے، ص/22)

حضرت ابراہیم ابن ادہم نے ایک فوجی سے مار کھا کر جنت کی دعا کی

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ شہر کے قریب بعض جنگلوں میں گئے وہاں ان کی

ملاقات ایک ''فوجی'' سے ہوئی۔ اس نے ان سے پوچھا کہ آبادی کدھر ہے، انہوں نے قبرستان کی طرف اشارہ کردیا۔ اس نے سمجھا کہ اس کیساتھ مذاق کیا گیا ہے اور پھر اس نے ان کو بہت مارا۔ وہ آگے بڑھا تو اسے کچھ لوگ ملے اور انہوں نے کہا کہ ابھی تم جسے مار رہے تھے وہ خراسان کے زاہد، ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ ہیں یہ سن کر وہ انکے پاس واپس آیا اور معذرت کرنے لگا، انہوں نے کہا کہ جب تم نے مجھے مارا تھا تو اسی وقت میں نے تمہارے لئے جنت کی دعا کی تھی اس نے پوچھا کیوں؟ جواب دیا کہ مجھے یقین تھا کہ اس زود کوب پر اللہ مجھے اجر دے گا تو میں نے پسند نہیں کیا کہ تمہاری وجہ سے تو مجھے خیر ملے اور میری وجہ سے تمہیں کوئی شر پہنچ جائے۔ (عملی زندگی، ص/ 167)

خواب میں ابراہیم بن ادہمؒ کو رضوانِ جنت نے حلوہ کھلایا

حضرت سفیان بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن ادہمؒ کو بمقام مکہ معظّمہ میں نے دیکھا کہ سوق اللیل میں جس جگہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت ہے رو رہے ہیں تنگیٔ راہ سے وہ مجھے دیکھ کر ایک طرف دب گئے۔ میں نے ان کو سلام کیا اور اس متبرک مقام میں درود پڑھا میں نے ان سے کہا اے ابواسحق اس مقام پر رونا کیسا ہے؟ کہا اچھا ہے میں دو بار بلکہ تین بار پھر کر وہاں آیا اور ان کو اسی حال میں روتے ہوئے پایا اور ہر بار سوال کیا۔ بالآخر جواب دیا اے ابوسفیان میں تم کو ایسے امر کی خبر دوں جو تم اس کو ظاہر کردو یا پھر مجھ پر پوشیدہ رکھو میں نے کہا جو چاہو کہو۔ کہا میرا دل تیس برس سے ہریسہ کو چاہتا تھا میں بزور اس کو روکتا تھا۔ گزشتہ شب کو نیند نے مجھ پر غلبہ کیا میں نے خواب دیکھا کہ ایک خوبرو جوان اس کے ہاتھ میں سبز پیالہ ہے اور بھاپ اس سے اٹھ رہی ہے اور ہریسہ کی خوشبو آرہی

ہے میں نے اپنے دل کو سنبھالا وہ میرے پاس آیا اور کہا اے ابراہیم لے یہ کھا، میں نے کہا جو چیز خدا کے واسطے چھوڑ دی اسے نہیں کھاتا۔ کہا اگر خدا کھلاوے پھر بھی نہ کھاوے گا۔ کہا خدا کی قسم مجھ سے کچھ جواب نہ آیا بجز رونے کے۔ پھر کہا کھاؤ خدا تم پر رحم کرے، میں نے اس شخص سے کہا ہم کو حکم ہے کہ کوئی چیز بھی اپنے توشہ دان میں نہ رکھیں۔ پھر اس نے کہا کھاؤ اللہ تعالیٰ تم سے درگزر فرمائے، مجھ کو یہ رضوان داروغہ جنت نے بحکمِ خدا دی ہے اور کہا کہ اے خضر یہ کھانا لیجا کر ابراہیم کو کھلا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی جان پر رحم فرمایا ہے۔ انہوں نے بڑا صبر کیا ہے اور اپنی جان کو ممنوع خواہشات سے روکا ہے۔

پھر کہا خدائے بزرگ کھلاتا ہے اور تم اسے روکتے ہو۔ اے ابراہیم میں نے فرشتوں سے سنا ہے کہتے تھے جس شخص کو بلا طلب دیا جائے اور لینے سے انکار کرے اس کا انجام یہ ہے کہ طلب کرے گا اور نہ پاوے گا میں نے کہا اگر ایسا ہے تو میں تمہارے سامنے موجود ہوں خدا کا عہد اب تک نہیں توڑا۔ اتنے میں دوسرا جوان آیا اور اس نے حضرت خضر کو دیکھ کر کہا یہ ابراہیم کے منھ میں لقمہ بنا کر دیدو۔ حضرت خضر مجھ کو کھلاتے رہے، یہاں تک کہ میں سو کر اٹھا اور کھانے کا مزہ منھ میں اور زعفران کا رنگ میرے لبوں پر تھا۔ میں چاہ زمزم پر گیا منھ دھویا کلی کی، نہ منھ کا مزہ گیا اور نہ زعفرانی رنگ۔ سفیانؒ کہتے ہیں میں نے اس سے کہا مجھ کو دکھلاؤ اس نے دکھلایا اس وقت تک اثر باقی تھا۔ پھر میں نے کہا اے خدائے بزرگ جو خواہش نفسانی روکنے والوں کو جب کہ انکا عمل مقبول ہو جائے کھلاتا ہے۔ اے وہ ذات کریم جو اپنے دوستوں کے دلوں کو شراب محبت پلاتا ہے کیا سفیان کے واسطے بھی تیرے پاس یہ ہے؟ کہتے ہیں پھر میں نے کہا حضرتؒ ابراہیم کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کو آسمان کی طرف اٹھا کر دعاء مانگی، خداوند: تیرے یہ جود

وسخا اور اس کی قدر و عزت اور حرمت کے صدقے، خداوندا اپنے بندے پر سخاوت کر جو کہ تیرے فضل و احسان کا محتاج ہے۔ اے ارحم الراحمین اگر چہ وہ تیرے فضل وکرم کا مستحق نہیں اے رب العالمین۔ (نزہۃ السباتین، قصص الاولیا صفحہ ۱۹۷ / مولف: امام جلیل جرنبیل ابی محمد عبداللہ ابن اسعد یمنی یافعیؒ)

واقعہ عبداللہ خیاط رحمۃ اللہ علیہ

عبداللہ خیاط رحمۃ اللہ علیہ کا ایک گاہک مجوسی تھا وہ ان کی دکان پر کپڑے سلواتا اور اجرت میں کھوٹے سکے دیتا، وہ اسے لے لیا کرتے، ایک دفعہ ایسا ہوا کہ وہ اپنی دکان سے کہیں گئے اور اسی اثنا میں وہ مجوسی آیا اس نے اپنے کپڑے لئے اور کھوٹے سکے دیئے۔ عبد اللہ کے شاگرد نے سکے واپس کئے تو پھر اس نے کھرے سکے حوالے کئے۔ جب عبداللہ آئے اور شاگرد سے پوچھا کہ اس مجوسی کا کرتا کہاں ہے؟ اس نے واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا تم نے برا کیا۔ ایک عرصے سے میں کھوٹے سکے لے کر صبر کر رہا تھا، میں وہ سکے لیتا اور کنویں میں ڈال دیتا کہ کہیں پھر کسی کو ان سے دھوکہ نہ دیا جائے''۔ ''احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کو راستے میں ایک شخص گالیاں دینے لگا وہ خاموشی سے سنتے رہے، جب وہ اپنے محلے کے قریب پہنچے تو کھڑے ہو گئے اور اس شخص سے مخاطب ہو کر کہا اگر کوئی گالی باقی ہو تو وہ بھی دے لو مجھے اندیشہ ہے کہ میرے محلے کا کوئی نادان میرے نام گالی سن کر تمہیں تکلیف نہ پہنچائے''۔ حسن اخلاق کے حوالے سے یہ تفصیلی گفتگو یقیناً ہمیں کچھ سوچنے پر مجبور کرے گی اور ہم اس خیال سے متفق ہوں گے کہ حسن اخلاق سے دنیا فتح کی جاسکتی ہے۔ (عملی زندگی، ص/ 167)

اپنے اعمال پر اعتماد چھوڑو ہمارے بندے بن جاؤ

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ کتابوں میں لکھا ہے کہ فرماتے ہیں کہ:

میں ایک شب اپنے ورد سے سو گیا جس کی وجہ سے میری طبیعت بہت مکدر ہوئی کیونکہ میں ان دنوں ان لوگوں میں تھا جو اپنے اعمال پر اعتماد کرتے تھے، یعنی جن کی نظر اپنے عمل پر ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کی وجہ سے میں چند فرائض سے سو جانے کی سزا میں مبتلا کیا گیا۔ بہت پریشان ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہوگی کہ یا الٰہی یہ کیا ماجریٰ ہے؟ اب تو نوافل سے گزر کر فرائض کی نوبت آنے لگی، اتنے میں باطن سے آواز آئی کہ اے ابراہیم! ہمارے بندے بن جاؤ۔ راحت پا جاؤ گے (یعنی اپنے ارادہ واختیار کو ختم کردو او رہمارے ارادے اور اختیار سے کام کرو) ہم سلادیں تو سو رہو اور اٹھا دیں تو اٹھ جاؤ۔ بس ان دونوں کے درمیان تمہارے اختیار میں کچھ نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ ایک دشوار گزار گھاٹی ہے جس میں سالکین کا ابتلا ہوتا ہے اور مخلصین ہی محض اللہ کے فضل سے اس سے نکلتے ہیں۔

اسی رذیلہ سے نکلنے کا طریقہ نہایت آسان اور مختصر لفظوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے۔ یعنی انسان اللہ تعالیٰ سے صالح اعمال اور حسن اخلاق کی دعا بھی کرے۔ اور اس کا بھی خیال رکھے کہ اگر ان میں سے کچھ حصہ حاصل ہو جائے تو اس کو بھی اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھے، اور اپنا کوئی کمال نہ سمجھے۔ سبحان اللہ کیا پاکیزہ تعلیم ہے۔ (کنز العارفین، ص/160)

دنیا پر مرنے والے آخرت میں شرمندہ ہوں گے

اکبر الٰہ آبادی ہندوستانی عدالت کے جسٹس تھے، ایک دفعہ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ جو بہت پڑھے لکھے لوگ تھے، کسی خاص مسئلے پر ایک کمرے میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے، اتنے میں ان کے والد جو بوڑھے تھے، وہ کمرے میں داخل ہوئے اور ان کے ہاتھ میں ایک

بیلون تھا، جسے غبارہ کہتے ہیں، بچے ان میں پھونک مارتے اور ان سے کھیلتے اور ان کو پھوڑتے ہیں، وہ اندر آئے اور کہنے لگے بیٹا اکبر! یہ دیکھو تمھارے لیے کیا لایا ہوں؟ تم بچپن میں اسے بہت پسند کرتے تھے اور رُو رُو کر اسے مانگا کرتے تھے۔ لہٰذا یہ غبارہ تمھارے لیے لایا ہوں۔

بس جناب یہ سننا تھا کہ اکبر الٰہ آبادی کے اوپر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ اسے بیان نہیں کیا جاسکتا، نہایت شرمندہ ہوگئے کہ ایک چیف جسٹس اور ان کے ساتھ بڑے بڑے لوگ بیٹھے ہیں، ان کے سامنے والد صاحب غبارہ لاکر دے رہے ہیں کھیلنے کے لیے، کتنی شرم کی بات ہے، وہ بہت ہی شرمندہ ہوگئے!۔ اکبر الٰہ آبادی کے چہرے پر شرمندگی کے آثار جو نمایاں تھے، اسے دیکھ کر ان کے والد نے کہا کہ بیٹا! مجھے احساس ہے کہ غبارے کے دیکھنے سے اس وقت تمھیں شرمندگی محسوس ہورہی ہے؛ لیکن میں تم کو اور تمھارے ان ساتھیوں کو ایک بات سمجھانے کے لیے آیا ہوں ۔ وہ یہ کہ تم جو آج ان عہدوں اور دولت کی چیزوں پر فخر کررہے ہو اور ان کو حاصل کرنے کی فکر کرتے ہو، کل قیامت کے دن وہی چیز تم کو دی جائے گی، تو وہاں بھی تم کو اسی طرح شرم آئے گی، جیسے آج تمھارے بچپن کی خواہشات و مطالبات پر شرم آرہی ہے۔

اللہ اکبر! کتنا بڑا سبق پڑھا دیا اس معمولی سے واقعے سے! یہ بلڈنگ آج ہمیں اچھی لگتی ہیں، دنیا کا پیسہ بہت اچھا لگتا ہے؛ بلکہ آدمی اسے دوسروں سے چھیننا چاہتا ہے، اس کو جمع کرنا چاہتا ہے، اس کو بڑھانا چاہتا ہے، بڑی فکریں اس کے لیے کرتا ہے، اپنی نیند قربان کرتا ہے، اپنی جان قربان کرتا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جب انسان کو یہ دولت دیں گے؛ تو اسے وہاں شرم آئے گی؛ اس لیے کہ وہاں اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہوگی۔

ایک بزرگ نے غصہ میں کہا تم اندھے ہوکیا تو وہ آدمی اندھا ہوگیا

ایک بزرگ مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے ایک دوسرا شخص ان کے پاس سے گذرا اندھیرا تھا اس کو ٹھوکر لگ گئی انہوں نے کہا اندھے ہو کیا؟ یہ کہتے ہی وہ شخص اندھا ہو گیا۔ یہ بھی ہوتا ہے کہ بعض دفعہ بزرگوں پر کوئی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ اس وقت جو ان کی زبان سے نکلتا ہے وہی ہو جاتا ہے اور یہ صحیح ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ بندہ نوافل کے ذریعہ (فرض کی ادائیگی کے بعد) میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میرا محبوب ہو جاتا ہے اور جب میرا مقرب اور محبوب ہو جاتا ہے تو پھر میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے پکڑتا ہے۔ اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے کلام کرتا ہے بس یہی وہ مقام ہے جس پر پہنچ کر یہ حال ہو جاتا ہے کہ جو اس کی زبان سے نکل جاتا ہے ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ یہ بزرگ بھی اسی مرتبہ میں تھے جب اس کو کہا کہ اندھے ہو کیا؟ تو بس وہ اندھا ہی ہو گیا۔ اس شخص نے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ سنایا۔ شیخ نے ان بزرگ کو بلایا جن کے کہنے سے یہ اندھا ہوا تھا اور ان سے کہا کہ اس کے کہیں آنے جانے پیشاب پاخانہ کے لئے لے جانے نیز کھانے وغیرہ کا انتظام اب تمہارے ذمے ہے تمہیں اب ان کو پیشاب پاخانہ لے جایا کرو اور ان کی سب خدمت کرو۔ بیچاروں کی کرامت ان کے حق میں ایک مستقل زحمت ثابت ہوئی۔ چھ مہینہ اسی حال پر گذرے جب ان کی پوری دلیل ہوگئی تو ایک دن شیخ نے اس نابینا سے کہا کہ اب کسی دن رات میں جب یہ صاحب پھر اسی طرح مراقب بیٹھے ہوں اور اسی حال میں ہوں تو تم ادھر سے گذرو اور قصداً ان کو ٹھوکر لگا دو۔ اس نے ایسی ہی کیا

ایک دفعہ وہی کیفیت طاری تھی مراقبے میں بیٹھے ہوئے تھے وہ شخص ادھر سے گذرا اور جان بوجھ کر ٹھوکر ماردی انہوں نے اسی حالت میں کہا کہ دیکھ کر چلو دیکھ کر۔ بس اس کے آنکھ ہوگئی۔ چونکہ پہلی بار کے جھیلے ہوئے تھے اس لئے سنبھل کر لفظ بولے۔ شیخ کی اس تجویز سے ان کی بھی اصلاح ہوگئی اور لوگ بھی ڈر گئے اور سمجھ لیا کہ یہ ایسا آدمی ہے اس کے ساتھ سنبھل کر معاملہ کرنا چاہئے۔ ان چیزوں کو ماننا ہوگا جس طرح کہ انبیاء کے لئے معجزات ہوتے ہیں اسی طرح اولیاء کے لئے کرامات ہوتی ہیں۔ (افادات حکیم الامتؒ ص/27)

ماں کے شکم سے شاہ ولی اللہ کی آواز

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ جب شکم مادر میں تھے تو کوئی سائل دروازہ پر آیا اور خدا کے نام پر کچھ سوال کیا۔ گھر کے لوگوں میں سے کسی نے کہا کہ اسے آدھی روٹی دے دو آپ پیٹ کے اندر سے بولے کہ اللہ کے نام پر اور آدھی روٹی، بس سب لوگ ڈر گئے اور کہا کہ کوئی کام خلاف نہیں کرنا چاہئے۔ تو یہ اندر ہی سے ٹوک دیں گے۔

شیر پر سواری

حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا: میں گورکھپور میں تھا لوگوں نے مجھ سے کہا کہ یہاں جنگل میں ایک شیر رہتا تھا۔ ایک بزرگ یہاں تھے جب ان کو کہیں جانا ہوتا تو اس کے پاس آتے اس کے کان پکڑتے وہ کھڑا ہوجاتا پس اس پر سوار ہوکر جہاں جانا ہوتا جاتے۔ پھر واپس ہوکر اسی جگہ اسے چھوڑ دیتے۔ وہ وہیں رہتا تھا نہ کسی کو ایذا پہنچاتا تھا نہ کہیں جاتا تھا۔ سبحان اللہ کیسا عجیب واقعہ ہے۔

بعض بزرگوں کے یہاں بغیر آگ کے کھانا پکتا تھا

شاہی خاندان کے ایک صاحب کو وثیقہ ملتا تھا مہینہ پر جا کر لے آتے ایک طرف تو ان کا یہ معاملہ تھا مگر گھر پر یہ کرتے کہ ایک ہانڈی میں دال چاول اور پانی ڈال کر چولھے پر چڑھا دیتے آگ واگ کچھ نہ ہوتی بس ہانڈی کے منہ کے پاس بیٹھ کر کہتے ''پک پک'' دو تین بار اسی طرح کہتے اور کھانا پک کر تیار ہو جاتا۔

میں نے دل صاف کیا تو شیر مجھ سے ڈرتا ہے

ایک صاحب کسی بزرگ کے یہاں گئے ندی کے کنارے استنجاء کیلئے گئے وہاں ایک شیر رہتا تھا اس نے دوڑایا ان بزرگ کو جب یہ معلوم ہوا تو خود وہاں پہنچ گئے اور شیر کو ڈانٹ کر کہا کہ میں نے تجھے نہیں منع کیا ہے کہ میرے مہمانوں سے تعرض مت کیا کر شیر دم ہلانے لگا پھر ان صاحب کی جانب مخاطب ہو کر فرمایا کہ بھائی ہم نے دل کو صاف کیا ہے تو شیر ہم سے ڈرتا ہے اور آپ نے صرف زبان صاف کی ہے اس لئے آپ شیر سے ڈرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان صاحب کو ان بزرگ کی زبان صاف نہ ہونے پر دل ہی دل میں کچھ اعتراض رہا ہوگا اسی کا جواب دیا۔ ؎

پیش اہل دل نگہہ دارید دل
تا نہ باشید از گمانبد خجل

''اللہ والوں کے پاس اپنے دل کی حفاظت کرو تا کہ کسی بدگمانی کی وجہ سے شرمندگی نہ ہو۔'' فرمایا: ''وَيَوْمٌ عِندَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ''۔ ''یعنی ایک دن تمہارے رب کے نزدیک ہزار سال کے برابر ہوگا ان دنوں میں سے جس کو تم شمار کرتے ہو''۔ تم نے کبھی اس آیت میں غور تو نہیں کیا تھا؟ انہوں نے کہا ہاں کیا تھا۔ فرمایا تم کو اس واقعہ کے ذریعہ اس کا جواب دیا گیا۔ میں کہتا ہوں کہ ان سب باتوں کو بھی ماننا ہوگا۔ ایمان وتصدیق ہی سے کام

چلے گا۔ جو لوگ دنیا میں عقلاء کہلاتے ہیں ان کی عقل رکھی رہ جائے گی اور ایمان والا جنت میں چلا جائے گا۔ کس کام کی ہے یہ عقل جو انسان کو دوزخ سے بھی نہ بچا سکے۔ بڑے بڑے مدعیان عقل کو وہاں دوزخ میں دیکھئے گا۔ (افادات حکیم الامتؒ، ص/ 31)

حضرت غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو اللہ پاک نے چالیس سال کے بعد زبان عطا کی

اللہ تعالیٰ کا کرم ہے بدونِ استحقاق یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، میرے بزرگوں کی کرامت ہے یہ، ورنہ اختر چالیس سال تک پانچ منٹ تقریر نہیں کرسکتا تھا۔ جب میری تقریر مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو دل بھی دیا اور زبان بھی دی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ چالیس سال تک جو تم کو بولنا نصیب نہیں ہوا وہ مشابہت ہے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی۔ فرمایا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حالات میں لکھا ہے کہ چالیس سال تک اللہ نے مجھ کو بے زبان رکھا اور اس کے بعد زبان عطا فرمائی۔ تو میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اور یہ بھی لکھا کہ بولنے میں جلدی مت کرو، تقریر جلدی مت کرو، پہلے کسی اللہ والے کی صحبت میں رہو اور اپنے دل کا مٹکا بھرو۔ جب جام بھر کر چھلکنے لگے تو امت کو چھلکتا ہوا مال دو، اپنا مٹکا نہ خالی کرو۔ مگر آج اس زمانے میں اہل اللہ سے، اولیاء اللہ سے اور ان کے غلاموں سے اہلِ علم بہت دور دور رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کتب بینی تو کرتے ہیں قطب بینی نہیں کرتے۔ اسی کا انجام یہ ہے کہ آج امت میں ان کی عظمت نہیں ہے۔ جس کو دیکھو ارے میاں! مولویوں کو چھوڑو، گولی مارو، ان کی بات میں کوئی مزہ نہیں۔ لیکن اگر کسی اللہ والے سے دوستی کرلو، اللہ اللہ کرلو تھوڑا سا، اور

تمہارے دل میں اللہ کا رس اور درد آ جائے، پھر دیکھو کون ہے ظالم جو میری بات نہیں سنتا؟ میں بھگاتا ہوں بعض وقت، الحمدللہ! میں اپنے اللہ والوں کی غلامی کا صدقہ یہ دیکھتا ہوں۔

زمانہ بڑے غور سے سن رہا تھا
ہم ہی تھک گئے داستاں کہتے کہتے

ہم ہی کہتے ہیں ہم تھک گئے ورنہ امت یہی کہتی ہے ذرا تھوڑا سا اور کچھ سنایئے۔ یہ کیا ہے؟ یہ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی کا صدقہ ہے، شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی کا صدقہ ہے، شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی کا صدقہ ہے۔ میں معمولی بات نہیں کہہ رہا ہوں، اہل اللہ کی غلامی کو معمولی مت سمجھو۔ ان کی صحبت ایک لاکھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔ اس مزہ کو نہیں جانتے لوگ، لیکن پھر یہی کہوں گا کہ اللہ کے لیے ان سے تعلق کرو۔ (صحبت اہل اللہ کی اہمیت اور اس کے فوائد، ص/217)

اپنا پیر مت بناؤ تم کم سے کم اپنا مشیر ہی بنالو ورنہ پریشان رہو گے

اب ذرا عاشقوں کی بات سنو! مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ایک آدمی پر غسل واجب تھا۔ وہ دریا کے کنارے کھڑا کہہ رہا تھا کہ اے دریا! میں ناپاک ہوں تیرے اندر کیسے آؤں؟ مجھے شرم آتی ہے کیوں کہ تو پاک ہے اور میں ناپاک۔ تیری شانِ عزت اور عظمت رُکاوٹ ڈالتی ہے۔ تو دریا نے ہنس کر کہا کہ اے بے وقوف! انٹرنیشنل ڈونکی اور مونکی! تو قیامت تک ناپاک رہے گا جب تک میرے اندر نہیں آئے گا۔ میرے اندر تجھ جیسے ہزاروں نہا کر پاک ہو جاتے ہیں اور مسجدوں میں جا کر امامت کرتے ہیں اور میرا پانی پاک رہتا ہے۔ تو گناہوں کی وجہ سے خانقاہوں میں جانے اور اللہ کو یاد کرنے میں دیر مت کرو چاہے ہزاروں گناہ کی عادت

ہو فکر مت کرو جلدی سے اللہ والوں کے دریائے فیض اور دریائے طاقتِ روحانی کے پاس چلے جاؤ خانقاہوں میں رہوان شاء اللہ! گناہ چھوڑنا نہیں پڑیں گے خود چھوٹ جائیں گے۔

بعضوں کو شیطان بہکاتا ہے کہ پیروں کے پاس مت جانا ورنہ گناہ چھوڑنا پڑیں گے اور یہ مزیدار زندگی اور حرام لذت کیسے ملے گی؟ تو میرے شیخ مولانا ابرار الحق صاحب نے فرمایا کہ اللہ والوں کے پاس جا کر گناہ چھوڑنے نہیں پڑتے خود چھوٹ جاتے ہیں اور اس کی ایک مثال دی۔ اب مثال بھی سنو! کہ کراچی میں ایک آدمی دس ہزار روپے رشوت لے کر چلا۔ اچانک اس کے ایک دوست نے آکر کان میں بتایا کہ پولیس تمہیں پکڑنے آرہی ہے تو اس رشوت لینے والے نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ قریب ہی گٹر کے ڈھکن کھلے تھے۔ پاکستان غریب ملک ہے وہاں چرسی گٹر کے ڈھکن چرا کر بیچ دیتے ہیں اور بیڑی پی لیتے ہیں۔ تو اس نے پہلے تو ڈھکن چور کو دعا دی کہ اے اللہ! اس کو معاف کردے۔ پھر اس نے جلدی سے دس ہزار روپے گٹر میں پھینک دیے۔ اب جب پولیس نے کہا کہ جیب کی تلاشی دو! ہم کو انفارمیشن، اطلاع ملی ہے کہ تم نے دس ہزار روپے رشوت لی ہے تو اس نے کہا کہ صاحب! دیکھ لیجیے اور دونوں ہاتھ اٹھا دیے، اب وہاں کچھ بھی نہ نکلا تو پولیس والوں نے کہا کہ سوری، ہمیں غلط اطلاع ملی تھی۔ تو میرے شیخ نے فرمایا کہ اس آدمی نے رشوت کے دس ہزار روپے پولیس والوں کے ڈر سے اور جیل اور سزا کے ڈر سے خود چھوڑ دیے یا چھڑانے پڑے؟ اور چھوڑ کر خوشی ہوئی یا غم ہوا؟ تو جب اللہ والوں کی صحبت سے دوزخ پر اور جنت پر اور میدانِ محشر پر اور اللہ پر یقین وایمان پیدا ہو جائے گا تو گناہ چھوڑنے نہیں پڑیں گے خود چھوڑ دو گے۔

اس پر ایک واقعہ یاد آیا۔ ہمارے یہاں پرتاب گڑھ میں دو چوروں نے بیل

چرایا۔ جب پولیس والوں نے دوڑایا تو ایک مسجد میں بے وضو تہجد پڑھنے لگے۔ اب پولیس والوں کو تعجب ہوا کہ یہ تہجد کا کون سا وقت ہے اور بیل بھی موجود، تو سمجھ گئے کہ کمبخت! یہی چور ہیں۔ جا کر پکڑا اور پٹائی کی تو اقرار کیا کہ ہم ہی چور ہیں اور جان بچانے کے لیے بے وضو تہجد پڑھ رہے تھے تا کہ پولیس والے ہم کو ولی اللہ سمجھیں۔

تو قلب کو اگر غیر اللہ سے پاک کرنا ہے تو اللہ کا نام اللہ والوں کے مشورے سے لینا شروع کر دو۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ ارے ظالمو! اگر پیر بناتے ہوئے شرم آتی ہے تو مشیر ہی بنالو، مشورہ ہی لے لو۔ سبحان اللہ! کیا بات فرمائی کہ مشیر ہی بنالو جیسے دنیا کے لیے مشیر بناتے ہو۔ لیکن ایک دن پیر کی ایسی محبت ملے گی اور ان شاء اللہ! ایسا مزہ آئے گا کہ خود ہی مرید ہو جاؤ گے۔ (صحبت اہل اللہ کی اہمیت اور اس کے فوائد، ص219)

جب حضرت سفینہ کا رہبر شیر بنا

محمد بن منکدر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سفینہ رومی علاقہ میں لشکر کا راستہ بھول گئے، یا دشمن کے ہاتھوں قید کر لیے گئے، پھر وہ دشمن کے قبضہ سے نکل بھاگے اور اپنے لشکر کی تلاش میں لگ گئے، اسی دوران ان کی مڈبھیر ایک خطرناک شیر سے ہوگئی اسے دیکھ کر ذرہ برابر بھی نہ گھبرائے، بلکہ اس کی کنیت کے ذریعہ مخاطب کر کے فرمایا: اے ابوالحارث: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد کردہ غلام ہوں اور میں راستہ بھٹک گیا ہوں، شیر یہ سنتے ہی دم ہلاتا ہوا (یہ جانور کے مطیع وفرماں بردار ہو جانے کی علامت ہے) ان کے پہلو میں آکر کھڑا ہو گیا اور پھر کسی طرف سے کوئی خوفناک درندے وغیرہ کی آواز آتی، تو شیر اس کے دفعیہ کے لیے اس آواز کی طرف لپکتا اور پھر واپس آجاتا، اسی طرح وہ شیر (ایک محافظ رہبر کے مانند)

حضرت سفینہ کے پہلو بہ پہلو چلتا رہا کہ حضرت سفینہ اپنے لشکر میں پہنچ گئے اور شیر واپس چلا گیا۔ (قال فی المجمع: ۹/ ۳۳۶، رواہ احمد کلہ والطبرانی)

حضرت ذوالنون مصریؒ کی دعا سے مچھلی نے موتی دے دیا

حضرت ذوالنون مصریؒ جو بڑے پایہ کے اولیااللہ میں سے گزرے ہیں ایک مرتبہ سفر حج کیلئے کشتی پر سوار ہو کر جا رہے تھے جس میں امیر وغریب تاجر وسوداگر ہر قسم کے آدمی سوار تھے اتفاقاً کسی سوداگر کا ایک قیمتی موتی گم ہو گیا اس نے کشتی کے تمام لوگوں کی تلاشی لینی شروع کی ایک شخص پر پھٹے ٹوٹے حال سے کشتی پر سوار تھا اس پر شبہ ہوا یہ دیکھ کر فرسودہ حال نے دربار الٰہی میں گریہ وزاری شروع کی اے رب العزت عزت و ذلت تیرے ہاتھ میں ہے چنانچہ اس کی دعا مقبول ہوئی اور یکا یک ہزاروں مچھلیاں تیرتی ہوئی پانی پر آ گئیں جن میں سے ہر ایک مچھلی اپنے منہ میں ایک ایک بے بہا موتی لئے ہوئے تھی اس درویش نے اس میں سے ایک موتی لے کر سوداگر کو دے دیا اور بلا خوف وخطر اسی وقت کشتی سے اتر کر پانی میں چلا گیا اسی وقت سے اس کا نام (ذوالنون مچھلی والے مشہور ہو گیا۔ (حکایتوں کا گلدستہ ص: ۲۹، ۳۰)

کلمہ کی برکت سے ایک مجنون لڑکی کی زنجیریں کٹ گئیں

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حج کے ارادے سے چلا تھا مگر اچانک میری اونٹنی قسطنطنیہ کی طرف چل پڑی ہر چند میں اس کو روک کر مکہ معظّمہ کے راستے پر ڈالنا چاہا مگر اونٹنی تھی کہ وہ برابر قسطنطنیہ ہی کی طرف چلتی رہی آخر مجبور ہو کر میں نے اونٹنی کو اس کے ارادے پر چھوڑ دیا یہاں تک کہ میں قسطنطنیہ میں داخل ہو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ہر طرف لوگ حیران و پریشان آپس میں گفتگو کر رہے ہیں اسکا سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہاں کے بادشاہ کی

بیٹی مجنون ہوگئی ہے اسکے علاج کے لئے لوگ طبیب کی تلاش میں ہیں یہ سن کر میں نے کہا تم مجھے ان کے پاس لے چلو میں اسکا علاج کروں گا چنانچہ جب میں اس کے مکان کے قریب پہنچا تو شہزادی نے اندر سے آواز دی کہ جنید تو نے تو اپنی اونٹنی کو بہت پھیرنا چاہا مگر ہمارا جذبہ صادق تجھے یہاں کھینچ ہی لایا پس جب سے ہی اس پری چہرہ نازک اندام پر میری نظر پڑی میں بے ہوش ہوگیا ہوش میں آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس لڑکی کے گلے میں لوہے کا ایک بھاری طوق پڑا ہوا ہے اور ساق پنڈلی کو لوہے کی زنجیروں نے جکڑ رکھا ہے اس لڑکی نے میری طرف دیکھ کر کہا کہ اے جنید میرے مرض کی دوا تجویز کیجئے یہ سن کر میں نے اس لڑکی سے کہا تو لا الہ الا اللہ پڑھ لے اس کا کلمہ پڑھنا تھا کہ گردن کا مضبوط لوہے کا طوق اور لوہے کی بیڑیاں خود بخود ٹوٹ کر گر گئیں اور لڑکی تندرست ہوگئی لڑکی کے باپ بادشاہ نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگا آپ تو بڑے طبیب حاذق ہیں مجھے بھی دعا بتائیں میں نے کہا آپ بھی وہی کلمہ پڑھ لیجئے جو شہزادی نے پڑھا ہے یہ سن کر بادشاہ بھی اسلام کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا اور اس کے ساتھ اور بھی بہت لوگ یہ کلمہ پڑھ کر اسلام کے محفوظ قلعہ میں داخل ہو گئے۔ (حکایتوں کا گلدستہ ص: ۲۴۳)

حضرت رابعہ بصریہ جب باندی سے آقا بنی

حضرت رابعہ بصریہؒ جو کہ اولیاء کاملین میں سے تھیں ان سے کسی شخص نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کی طلب کا راستہ آپ کے ہاتھ کیسے لگا؟ یعنی خدا کی طلب کی ابتداء کس طرح ہوئی؟ فرمایا کہ میں سات برس کی تھی کی بصرہ میں قحط پڑا میرے ماں باپ کی وفات ہوگئی۔ اور میری بہنیں متفرق ہوگئی اور مجھے رابعہ اسلئے کہتے ہیں کہ میری تین بہنیں اور چوتھی میں تھی پس میں ایک ظالم کے ہاتھ پڑی اس نے مجھ کو چھ درہم میں بیچ ڈالا۔ جس شخص نے مجھ کو خریدا تھا۔ وہ

مجھ سے سخت سے سخت کام لیتا تھا۔ ایک روز میں چھت سے گر پڑی اور میرا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ میں نے چہرہ زمین پر رکھا اور عرض کیا باری خدا میں ایک غریب یتیم لڑکی ہوں ایک شخص کے ہاں قیدی پڑی ہوں مجھ پر رحم فرما میں تیری رضا چاہتی ہوں اگر تو راضی ہے تو پھر مجھے کوئی فکر نہیں اس کے جواب میں میں نے ایک آواز سنی کہ اے ضعیفہ غم مت کھا کہ کل کو تجھے ایک ایسا مرتبہ حاصل ہوگا۔ کہ مقربان آسمان تجھے اچھا جاننے لگیں گے۔ اس کے بعد میں اپنے مالک کے گھر آئی۔ تو میں نے روزہ رکھنا شروع کیا اور شب کو ایک گوشہ میں جا کر عبادت میں مشغول ہوئی ایک مرتبہ میں آدھی رات کو حق تعالیٰ سے مناجات کر رہی تھی اور یہ کہہ رہی تھی کہ الٰہی تو جانتا ہے کہ میرے دل کی خواہش تیرے فرمان کے موافق میں ہے اور میری آنکھ کی روشنی تیری خدمت کرنے میں ہے اور تو میری نیت جانتا ہی ہے کہ اگر میرے ذمہ مخلوق کی خدمت نہ ہوتی تو گھڑی بھر کیلئے بھی تیری عبادت سے یہ سودہ نہ ہوتی لیکن تو نے مجھ کو ایک مخلوق کے ہاتھ قید کر دیا ہے یہ دعا کر رہی تھی کہ میرے مالک نے میرے سر پر ایک قندیل نور کے بغیر زنجیر کی لٹکی ہوئی دیکھی جس کے سبب سارا گھر روشن ہوگیا تھا دوسرے دن مالک نے مجھے بلایا اور بہت خاطر کی اور آزاد کر دیا پس میں نے اس سے اجازت لی اور آبادی سے باہر نکلی اور ویرانہ کی راہ لی جہاں کوئی آدمی نہ تھا۔ اور اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہوگئی چنانچہ ہر رات ہزار رکعت نماز پڑھتی تھی۔ (بکھرے موتی ج:۲ ص:۲۵)

امام ابوحنیفہؒ کی ذہانت سے ایک عورت بیوگی سے بچ گئی

ایک مرتبہ ایک گھر میں چوری ہوئی چور اسی محلے کے تھے چوروں نے گھر والے کو پکڑا اور زبردستی حلف لیا کہ اگر تو کسی کو ہمارا پتہ بتلائے گا تو تیری بیوی پر طلاق اس بیچارے نے مجبوراً

حلف لیا وہ چور اس کا سارا مال لے کر چلے گئے اب وہ بہت پریشان ہوا کہ اگر میں چوروں کا پتہ بتلاتا ہوں تو مال تو مل جائے گا لیکن بیوی ہاتھ سے نکل جائیگی۔ اور اگر پتہ نہیں بتلاتا ہوں تو بیوی تو رہے گی مگر سارا گھر خالی ہوجاتا ہے تو مال اور بیوی کے درمیان تقابل پڑ گیا یا تو مال رکھے یا بیوی رکھے اور کسی سے کہہ بھی نہیں سکتا تھا کیوں کہ وہ عہد کر چکا تھا پھر امام صاحب کی مجلس میں حاضر ہوا وہ بہت غمگین اور پریشان تھا امام صاحبؒ نے فرمایا کہ آج تم بہت اداس ہو کیا بات ہے اس نے کہا کہ حضرت اگر ہم نے کہا تو نہ جانے کیا ہوجائیگا پھر فرمایا اجمالاً کہو تو اس نے کہا کہ حضرت چوری ہوگئی ہے اور میں نے عہد کرلیا ہے کہ اگر میں نے ان چوروں کا پتہ کسی کو بتلایا تو بیوی پر طلاق مجھے معلوم ہیں کہ چور کون ہے وہ تو محلے کے ہیں لیکن اگر پتہ بتلاتا ہوں تو بیوی پر طلاق پڑ جائیگی امام صاحب نے فرمایا کہ مطمئن رہو بیوی بھی ہاتھ سے نہیں جائیگی اور مال بھی مل جائیگا اور تو ہی پتہ بتلائیگا۔ کوفہ میں پھر شور ہوگیا کہ ابوحنیفہ یہ کیا کررہے ہیں یہ تو ایک عہد ہے جب وہ پورا نہ کریگا تو بیوی پر طلاق پڑ جائیگی یہ امام صاحب نے کیسے کہہ دیا کہ نہ بیوی جائیگی اور نہ مال جائیگا علماء اور فقہاء پریشان ہوگئے امام صاحب نے فرمایا کہ کل ظہر کی نماز میں تمہارے محلے کی مسجد میں آکر پڑھوں گا چنانچہ امام صاحب تشریف لے گئے وہاں نماز پڑھی او راس کے بعد اعلان کردیا کہ مسجد کے دروازے بند کردیجئے کوئی باہر نہ جائے اس میں چور بھی تھے اس مسجد کا ایک دروازہ کھول دیا ایک طرف خود بیٹھ گئے اور ایک طرف اس کو بیٹھا دیا اور فرمایا کہ ایک ایک آدمی نکلے گا جو چور نہ ہو اس کے متعلق کہو کہ یہ چور نہیں ہے اور جب چور نکلے گا تو چپ ہوکر بیٹھ جانا چنانچہ جو چور نہیں ہوتے تھے اس کے متعلق کہتا جاتا تھا کہ یہ چور نہیں ہے یہ بھی چور نہیں اور جب چور نکلنے لگتا تو خاموش ہوکر بیٹھ جاتا اس طرح اس نے گو بتلایا نہیں بلکہ بلا

بتلائے سارے چور متعین ہوگئے کہ یہ سب چور ہیں چنانچہ چور بھی پکڑے گئے مال بھی مل گیا اور بیوی بھی ہاتھ سے نہیں گئی۔ یہ تدبیر کی بات تھی۔ (ندائے ممبر ومحراب ج، ۲، ص، ۴۲۰)

اے شیطان جب تک ایک سانس باقی ہے تیرا خطرہ موجود ہے

امام احمد بن حنبلؒ پر جب نزع کا عالم طاری ہوا تو آپ کے بیٹے نے پوچھا: ''اے ابا جان! کیا حال ہے؟ آپؒ نے فرمایا: وقت پر خطر ہے جواب کا موقع نہیں دعا سے مدد کرتے رہو کیونکہ جو لوگ میرے دائیں بائیں بیٹھے ہیں ان میں شیطان بھی ہے اور وہ میرے سامنے کھڑا سر پر خاک ڈال کر کہہ رہا ہے کہ اے احمد تو میرے ہاتھ سے جان سلامت لے گیا اور میں کہتا ہوں جب تک ایک سانس باقی ہے خطرہ موجود ہے۔ (ندائے ممبر ومحراب ج، ۲، ص، ۴۲۴)

نیت اگر صحیح ہو تو ہمت کرنے سے گناہ چھوٹ جاتے ہیں

جگر صاحب کا قصہ مختصراً عرض کرتا ہوں، انہوں نے تھانہ بھون پہنچ کر حکیم الامت سے چار باتوں کی دعا کرائی کہ دعا کیجیے کہ ۱) میں حج کر آؤں، ۲) داڑھی رکھ لوں، ۳) شراب چھوڑ دوں، ۴) اور میرا خاتمہ ایمان پر ہو جائے۔ حکیم الامت کے ہاتھ اُٹھ گئے۔ آہ! اللہ والوں کی دعا کیا شان رکھتی ہے فوراً ہی شراب چھوڑ دی۔ یوپی کے ڈاکٹروں کے بورڈ نے کہا کہ اگر آپ شراب نہیں پئیں گے تو مر جائیں گے، شراب پینا آپ کے لیے انتہائی ضروری ہے کیوں کہ آپ اتنا زیادہ پی چکے ہیں کہ اب چھوڑنا ممکن نہیں ہے، جگر صاحب نے کہا کہ اگر پیتا رہوں گا تو کب تک جیتا رہوں گا؟ ڈاکٹروں نے کہا کہ آٹھ دس سال گاڑی اور چل سکتی ہے فرمایا کہ اگر پیتا رہوں گا اور آٹھ دس سال کے بعد مروں گا تو خدا کے غضب اور قہر کے سائے میں مروں گا، اس سے بہتر ہے کہ توبہ کی برکت سے خدائے

تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں مروں، شراب چھوڑنے سے اگر جگر کو موت آتی ہے تو میرے دل وجگر اس اللہ پر قربان اور فدا ہیں۔ میں اللہ کی رحمت کے سائے میں ابھی مرنا پسند کرتا ہوں، مجھے ایسی زندگی نہیں چاہیے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوں۔ میرا ایک اردو شعر ہے کہ جب نفس وشیطان کہے کہ یہ گناہ کرلو بڑا مزہ آئے گا تو نفس وشیطان کو جواب دینے کے لیے اختر کا یہ شعر یاد کر لیجیے ؎

میں ایسی لذتوں کو قابلِ لعنت سمجھتا ہوں
کہ جن سے رب میرا اے دوستو ناراض ہوتا ہے

تو حضرت تھانوی کی دعا کی برکت سے جگر صاحب حج کر آئے، وہیں داڑھی رکھ لی جو بمبئی تک آتے آتے بڑی ہوگئی، ماشاء اللہ داڑھی بڑھی بھی بہت تیزی سے، یہ عجیب معاملہ ہے کہ ایسے رِند جب اللہ کے راستے میں آتے ہیں تو بہت تیزی سے ترقی کرتے ہیں، خواجہ صاحب نے کیا خوب شعر کہا ہے ؎

نیا توبہ شکن جب داخلِ مے خانہ ہوتا ہے
نہ پوچھو رنگ پر پھر کس قدر مے خانہ ہوتا ہے

جگر صاحب نے بمبئی پہنچ کر آئینے میں داڑھی دیکھی، اُس وقت پاکستان ہندوستان ایک تھا، ہندوستان کے لوگ بمبئی سے حج کرنے جاتے تھے، تو جگر صاحب نے داڑھی دیکھ کر یہ شعر کہا ؎

چلو دیکھ آئیں تماشا جگر کا
سنا ہے وہ کافر مسلمان ہوگا

(نسبت مع اللہ کی شان وشوکت، ص/ 17)

پکا ارادہ کرو کہ بدنظری نہیں کریں گے، صرف نہ دیکھنے کا ارادہ علاج کیلئے کافی نہیں

اب میں نمبر وار دو تین نصیحتیں، حکیم الامت کی تعلیمات کے جواہرات پیش کرتا ہوں:

نمبر ا۔کوئی بھی غیر اختیاری چیز ہو اس سے کبھی پریشان نہ ہوں چاہے روزانہ خواب نظر آتا ہو کہ ہم دوزخ میں جل رہے ہیں لیکن اگر عمل اتباعِ سنت کا ہے تو ان شاء اللہ جنت میں جائے گا، اور جو روزانہ اپنے کو جنت میں دیکھ رہا ہے لیکن روزانہ سنت کے خلاف زندگی گزارتا ہے تو سمجھ لو اس کا حال وہی ہوگا جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیداری میں دیکھنے والے مخالفین کا ہوا، معلوم ہوا کہ جتنا اختیار میں ہے اتنا عمل کرلو اور جو غیر اختیاری چیز ہے اس کی فکر نہ کرو۔

بعض لوگوں کو کوڑھ ہوجاتا ہے تو کیا وہ خودکشی کر لیتے ہیں؟ اسی طرح بعضوں کو ایسا روحانی مرض ہوتا ہے کہ اچھا نہیں ہوتا مگر ساری زندگی مجاہدہ کرتے رہو، ان شاء اللہ اخیر میں اللہ اس کو جتا دیں گے۔حکیم الامت کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اہلِ سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور مجاہدے میں نفس وشیطان سے ہار جیت چلتی رہتی ہے تو اخیر میں اللہ تعالیٰ ان کو جتا دیں گے اور اپنی محبت کو غالب کرکے ایمان کے ساتھ اُٹھالیں گے۔

نمبر ۲۔بعض لوگ نظر کی حفاظت میں ''عدمِ قصدِ نظر'' کو کافی سمجھتے ہیں ''عدمِ قصدِ نظر'' یعنی نظر ڈالنے کا ارادہ نہیں ہے، تو بازار میں ایسے لوگ بدنظری سے بچ نہیں سکتے، حکیم الامت فرماتے ہیں کہ یہ ارادہ کر کے چلو کہ کسی کی ماں، بہن، بہو، بیٹی کو نہیں دیکھنا، ''عدمِ قصدِ نظر'' کافی نہیں ہے، ''قصدِ عدمِ نظر'' ضروری ہے، ارادہ کرلے کہ جان چلی جائے مگر نہیں دیکھوں گا اور دیکھ کر احمقانہ پن نہیں کروں گا اور اس حماقت سے کچھ حاصل بھی نہیں ہے، پرایا

مال دیکھ کر دل کو جلانا، تڑپانا بے وقوفی ہے یا نہیں؟ اپنی چٹنی روٹی کھاؤ، چٹنی روٹی نہ ہو تو اللہ ہی کافی ہے اَلَیسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبدَہ۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے کافی ہے۔

نمبر ۳۔ جس طرح اذیت پہنچانے کا ارادہ تو نہیں ہے لیکن اس کا بھی ارادہ نہیں کرتے کہ میری ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے، حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''قصدِ عدمِ ایذا'' ضروری ہے ''عدمِ قصدِ ایذا'' کافی نہیں، قصدِ عدمِ ایذا ہونا چاہیے، ارادہ کرلو کہ ہماری ذات سے کسی کو تکلیف نہ ہو جو سلوک کا حاصل ہے، تصوف کی روح ہے۔ (نسبت مع اللہ کی شان وشوکت، ص/ 21)

ولایت کے لئے کرامت کا ظاہر ہونا شرط نہیں ہے

حضرات سلف صالحین میں تو کوئی شخص بھی مقام بقاء میں رسوخ اور پختگی حاصل ہونے سے پہلے اس دروازہ کی طرف ہرگز جلدی نہ کرتا تھا۔ (اور یہ وہ مقام ہے جس کے بعد قطبیت کے سوا کوئی مقام نہیں کیونکہ اس وقت یہ شخص اس حدیث کا مصداق ہوجاتا ہے۔ فبی یسمع وبی یبصر وبی ینطق (کہ اس کا سننا، دیکھنا، بولنا، چلنا، پھرنا، کھانا، پینا سب خدا کے ساتھ اس کے حکم سے ہوتا ہے)۔ پس وہ بولتا ہی نہیں جب تک اس کو بلایا نہ جائے، جیسا کہ حضرت سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی حالت تھی، اس وقت بندہ دعویٰ سے مامون ہوجاتا ہے۔ اور (غیب سے اس کو) سیدھا رکھا جاتا، اور اس کے اقوال وافعال کی حفاظت کی جاتی ہے۔ او رجو شخص اس مقام پر پہنچنے کا دعویٰ کرے ہم اس پر انکار نہ کریں گے۔ بلکہ اس کی حالت کو خدا تعالیٰ کے سپرد کریں گے اب اگر وہ جھوٹا ہوا تو اس کے جھوٹ کا وبال اس کی گردن پر ہوگا۔ او راگر سچا ہوا تو ہم اس کا ادب پہلے ہی سے کر چکے (کہ اس کے دعویٰ پر انکار وتکذیب نہیں کی۔

حق تعالیٰ کی عطائیں اپنے بندوں پر احاطہ سے باہر ہیں اور ولایت کے لئے کرامات کا

ظاہر ہونا شرط نہیں بلکہ صرف احکام الٰہی کا بجالانا اور ممنوعات سے پرہیز کرنا شرط ہے کہ اس کی حالت کتاب وسنت کے موافق منضبط ہو۔ پس جو شخص ایسا ہو اس کی ولایت پر قرآن شاہد ہے اگرچہ اس کا کوئی بھی معتقد نہ ہو اور چاہے کوئی اس کا متبع ومرید نہ ہو، جب تم نے اس بات کو جان لیا تو اس سے بچتے رہو کہ اپنے پاس مجتمع ہونے والے مریدوں پر اپنی عزت اور بڑائی کا خیال دل میں لاؤ اور اپنے جی میں یہ کہو کہ یہ لوگ تو میری طرح محتاج ہیں اور میں کسی بات کی تعلیم میں ان کی طرح محتاج نہیں ہوں کیونکہ یہ جہالت ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ تم نے مقام فقر کو پوری طرح طے نہیں کیا جیسا چاہئے تھا۔

اور اس بات کی علامت ہے کہ تم بتدریج شیطان کے راستے میں ترقی کر رہے ہو۔ (خدا کے راستے میں نہیں چل رہے) پھر اس حالت میں تم سے کسی کی بھی تربیت نہیں ہوسکتی کیونکہ تم مرید کی احتیاج اپنی طرف دیکھ رہے ہو اور یہ خیال تم کو حالاً احتیاج الی اللہ سے روک رہا ہے۔ (گو قالاً تم اس کے مدعی ہو) کیونکہ یہ حالت تمہارے اندر خدا تعالیٰ سے استغناء ہی پیدا کرے گی (احتیاج کی صفت نہ پیدا کرے گی) اور ایسا شخص بالضرور عزت وجاہ کا طالب ہوگا۔ ''فافہم''۔

رہے مشائخ کاملین جو طریق میں محقق وراسخ ہیں ان کی یہ شان ہے کہ جب وہ مریدوں کو اس دولت کا محتاج دیکھتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کو عطا ہوئی ہے تو وہ اس نعمت پر حق تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہیں کہ اس نے ان کے ساتھ ایک ایسی جماعت کو وابستہ کر دیا جو ان کے سامنے اپنی احتیاج ظاہر کر کے ان کو اس بات پر متنبہ کرتے رہتے ہیں کہ تم بھی خدا تعالیٰ کے محتاج ہو کیونکہ اگر ان کی طرف کسی کی احتیاج ظاہر نہ ہوتی تو شاید یہ کسی وقت اپنے محتاج ہونے کو بھول جاتے پس محققین مرید کا حق اپنے اوپر اس حق سے زیادہ سمجھتے ہیں کہ جو ان کا مرید کے اوپر ہے، کیونکہ مریدین حالاً ان کے شیخ ہیں اور یہ صرف قالاً اور تربیت کے

درجہ میں ان کے شیخ ہیں تو اس مقام میں خوب غور کرو کیونکہ یہ نفیس مضمون ہے اور اللہ تعالیٰ تم کو ہدایت کرے۔ (اسرار طریقت، ص/230)

شاہ روم کے سات سوالات اور جوابات

دینوی نے ''مجالس'' میں ایک قصہ نقل کیا ہے اور ابوعمر بن عبدالبر نے ''تمہید'' میں نقل کیا ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ روم کے بادشاہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک خط لکھا جس میں درج ذیل سوالات پوچھے:

افضل الکلام کون سا ہے اور اسکے بعد دوسرا، تیسرا، چوتھا، پانچواں کون سا ہے؟

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بزرگ ترین بندہ اور بزرگ ترین بندی کون ہے؟

وہ چار نفوس کون ہیں جو ہیں تو ذی روح لیکن انہوں نے اپنی ماؤں کے پیٹ میں پیر نہیں پھلائے؟

وہ کون سی قبر ہے جو صاحب قبر کو لئے ہوئے چلتی پھرتی رہتی ہے؟

مجرۃ آمد و رفت کی جگہ کیا ہے؟

قوس یعنی دھنک (کمان) کیا چیز ہے۔؟

وہ کون سی جگہ ہے جہاں آفتاب صرف ایک بار طلوع ہوا ہے نہ کبھی اس سے پہلے طلوع ہوا ہے نہ کبھی اس کے بعد طلوع ہوگا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ خط پڑھا تو آپ نے فرمایا کہ خدا اس کو ذلیل کرے ہم کو ان باتوں کا کیا علم؟ آپ کو کسی نے مشورہ دیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس خط لکھ کر معلوم کر لیجئے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس خط لکھا تو وہاں سے یہ جواب ملا۔

افضل الکلام ''کلمۂ اخلاص لا الہ الا اللہ'' ہے اس کے بغیر کوئی نیک عمل مقبول نہیں ہوتا اور دوسرے نمبر پر ''سبحان اللہ وبحمدہٖ'' ہے جو اللہ کی رحمت لانے میں معین ہے اور چوتھے نمبر ''اللہ اکبر'' اور پانچویں نمبر پر ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' ہے۔

اللہ عزوجل کے نزدیک بزرگ ترین بندہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ہاتھوں وجود بخشا اور پھر ان کو کچھ چیزوں کا علم سکھایا اور بزرگ ترین بندی حضرت مریم علیہا السلام ہیں جنہوں نے اپنی عصمت محفوظ رکھی تو اللہ تعالیٰ ان کے شکم میں اپنی پیدا کردہ روح پھونک دی۔

وہ چار نفوس جنہوں نے اپنی ماؤں کے پیٹ میں پیر نہیں پھیلائے یہ ہیں:

(۱) حضرت آدم علیہ السلام (۲) حضرت حوا علیہا السلام (۳) ناقہ حضرت صالح علیہ السلام (۴) وہ مینڈھا جسے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تھا بعض نے کہا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہے جو زمین پر گرتے ہی اژدھا بن جاتا تھا۔

وہ قبر مچھلی ہے جو یونس علیہ السلام کو اپنے شکم میں لئے دریا میں گھومتی پھرتی تھی۔

وہ باب السماء (آسمان کا دروازہ ہے)۔

قوس یعنی دھنک قوم نوح علیہ السلام کے غرق ہونے کے بعد اہل زمین کے لئے امان کی نشانی تھی۔

وہ جگہ بحرِ قلزم کا وہ راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے دریا سے پار ہونے کے لئے خشک کر دیا تھا اور فرعون اور آل فرعون کو غرقاب کرنے کے لئے بنا دیا تھا۔

بخاری و مسلم کی روایت ہے ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹوں کو مارنے کا حکم دیا اور اس کو شریر کہا اور فرمایا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلاف آگ میں پھونکیں مار رہا

تھا۔ اور ایک صحیح حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص گرگٹ کو پہلے وار میں مار ڈالے اس کو اتنی اتنی نیکیاں ملیں گی او رجو اسے دوسرے وار میں مار ڈالے اس کو پہلے سے کچھ کم، اتنی اتنی نیکیاں ملیں گی اور جو تیسرے وار میں مار ڈالے اسے کچھ کم اتنی اتنی نیکیاں ملیں گی اور اسی مس ے اس طرح وضاحت بھی ہے کہ جو اس کو پہلے وار میں مار ڈالے اس کو سو نیکیاں ملیں گی اور دوسرے میں اس سے کم اور تیسرے میں اس سے کم۔

طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''گرگٹ کو مار ڈالو چاہے وہ کعبہ کے اندر بیٹھا ہو''۔ (سنن ابن ماجہ)

حضرت حاجی عبد الرحیمؒ ایک عجیب کرامت

ایک روز فرمایا قصبہ لوہاری میں جس جگہ حضرت میاں جی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف رکھتے تھے وہاں ایک مجذوب پنجابی رہتے تھے اور اتفاقاً اس جگہ حضرت حاجی عبد الرحیم صاحب ولایتی شہید رحمۃ اللہ علیہ تشریف رکھتے تھے وہ مجذوب اکثر حضرت حاجی صاحب شہیدؒ کے خدام سے یوں کہا کرتے تھے ''او تمہارا حاجی بڑا بزرگ ہے''۔ حضرت حاجی صاحب شہیدؒ جب بغرض زیارت حرمین شریفین عرب کو گئے تو ایک دن جہاز میں حضرت کے ہاتھ سے لوٹا چھوٹ کر سمندر میں گر گیا ذرا سی دیر گزری تھی کہ ایک ہاتھ سمندر میں سے لوٹا تھامے ہوئے نکلا اور لوٹا حضرت حاجی صاحب کے ہاتھ میں پکڑا کر غائب ہو گیا ادھر لوہاری میں ان مجذوب صاحب نے حضرت کے خدام سے فرمایا کہ 'تمہارے حاجی کے ہاتھ میں سے لوٹا چھوٹ کر سمندر میں گر گیا تھا میں نے ان کو لوٹا پکڑا یا'' حضرت کے خدام نے

سمجھا کہ بڑا اہانک رہے ہیں جب حضرت حاجی صاحب حج سے فارغ ہوکر واپس ہوئے اور لوہاری میں تشریف لائے توکسی کو مجذوب کی یہ بات یاد آ گئی انہوں نے حضرت سے عرض کیا آپ نے فرمایا سچ ہے بیشک یہ واقعہ جہاز میں پیش آیا مگر اس وقت وہ ہاتھ میری شناخت میں نہیں آیا کہ کس کا ہے؟۔(فیضان گنگوہی،ص/118)

جب دوآنہ تین آنہ کیلئے بے ایمانی کر سکتے ہیں تو بڑی بڑی چیزوں کے معاملے میں آپ کتنی بے ایمانی کرتے ہوں گے

ہمارے مرشد نے فرمایا حکیم الامتؒ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک بڑے عالم دین کو خلافت دی وہ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں آئے تو کہا کہ حضرت بچے کو آپ کی خدمت میں دعا کے لئے لے کر حاضر ہوا ہوں، فرمایا خوشی کی بات ہے پھر دریافت فرمایا کہ اس کی عمر کیا ہے؟ عرض کیا حضرت اس کی عمر تو بارہ سال ہے فرمایا تم نے اس کا ٹکٹ بھی لیا ہے یا نہیں؟ ٹرین سے آئے عرض کیا کہ حضرت ٹکٹ تو اس کا اس لئے نہیں لیا کہ یہ گیارہ سال کا لگتا ہے اور گیارہ سال کے بچے کا ٹکٹ نہیں ہے۔(اس زمانہ میں گیارہ سال تک کے بچے کا ٹکٹ نہیں تھا) تو حضرت نے فرمایا ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ'' مولانا آپ نے دین کو سمجھا ہی نہیں آپ نے چند پیسے کے فائدہ کی خاطر حکومت کا نقصان کیا ہے آپ جب بچے کو لا رہے ہیں تو بچے کا ٹکٹ آپ کو لینا چاہیے تھا آپ نے نہیں لیا، جب کہ بارہ سال کے بچے کا ٹکٹ لینا ضروری ہے جب آپ دوآنہ تین آنہ کے لئے بے ایمانہ کر سکتے ہیں تو بڑی بڑی چیزوں کے معاملے میں آپ کتنی بے ایمانی کرتے ہوں گے حضرت نے فرمایا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی اللہ معاف فرمائے میں نے خلافت آپ کو دی تھی اسے واپس لیتا ہوں بس اتنی سی بات پر حضرت

نے خلافت واپس لے لی، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (ملفوظات حبیب الامتؒ جلد دوم، ص/159)

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا میں تو کوئی خوش وخرم نہیں

حضرت حاذق الامت حکیم ذکی الدین صاحبؒ کی مجلس میں بعض احباب نے بیماریوں اور پریشانیوں کا ذکر کیا اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ ''ایک دفعہ ایک صاحب کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی ان سے عرض کی گیا کہ حضرت! میرے لئے ایسی دعا کرو کہ میں بھی آرام سے اور خوش حال ہو جاؤں جیسے اور بہت سے لوگ ہیں، حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا میں تو کوئی خوش وخرم نہیں ہے۔

ان صاحب نے عرض کیا کہ بہت سے آرام سے اور خوش وخرم ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ جاؤ تم کو مہلت ہے۔ ایسا آدمی تلاش کر کے بتاؤ وہ اتنا خوش وخرم ہو کہ تم کو اسی جیسا بنا دیا جائے پتہ لگا کر آؤ۔

حضرت خضر علیہ السلام چلے گئے اور وہ صاحب تلاش میں لگ گئے اور عیش وآرام والے آدمیوں کو ڈھونڈھنے لگے۔ اسی دوران ایک آدمی کے پاس گئے ان سے کہا کہ بھائی تم تو مزے میں ہو۔ اس نے کہا کہ نہیں میں فلاں بیماری اور فلاں مصیبت میں مبتلا ہوں۔

دوسری جگہ پہنچا وہاں یہی بات کہی اس نے کہا کہ بھائی میری زندگی تو مقدموں میں گھری ہوئی ہے۔ فلاں نے کہا کہ میں تو قرض دار ہوں جن جن لوگوں کو عیش میں دیکھا ان کو کسی کسی نہ کسی مصیبت میں گھرا پایا۔ غرض ہر آدمی کسی نہ کسی مصیبت میں گرفتار تھا اور کوئی بچا ہوا نہ تھا۔ آخر میں ایک بادشاہ کو دیکھا کہ سامان عیش بہت ہے اور نوکر چاکر ہیں، غلام

وباندیوں کی کمی نہیں روپئے پیسے کی ریل پیل ہے۔اس نے سوچا کہ اس بادشاہ کی طرح بن جاؤں ایسا ہی بن جانے کی دعا کرالی جائے۔

وہ دوبارہ حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں نکل گیا اور حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی اور عرض کیا کہ میں اس بادشاہ کی طرح بن جانا چاہتا ہوں ۔حضرت خضر علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا اس بادشاہ کو کوئی غم نہیں ہے، معلوم کرلیا؟ کہا کہ ہاں وہ بادشاہ بہت عیش میں ہے اور بہت خوش وخرم ہے۔حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ اس بادشاہ کے پاس جاؤ اور تحقیق کرو کہ واقعی اس کو حقیقی خوشی حاصل ہے اور پھر آؤ تا کہ دعا کردی جائے۔وہ شخص بادشاہ سے ملنے کے لئے گیا، بادشاہ سے ملنے کے بعد اس سے پوچھا۔

بادشاہ سلامت! مجھے بہت عیش وآرام اور خوش وخرم ہونے کی دعا کرانا ہے۔حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ جو آدمی دنیا میں سب سے زیادہ آرام میں ہو اس کو کوئی مصیبت اور غم نہ ہو ایسا آدمی تلاش کر کے بتاؤں اور اسی کی طرح ہونے کی دعا کروں، بہت دنوں سے تلاش کرتے کرتے آپ تک پہنچا ہوں آپ کا عیش وآرام دیکھ کر آپ کی طرح ہی بن جانے کی دعا کرانا چاہتا ہوں چونکہ آپ سے زیادہ کوئی مزے میں نہیں ہے۔

بادشاہ نے یہ ماجرا سن کر ٹھنڈی سانس لی اور کہا کہ توبہ! توبہ! میری طرح تو میرا دشمن بھی نہ ہو۔اس آدمی نے کہا، تعجب ہے ارے بھائی ایسا کیوں؟ آپ توبہ توبہ کیوں کر رہے ہیں؟ آخر بات کیا ہے؟ بادشاہ نے بتایا کہ دیکھو بھائی مجھے اپنی بیوی سے بہت محبت تھی اور میں اپنی بیوی کی محبت میں ہی رہتا تھا اور ہماری محبت اس حد تک پہنچ گئی کہ وہ عشق میں بدل گیا ہر وقت بیوی کو دیکھا کرتا تھا۔ایک بار میری بیوی بیمار ہوگئی اس کے بچنے کے کوئی آثار نہ تھے ایک روز میری

بیوی نے کہا کہ میرے مرنے کے بعد تم دوسری عورت سے شادی کرلوگے؟ میں نے کہا نہیں میں ایسا نہیں کرسکتا۔ بیوی نے کہا یقین دلاؤ کہ تم میرے مرنے کے بعد دوسری شادی نہیں کروگے؟

بادشاہ نے کہا کہ بس اتنی سی بات میں مجھے جوش آگیا اور میں نے اپنا عضو خاص (آلہ تناسل) اس کے سامنے کاٹ دیا، اور پھر کچھ دنوں کے بعد میری بیوی ٹھیک ہوگئی اور خدا نے اس کو صحت عطا فرمائی اور اب وہ زندہ ہیں تندرست ہیں لیکن میں اپنی بیوی کے قابل نہیں رہا اور یہ ساری اولاد جو پھر رہی ہیں یہ سب دوسروں کی اولاد ہیں ان میں نام میرا ہے۔بس میرا جو حال ہے وہ کسی دشمن کا بھی نہ ہو۔ (سوانح حیات حضرت حاذق الامت، ص/205)

نظر ڈال کر تصرف کرنے کی حقیقت

اس بارے میں کئی باتیں سمجھنے کی ہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ نظر ڈالنا ''تصرف'' ہے، اور یہ تصرف کرنا ہر ایک کو نہیں آتا، اور تصرف نہ آنا کوئی عیب کی بات نہیں، یعنی اگر کسی شیخ اور ولی اللہ کی نظر میں تصرف کی قوت نہ ہو تو اس کے اندر کوئی عیب نہیں، اگر تصرف کی یہ قوت حاصل ہوجائے تو اللہ کی نعمت ہے اور اگر حاصل نہ ہو تو کوئی عیب نہیں۔آج کل ایک پیر صاحب بڑے مشہور ہورہے ہیں، ان کی کتاب میں لکھا ہوا دیکھا کہ ''جو پیر اپنے مریدوں کو بیت اللہ میں نماز نہ پڑھوا سکے وہ پیر بیعت کے لائق نہیں'' یاد رکھئے! یہ گمراہی کی فکر ہے، اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں، تصرف کے ہونے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، یہ تصرف کا عمل فاسق و فاجر کو بھی حاصل ہوجاتا ہے، حتی کہ کافر اور غیر مسلم کو حاصل ہوجاتا ہے، معلوم ہوا کہ یہ حالت مقرب بارگاہ خداوندی ہونے کی علامت نہیں اور نہ ہی یہ متقی ہونے کی علامت ہے اور نہ اس کا نہ ہونا کوئی عیب ہے، بعض اوقات کسی کو تصرف حاصل ہوجاتا ہے اور بعض اوقات نہیں ہوتا۔ (تصوف اور سلوک کی حقیقت، ص/131)

غیب سے آواز آئی اے ابوداؤدؒ تم نے تین درہم میں جنت خریدی

ابوداؤدؒ بہت بڑے محدث گزرے ہیں ۔جن کی کتاب ابوداؤد مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔داخل درس ہے۔ان کے واقعات میں لکھا ہے۔کہ یہ سمندر کے کنارے کھڑے ہوئے تھے۔اورسمندر میں جہاز اترا ہوا کھڑا تھا ایسی گودیاں اس زمانے میں نہیں تھیں۔جیسی آج بنتی ہیں۔تو جہاز ایک آدھ فرلانگ کے فاصلے پر کھڑا ہوا تھا۔چونکہ کنارے پر پانی کم ہوتا تھا۔وہ جہاز کیلئے کافی نہیں ہوتا تھا۔اورلوگ کشتیوں میں بیٹھ کے جہاز میں جاتے اورسوار ہوجاتے۔ ایک جہاز فرلانگ کے فاصلے پر کھڑا تھا۔ اور امام ابوداؤدؒ سمندر کے کنارے کھڑے ہوئے تھے جہاز میں کسی شخص کو چھینک آئی۔اس نے چھینک لے کر زور سے الحمدللہ کہا۔تو مسئلہ یہ تھا۔کہ جب کسی کو چھینک آئے اسے الحمدللہ کہنا چاہئے اورجس کے کان میں الحمدللہ پڑھے وہ جواب میں یرحمک للہ کہے۔اس شخص نے الحمدللہ اس زور سے کہا کہ امام ابوداؤدؒ کے کان میں آواز آئی۔اب ان کا جی چاہا کہ میں شریعت کی اس چیز پر عمل کروں اور یرحمک للہ کہوں تاکہ مجھے ثواب ملے حالانکہ مسئلہ یہ ہے۔کہ چھینک لینے والے کو الحمدللہ کہنا واجب ہے۔ جب کہ اس مجلس میں وہ موجود ہو۔اوراس کے کان میں پڑ جائے کہ اس نے الحمدللہ کہا ہے۔وہ یرحمک للہ کہہ کر جواب دے یہ نہیں کہ مسجد میں ایک شخص کو چھینک آئے اور دوسرا شخص بازار میں جارہا ہواوروہ جواب دینے کیلئے مسجد میں آجائے۔ایک مجلس کا مسئلہ ہے۔ مجلس سے خارج کا نہیں ہے۔تو امام ابوداؤدؒ پر واجب نہیں تھا۔کہ وہ جواب دیں۔اس لیے کہ چھینک والے ایک فرلانگ پر ہے۔اور یہاں وہ جہاز پر ہے۔یہ کنارے پر ہیں مجلس بھی ایک نہیں،جگہ بھی ایک نہیں۔بیچ میں سمندر حائل،مگر وہی بات ہے کہ نیکی کی حرص ہوتی ہے۔

کہ کسی نہ کسی طرح کمالیں اس نیکی کو بھی کیوں چھوڑیں۔ امام ابوداؤدؒ کی آواز اتنی اونچی تو تھی نہیں کہ یہاں کنارے سے یرحمک اللہ کہیں تو اس کے کان میں پہنچے۔ چھینک لینے والے کی آواز اتنی بلند تھی کہ اس نے الحمدللہ کہا تو اس کی آواز یہاں پہنچ گئی تو تین درہم میں کرائے کی کشتی لی اور اس کشتی میں بیٹھ کر ڈیڑھ فرلانگ کا سفر کر کے جہاز میں پہنچے اور جہاز میں اوپر چڑھ کر کہا۔ یرحمک للہ۔ یہ گویا نیکی کمائی، مورخین لکھتے ہیں۔ جس وقت انہوں نے جا کر یرحمک للہ کہا۔

غیب سے ایک آواز پیدا ہوئی۔ کہنے والا نظر نہیں آتا تھا۔ آواز یہ آئی، اے ابوداؤد! آج آپ نے تین درہم میں جنت خریدی یہ آواز کان میں پڑی معلوم نہیں کسی خلوص سے یرحمک اللہ، حالانکہ امام ابوداؤد محدث ہیں۔ جانے کتنی انہوں نے حدیثیں لکھیں۔ اور کتنا اجر کمایا۔ کتنی نوافل اور تہجد پڑھے ہوں گے، اور کتنے صدقات دیئے ہوں گے۔ لیکن جنت کی خریداری کے اس حقیر سے عمل کا ذکر کیا کہ تین درہم میں کشتی کرائے پر کرا کر یرحمک اللہ کہہ دیا۔ (خطبات حکیم الاسلام، ص:۴۲۶)

فرمایا بایزید بسطامی نے میرا دل اللہ کا گھر ہے

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بابا جی کو دیکھا اور ان میں اہل دل کی شان پائی۔ وہ شیخ دل کی آنکھ سے عالم ملکوت کی سیر سے محظوظ ہو رہے تھے۔ اہل دل جب آنکھ بند کرتے ہیں تو ان کے دل ملکوت کے روشن دان بن جاتے ہیں۔ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ان کے سامنے بیٹھ گئے۔ اور احوال دریافت کئے۔ محسوس ہوا۔ ناداری اور غربت کا پہرہ بھی ہے۔ بابا جی نے پوچھا۔ بایزید کہاں کا ارادہ ہے؟ جواب دیا۔ خانہ کعبہ کا۔ اللہ تعالیٰ کے گھر کا طواف کرنے جا رہا ہوں۔ پوچھا۔ کتنا سفر خرچ تیرے پاس ہے۔ بایزید نے کہا۔

دوسو درہم نقد موجود ہیں۔ شیخ غلبۂ حال میں تھا۔ بولا۔ وہ درہم میرے حضور ڈھیر کر دے اور حاجت مندوں پر رقم خرچ کر یہ حج سے بہتر ہے۔ اس اللہ کی قسم! جس نے مجھے اور تجھے صاحب حال بنایا اور صاحب دل بھی۔ اس ذات نے میرے دل کو اپنے گھر سے زیادہ فضیلت دی ہے۔ میرا سارا وجود اور میرا دل اس کے اسرار و رموز کا۔ انوار و تجلیات کا۔ فیوض و برکات کا گھر ہے۔ جب سے اس نے میرے دل کو اپنا گھر بنایا ہے۔ وہ اسی میں مقیم ہے جب کہ وہ کعبے میں کبھی گیا ہی نہیں۔

خبردار یہ کبھی نہ سمجھنا کہ وہ مجھ سے جدا ہے۔ اللہ نے کعبے کو صرف ایک بار اپنا گھر کہا ہے اور مجھے ہر روز، ہر رات، ہزار بار کہتا ہے۔ لبیک یا عبدی، لبیک یا عبدی۔ اے میرے بندے میں حاضر ہوں۔ اے میرے بندے میں حاضر ہوں۔ (دعوت فکر و عمل، ص/24)

ایک بزرگ کا واقعہ اور اپنی غلطی کا احساس

کسی مسئلہ پر ان کی گفتگو ایک شخص سے ہوئی، گفتگو کے دوران بزرگ کی زبان سے کچھ طعن آمیز سخت الفاظ نکل گئے اس کے بعد دونوں جدا ہو گئے۔ عشاء کی نماز کے بعد جب بزرگ اپنے بستر پر لیٹے تو انہوں نے محسوس کیا کہ ان کے اندر بے چینی پیدا ہو رہی ہے۔ ان کا دل ملامت کرنے لگا کہ تم نے اللہ کے بندے کے ساتھ سخت کلامی کی، تم نے اسے اپنے مقابلے میں حقیر سمجھا، تمہارے اندر ابھی تک ایک غرور کا جذبہ چھپا ہوا ہے۔ اللہ کے یہاں اگر وہی آدمی بلند مرتبہ ہو اور تم خدا کے یہاں بے قیمت ٹھہرو تو تم کیا کرو گے؟ تمہیں یہ حق تو تھا کہ اپنے بھائی کی رائے سے اختلاف کرو، مگر یہ حق نہیں تھا کہ اس پر طعن و تشنیع کے تیر برساؤ اور اسے کم تر اور حقیر جانو، یہ خیالات آتے ہی بزرگ کی نیند اڑ گئی وہ رات بھر بستر پر کروٹیں

بدلتے رہے، ایک بار وہ بستر سے اٹھے اور وضو کر کے نماز پڑھنا شروع کی مگر انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے ان کی نماز ان کے چہرے پر ماری جا رہی ہے۔ ان کی پریشانی بڑھ گئی صبح ہوتے ہی بزرگ اس شخص کے گھر پہنچے، اس سے ملاقات کر کے معافی مانگی اس وقت حال یہ تھا کہ ایک طرف ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور دوسری جانب زبان سے یہ نکل رہا تھا خدا کے واسطے مجھے معاف کر دو‘‘۔

ہم سب جب انفرادی طور پر اپنے اوپر اسلامی تعلیمات کو نافذ کریں گے تو اس کی روشنی میں عین ممکن ہے کہ ہم سے کوئی غلطی سرزد نہ ہو اور جب ہم ایک صاف ستھرا معاشرہ قائم کر لیں گے تو ہم میں سے کوئی عیب دار نہیں ہوگا اور ہم کسی کے عیب نہیں نکالیں گے۔

معاشرہ ایک ایسے پودے کی مانند ہے جس کی نشو ونما میں اگر کسی چیز کی بھی کمی آ جائے تو یہ پودا پھل پھول نہیں سکتا۔ اس پودے کو تناور درخت بنانے کے لئے انتھک محنت کرنا پڑتی ہے۔ (اسرار طریقت، ص/306)

گناہوں کی وجہ سے قبر کا عذاب

ابراہیم الخواص رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں قبروں کے پاس بہت زیادہ جایا کرتا تھا، ایک دن ایک قبر کے پاس بیٹھا، تو نیند لگ گئی، میں نے ایک کہنے والے کو سنا کہ کہتا ہے کہ زنجیر لو اور اس کو اس میں داخل کرو اور نچلے حصے سے اس کو باہر نکالو اور میت کہتی ہے کہ اے رب! کیا میں قرآن نہیں پڑھتا تھا، کیا میں نماز نہیں پڑھتا تھا؟ کیا میں نے حج نہیں کیا تھا؟ اس کے جواب میں ایک کہنے والا کہتا ہے کہ ہاں! لیکن جب تو خلوت و تنہائی میں ہوتا، تو گناہ کرتے ہوئے میرا خیال و مراقبہ نہیں کرتا تھا۔ (الزهر الفاتح لابن الجوزي: ۸)

حسن بصریؒ کو حضرت عمرؓ کی دعا

حسن بصریؒ کی والدہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تھی، انہوں نے حسن بصریؒ کی ماں کو بتایا، ”کہ اس بچے کو حضرت عمرؓ کے پاس دعا کیلئے لے جاؤ، وہ حسن بصریؒ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئی تو حضرت عمرؓ نے دعا کی“۔

أَللّٰهم فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَحَبِّبْهُ إِلَى النَّاسِ وَاجْعَلْهُ فَوْقَ كَثِيْرٍ مِّنْ خَلْقِكَ“۔

اے اللہ! اس کو دین کی سمجھ عطا فرما اور اس کو لوگوں کا محبوب بنا اور اس کو اپنی بہت ساری مخلوق پر فوقیت عطا فرما) حضرت عمرؓ کی دعا قبول ہوئی ہے، پہلی دعا **اللّٰهم فَقِّهْهُ فِي الدّين** کا تجربہ کریں تو ثمرہ یہ ہے کہ حسن بصریؒ کے فقہی اقوال سات جلدوں میں جمع کیے گئے۔

دوسری دعا **وَحِبّبه إِلَى النَّاسِ** کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ حجاج بن یوسف نے آپ کو کئی دفعہ طلب کیا تا کہ اسکو سخت سے سخت سزا دے لیکن حسن بصریؒ جب دربار میں حاضر ہوتے تو حجاج کھڑے ہوتے اور منہ بند ہو جاتا اور کہتے تھے۔

أَنْتَ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ“(آپ مجھے لوگوں میں سے سب سے زیادہ عزیز ہو)

اسی طرح حضرت حسن بصریؒ کو اپنے ساتھیوں پر فوقیت بھی حاصل تھی۔ ایک دفعہ ایک عورت نے تحفہ بھیجا اور خادم سے کہا، ”کہ یہ حسن بصریؒ کو دے دیں،“ خادم نے کہا ”کہ میں حسن بصریؒ کو کس طرح پہچانوں گا؟“ تو فرمایا ”سب سے جو خوبصورت ہو وہ حسن بصری ہوگا“ عالم کو چاہیے کہ اس کے پاس جب کوئی اپنا بچہ دعا کیلئے لے آئے تو اس کو حضرت عمر والی دعا دیدے، قرآن مجید کا کچھ حصہ بالخصوص آخری تین سورتیں پڑھ کر دم کرنا چاہیئے۔ (شیر علی شاہ المدنی کی درسگاہ میں، ص/169)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا واقعہ

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ عید کے دن جارہے تھے، کہ ایک جگہ چند لوگوں کو ہنستا کھیلتا دیکھا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کو گھوڑ دوڑ کے میدان کی طرح بنایا ہے تاکہ بندے طاعت وعبادت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھیں، پس ایک قوم آگے بڑھی اور ایک گروہ پیچھے رہ گیا۔ تعجب ہے ان پر جو ہنستے کھیلتے ہیں، اس دن میں جس میں بعض لوگ عبادت میں آگے بڑھنے کی وجہ سے کامیاب ہوگئے اور بعض لوگ پیچھے رہ جانے کی وجہ سے گھاٹے میں رہے، جب حقیقت سے پردہ اٹھے گا؛ تو مقبول لوگ خوش ہوں گے اور مردود لوگ غم میں مبتلا ہوں گے۔ (کیمیائے سعادت: ۹۵، احیاء العلوم: ۱/۲۳۶)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے ان جملوں سے اسی طرف اشارہ کیا ہے، کہ عید کے دن خوش تو اس کو ہونا چاہیے جس نے رمضان میں بھاگ دوڑ کی ہو اور طاعت وعبادت کر کے مقبول بندوں میں شامل ہوگیا ہو، اگر ایسا نہیں کیا؛ تو پھر عید کا دن تو اس کی محرومی کا دن ہے اور غم منانے کا دن ہے؛ اس لیے کہ وہ انعام خداوندی سے محروم ہے اور محروم کیا خوشی منائے؟

عید کے دن خوشی اس کیلئے ہے جس نے روزہ رکھے

اسی طرح علماء کا معاملہ بڑا سخت ہے۔ ان کو لوگ ہدیہ دیتے رہتے ہیں۔ ان کو ہدیہ دینے والے کی نیت اور اپنی نیت بھی دیکھنے کی ضرورت ہے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک شخص آیا اور دراہم سے بھری ہوئی تھیلی دی۔ ساتھ میں خراسان سے باریک کپڑا یعنی Imported کپڑا لا کے پیش کیا۔ حضرت نے واپس فرما دیا اور فرمانے لگے: دیکھو! جو شخص اس مرتبے پر بیٹھے جہاں پہ میں بیٹھا ہوں یعنی وعظ کرنا، نصیحت کرنا،

لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب کرنا، اللہ کی بات کو پہنچانا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو سمجھانا۔ کوئی ایسی نازک جگہ پہ بیٹھا ہو تو اسے چاہیے کہ لوگوں سے اس قسم کی چیزیں قبول نہ کرے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ قبول کرے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس ایسے حال میں پہنچے کہ کہہ دیا جائے'' تو جو بیان کرنے جاتا تھا، تجھے وہاں سے پیسے مل جاتے تھے، چیزیں مل جاتی تھی، ہدیہ مل جاتا تھا۔ معاملہ برابر ہو گیا، اب ہمارے پاس کیا لینے آیا ہے؟ (فضائل صدقات)

یہ بہت نازک مقام ہے۔ اگر ہدیہ لینا بھی ہو تو بھی اَسلاف کے طریقے کو دیکھیں کہ وہ قبول کرتے تھے تو کس طرح سے کرتے تھے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالی ان لوگوں کا ہدیہ قبول فرماتے تھے جو یہ سمجھتا ہو کہ میں مولانا صاحب کو دے کر، امام صاحب کو دے کر کوئی احسان نہیں کر رہا۔ بلکہ یہ مجھ پر احسان کر رہے ہیں کہ میرا ہدیہ قبول کر رہے ہیں۔ انہوں نے مہربانی فرما کر میرا ہدیہ قبول کر لیا۔ تو ایسے لوگوں کا ہدیہ قبول کر لینا ٹھیک ہے۔ (گلدستہ سنت جلد نمبر 4، ص/ 260)

خواجہ حسن بصری اور غلام کا واقعہ

خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے بصرہ میں ایک غلام خریدا، وہ غلام بھی ولی اللہ، صاحبِ نسبت اور تہجد گزار تھا، حضرت حسن بصری نے اس سے پوچھا کہ اے غلام! تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ حضور! غلاموں کا کوئی نام نہیں ہوتا، مالک جس نام سے چاہے پکارے، آپ نے فرمایا اے غلام! تجھ کو کیسا لباس پسند ہے؟ اس نے کہا کہ حضور! غلاموں کا کوئی لباس نہیں ہوتا جو مالک پہنا دے وہی اس کا لباس ہوتا ہے، پھر انہوں نے پوچھا کہ اے غلام! تو کیا کھانا پسند کرتا ہے؟ غلام نے کہا کہ حضور غلاموں کا کوئی کھانا نہیں ہوتا جو مالک کھلا دے وہی

اس کا کھانا ہوتا ہے۔ خواجہ حسن بصری چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے، جب ہوش میں آئے تو فرمایا اے غلام! میں تجھ کو آزاد کرتا ہوں، میں نے تجھے پیسے سے خریدا تھا مگر اب تجھ کو پیسے نہیں دینا ہے، میں تجھ کو مفت میں آزاد کرتا ہوں، غلام نے پوچھا کہ کس نعمت کے بدلے میں آپ مجھ کو آزاد کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا تم نے ہم کو اللہ کی بندگی سکھا دی۔ تم ایسے غلام ہو کہ اگر مجھے میرا پیسہ دے دیتے تو غلامی کے طوق سے آزاد ہو سکتے تھے لیکن ہم اللہ کے ایسے غلام ہیں کہ سلطنت بھی دے دیں تو بھی خدا کی غلامی سے، طوقِ بندگی سے آزاد نہیں ہو سکتے، ہماری بندگی کا طوق موت تک ہے۔ **وَ اعبُد رَبَّکَ حَتّٰی یَاتِیَکَ الیَقِینُ۔**

پس تم نے ہمیں ہمارے اللہ کی بندگی سِکھا دی، اب ہم کو اللہ جو کھلائے گا ہم یہی کہیں گے کہ مالک آپ کا احسان ہے، جو پہنائے گا یہی کہیں گے کہ مالک آپ کا احسان ہے، جس نام سے خدا پکارے گا وہی ہمارا نام ہے، اے غلام! تو نے ہمیں اللہ کی بندگی سکھا دی۔ یہ ہے اللہ والوں کا راستہ کہ جس حالت میں خدا رکھے راضی رہو۔ رضا بالقضا کا مقام اخلاص سے بھی زیادہ اونچا ہے۔ (اولیاء اللہ کی پہچان، ص/28)

حضرت رابعہ بصریہ کی پیدائش اور افلاس و تنگدستی

آپ اپنے والدین کی چوتھی بیٹی تھیں اس لئے آپ کا نام رابعہ (چوتھی) رکھا گیا حضرت رابعہ کے والدین بے حد مفلس تھے، جس رات حضرت رابعہ کی پیدائش ہوئی ان کے پاس بچی کو لپیٹنے کیلئے کپڑے کی ایک دھجی تک نہ تھی، دیا جلانے کے لئے تیل کا ایک قطرہ نہ تھا، حضرت رابعہ کی والدہ نے اپنے شوہر سے کہا کہ ’’آج بڑا مشکل وقت ہے آپ ہمسائے سے ایک کپڑا اور تھوڑا سا تیل ادھار مانگ لائیں۔ حضرت رابعہ کے والد نے کہا نہیں نہیں ہمیں جو چیز مانگنی ہے وہ اپنے رب سے مانگنی چاہیے، غیر اللہ سے مانگنا ہمیں زیب نہیں دیتا۔

حضرت رابعہ کی والدہ نے کہا جو ادھار ادا کرنے کی نیت سے مانگا جائے اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت رابعہ کے والد مجبوراً ہمسایے کے گھر گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا اور بار بار دروازہ کھٹکھٹانے پر بھی کوئی جواب نہ پا کر دل شکستہ واپس لوٹ آئے۔

اسی رات خواب میں آپ کو رسول اکرم محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اے شخص! مایوس نہ ہو تمہاری یہ بیٹی یگانہ روزگار ہوگی، اس کی نیکی اور پرہیزگاری کے چرچے ہر جگہ ہوں گے، یہ لڑکی سیدہ ہے اور میری امت کے ستر ہزار آدمی اس کی سفارش سے بخشے جائیں گے۔

رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کے ساتھ انکی بہنوں کا سلوک

حضرت رابعہ ابھی سن شعور کو نہیں پہنچی تھیں کہ آپ کے والدین رحلت فرما گئے، ان دنوں بصرہ میں سخت قحط پڑا ہوا تھا، حضرت رابعہ کی بہنوں نے انہیں افلاس کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایک سنگ دل شخص کے ہاتھوں چند سکوں کے عوض بیچ دیا اور آپ ایک لونڈی کی طرح اس شخص کے گھر رہنے لگیں۔

آپ بچپن ہی سے بڑی عبادت گزار تھیں۔آپ اپنے آقا کے گھر سخت محنت ومشقت کرتیں لیکن زبان پر ہر وقت ذکر الٰہی رہتا۔جب مالک سوجاتا تو تمام رات یاد الٰہی میں گزار دیتیں اور دن میں روزہ رکھتیں، ایک رات اتفاقاً آقا کی آنکھ کھل گئی دیکھا کہ حضرت رابعہ سجدے میں پڑی گڑگڑا کر رو رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں۔

اے مولا کریم! تو علیم وخبیر ہے تجھے معلوم ہے کہ میں تیری عبادت کی کس قدر مشتاق ہوں لیکن دن کو مالک کی خدمت سے فرصت نہیں ملتی کہ میں اس کی زرخرید ہوں، یہ ماجرا دیکھ

کر حضرت رابعہ کے مالک کے ہوش اڑ گئے اس نے رات بڑی بے چینی سے کاٹی اور صبح اٹھ کر حضرت رابعہ کو آزاد کر دیا۔ حضرت رابعہ ,نے اس کے حق میں دعائے خیر کی اور شہر سے باہر ایک خستہ حال مکان میں سکونت اختیار کر کے ہر وقت عبادت الٰہی میں مشغول رہتیں۔

رابعہ بصریہؒ کا قبر میں فرشتوں سے مناظرہ

حضرت رابعہ بصریہؒ کا جب انتقال ہو گیا، کسی کے خواب میں وہ آئیں، خواب دیکھنے والے نے پوچھا کہ آپ کا انتقال ہو گیا تھا، اللہ کے پاس کیسے گزری، تو کہا کہ جب مجھے دفن کیا گیا، تو فرشتے آئے پوچھنے اور سوال کرنے کے لیے، انھوں نے مجھ سے پوچھا: ''مَنْ رَّبُّکَ'' تو میں نے کہا کہ تم کون ہو؟ کہا کہ ہم اللہ کے فرشتے ہیں، میں نے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو؟ کہا کہ آسمان سے آئے ہیں، میں نے پوچھا کہ آسمان یہاں سے کتنی دوری اور فاصلے پر ہے؟ تو کہا کہ پانچ سو برس کا فاصلہ ہے، آدمی کی رفتار سے یہاں کوئی چلے تو پانچ سو برس میں آسمان اول پر پہنچے گا، ہاں! فرشتہ کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے، اس لیے وہ وہاں سے ایک لمحے میں آجاتا ہے، وہ تو اس کو اللہ نے قدرت دی ہے، تو انھوں نے کہا کہ یہاں سے پانچ سو برس کا فاصلہ ہے، تو میں نے کہا کہ اچھا تم کو معلوم ہے کہ تمھارا رب کون ہے؟ کہا کہ ہاں! ہم کو معلوم ہے، میں نے کہا کہ جب پانچ سو برس کے فاصلے کو طے کر کے تم خدا کو نہیں بھولے، تو میں دو گز زمین سے نیچے آکر اپنے رب کو کیسے بھول جاؤں گی؟! (واقعات پڑھیے اور عبرت لیجیے، ص/211)

دیکھیے! اللہ کے نیک بندوں کا کچھ مقام بھی ہوتا ہے، وہ اللہ کے فرشتوں کو بھی ایسا جواب دے دیتے ہیں جو ''لا جواب'' ہوتا ہے۔

موت کے وقت اہل اللہ کا قابلِ رشک حال

ایک بزرگ حضرت مولانا یعقوب صاحب مجددی رحمہ اللہ گذرے ہیں، حضرت مولانا

ابوالحسن علی ندوی صاحب رحمہ اللہ ان کی مجلس میں جا کر بیٹھا کرتے تھے اور ان کے ملفوظات بھی جمع فرمائے ہیں، ان کے حالات میں لکھا ہے کہ جب ان کا انتقال کا وقت آیا، تو جمعے کا دن تھا، صبح کے وقت اٹھ کر جلدی سے انھوں نے غسل کیا اور عمدہ کپڑے پہنے، بڑے ہشاش بشاش نظر آرہے تھے اور چہرے پر مسکراہٹ ہی مسکراہٹ تھی، لوگوں نے کہا کہ حضرت آپ کا کوئی سفر ہے کیا؟ بہت جلد تیار ہو گئے ہیں، کہا کہ ہاں سفر ہے، لوگ سمجھے کہ کہیں قریب کا سفر ہوگا؛ لیکن حضرت گئے ہی نہیں، نمازِ جمعہ کا وقت قریب آنے لگا، تو خادموں سے کہا کہ تکیہ لاؤ، تکیہ لایا گیا، پھر حضرت لیٹ گئے اور کلمہ پڑھا اور روح قبض ہوگئی، تب لوگوں کو سمجھ میں آیا کہ یہ پوری تیاری دراصل آخرت کے سفر کے لیے تھی، دیکھیے اللہ سے ملاقات کی کیسی خوشی تھی ان کو۔ (واقعات پڑھیے اور عبرت لیجیے، ص/212)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل اللہ کو موت کے وقت کس قدر خوشی و فرحت ہوتی ہے؟! کہ وہ اللہ سے ملاقات کرنے والے ہیں، اور وہ بہ زبانِ حال یوں کہتے ہیں:

خرم آں روز کہ زیں منزل ویراں بروم

(میں اس دن بڑا خوش ہوں گا، جب اس ویران منزل سے کوچ کروں گا۔)

میت کو ثواب پہنچنے کے واقعات

ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ایک بزرگ تھے۔ ایک روز انہوں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا۔ والد نے کہا کہ کیا بات ہے تمہارا ہدیہ آتا تھا، کیوں بند ہو گیا؟ تم میرے لیے جو ایصالِ ثواب کرتے تھے، قرآن کی تلاوت کرتے تھے، وہ ہدیہ بند ہو گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: ابا جان! کیا آپ لوگوں کو ہمارے ان ہدایا کا ایصالِ ثواب پہنچتا ہے اور دعا کا علم ہو جاتا ہے؟ کہا کہ اگر زندوں کے ہدایا نہ پہنچیں تو مردے تباہ ہو جائیں۔

ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ اہلِ مدینہ میں سے ایک شخص کا انتقال ہوا۔ ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ دوزخ میں ہے۔ یہ بڑے رنجیدہ ہوئے۔ پھر کچھ عرصے بعد دیکھا کہ وہ جنت میں داخل ہو گئے ہیں۔ چناں چہ ان سے پوچھا کہ تم تو جہنم میں تھے، تم جنت میں کیسے آ گئے؟ کہنے لگے: ہمارے بالکل قریب بغل میں ایک نیک آدمی دفن ہوا، اس کی سفارش سے قریب کے چالیس آدمیوں کو نجات مل گئی، میں بھی ان چالیس میں سے ہوں۔ نیک لوگوں کا ساتھ دنیا میں بھی اچھا اور قبر میں بھی اچھا۔ (گلدستہ سنت جلد نمبر 5، ص/262)

اساتذہ کی خدمت کے واقعات

حضرت اقدس قاری صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ اپنے اساتذہ کی خوب خدمت کی ہے، حضرت کے سب سے پہلے استاذ دادا مرحوم تھے حضرت تاحیات ان کی خدمت میں حاضر باش رہے۔ دادا کے بعد حضرت کے دوسرے استاذ مربی مولانا امین الدین ماموں تھے ان کی خدمت حضرت نے جس طرح کی ہے اسکا اندازہ اس واقعہ سے لگائے کہ حضرت فرماتے ہیں کہ میری عمر جس وقت زائد سے زائد دس گیارہ برس کی ہوگی میں مولانا امین الدین صاحب سے پڑھتا بھی تھا اور ان کے گھر کا پورا کام بھی کرتا تھا ان کی گھوڑی کے لئے جنگل سے گھاس میں خود اپنے ہاتھ سے کاٹ کر لایا کرتا تھا مجھے گھاس کاٹنا بھی نہ آتا تھا اور آج بھی نہیں آتا لیکن جس طرح بن پڑتا تھا اوپر اوپر سے کاٹ کر لے آتا تھا اور یہ کوئی ایک دو روز کی بات نہ تھی بلکہ روزانہ کا معمول تھا گھر کا پانی بھی میں خود بھرتا تھا اس وقت نل تو تھے نہیں، کنویں سے پانی کھینچنا پڑتا تھا، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں چھوٹا تھا کنویں سے پانی کھینچنے میں دقت ہوتی تھی چھوٹے بچوں کی طرح دونوں ہاتھ سے ایک ساتھ رسی پکڑ کر اچک اچک کر پانی کنویں سے کھینچتا تھا، پانی بھرتے بھرتے میں تھک جاتا تھا۔

پانی پت جب تک رہنا ہوا تعلیمی انہماک کے ساتھ اساتذہ کے گھر کا کام بھی جی جان سے کرتے تھے سہارنپور میں ہی خصوصاً جمعہ کے دن جملہ اساتذہ کے پاس خدمت میں جانا کپڑے دھونا کمرے کی صفائی وغیرہ کرنا معمول تھا۔ آخیر میں حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم مظاہر علوم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں خصوصیت کا شرف حاصل رہا، حضرت کے لئے گھر سے دونوں وقت کھانا لانا اور بازار سے گھر کا سودا لانا۔ حساب کتاب لکھانا وضو کرانا سفر میں خادم رہنا، بدن دبانا، سب آپ انجام دیتے تھے حضرت فرماتے تھے میں اونچے تکیہ پر کتاب کھول کر رکھ لیتا اور پیر دبانے کے ساتھ کتاب بھی دیکھتا رہتا یہ معمول تقریبا روز کا تھا جب حضرت سوجاتے اس کے بعد اور کتابوں کا مطالعہ کرتا، ترمذی شریف کی تقریر تقریبا ڈھائی بجے رات تک لکھتا۔ پوری رات میں صرف دو گھنٹہ بمشکل سوتا تھا صبح اٹھ کر پھر حضرت کو وضو کراتا۔ حضرت مغرب بعد دیر تک اوابین پڑھتے۔ میں پیچھے بیٹھا رہتا درمیان میں کبھی پینے کا پانی مانگتے لیکن پیتے تھے صرف ایک گھونٹ گویا گلاس کو صرف منھ لگاتے اور بس میں یہی سمجھتا تھا کہ میری حاضری اور امتحان مقصود ہے کہ آیا میں موجود ہوں یا غائب ہوگیا ہوں۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ حضرت ناظم صاحب (مولانا اسعد اللہ صاحبؒ) چھلا ہوا سیب تناول فرماتے میں حضرت کے لئے سیب چھیلتا تھا حضرت صرف سیب تناول فرماتے اور چھلکا پھینک دیا جاتا میرے دل میں آیا کہ یہ چھلکے میں ہی کھالیا کروں لیکن معاً دل میں آیا کہ نہ اس سے عادت خراب ہوگی کہ پھر دوسری اشیاء تک نوبت آئے گی بس چھلکے پھینک دیئے اور پھر اسکی ہمت نہ کی۔ (واقعات صدیق، ص/45)

جب حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو کافر اور جلاہے کہا گیا

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کو ایک جگہ وعظ کے لئے بلایا گیا، وعظ سے

پہلے حضرت کو ایک خط موصول ہوا، جس میں لکھا تھا کہ ہم نے سنا ہے کہ ’’آپ کافر ہیں اور جُلا ہے ہیں‘‘ اور یہ کہ اگر آپ نے یہاں وعظ میں اختلافی مسائل چھیڑے تو آپ کی خیر نہیں‘‘۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے اس خط پر بھڑکنے کے بجائے وعظ کے آغاز میں لوگوں کو وہ خط پڑھ کر سنایا اور اس کے بعد فرمایا: اس خط میں تین باتیں کہی گئی ہیں: ایک تو یہ کہ میں کافر ہوں اس کا جواب یہ ہے: ’’اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم‘‘ اب اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ میں کافر ہوں یا نہیں، آپ کو معلوم ہے کہ اس کلمہ کی بدولت ستر برس کا کافر بھی مسلمان ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اگر بالفرض خدانخواستہ میں کبھی کافر تھا بھی تو اس کلمہ کے بعد مسلمان ہوگیا۔

دوسری بات یہ کہی گئی ہے کہ میں جُلاہا ہوں اس کا جواب یہ ہے کہ میں یہاں کوئی نکاح کا پیغام لے کر نہیں آیا جس کیلئے اس تحقیق کی ضرورت ہو، اگر بالفرض میں جُلاہا ہوں مگر دین کی کوئی صحیح بات بتاتا ہوں تو محض جُلاہا ہونے کی بنا پر اسے رد نہیں کرنا چاہیئے، ویسے اگر کسی کو واقعی میرے نسب کی تحقیق مقصود ہو تو تھانہ بھون کے لوگوں سے خط لکھ کر تحقیق کرلے۔

تیسری بات یہ کہی گئی ہے کہ میں وعظ میں کوئی اختلافی مسئلہ بیان نہ کروں سو اس کا جواب یہ ہے کہ میں یہاں وعظ کہنے کیلئے خود نہیں آیا مجھے اس مقصد کیلئے بلایا گیا ہے اگر اس مجمع میں سے کوئی ایک صاحب بھی اٹھ کر مجھے وعظ کہنے سے منع فرمادیں گے تو میں وعظ نہیں کہوں گا اور وعظ میں میری عادت اختلافی مسائل کو موضوع بنانے کی نہیں ہے لیکن اگر وعظ کے درمیان میں کوئی اختلافی مسئلہ آجاتا ہے اور اس کی وضاحت ضروری ہوتی ہے تو پھر اس کے بیان سے میں رکتا بھی نہیں یہی عمل اس وقت بھی ہوگا اب اگر آپ بات سننا چاہیں تو میں

شروع کروں ورنہ رک جاؤں، اس انداز کلام کا نتیجہ یہ نکلا کہ کسی ایک شخص نے بھی وعظ میں رکاوٹ نہ ڈالی اور پھر جب وعظ شروع ہوا تو اس میں اتفاق سے بہت سے اختلافی مسائل بھی وضاحت کے ساتھ بیان ہوئے اور بہت سے مخالفین اتنے متاثر ہوئے کہ ہم خیال بن گئے۔ (میرے والد میرے شیخ: ۱۱۲)

ان اکابر کے کردار کی روشنی میں آج ہمیں اپنے طرزعمل کا جائزہ لینا چاہئے کہ ان حضرات نے ذاتیات کے اختلاف پر کس طرح صبروتحمل سے کام لیا اور آج ہم کس طرح اپنے مخالفوں سے انتقام لینے کی فکر میں پڑے رہتے ہیں۔

یادرکھیں! جب تک انسان میں حلم وبردباری اور صبروتحمل کی صلاحیت نہ ہو وہ کسی بھی اجتماعی ذمہ داری کو نہ نبھا سکتا ہے اور نہ ہی اپنے ماتحتوں کی نظر میں مقبولیت حاصل کرسکتا ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے اس صدی میں اصلاح خلق کی توفیق خالص اور اس کا انتہائی حکیمانہ اسلوب مرحمت فرمایا تھا۔ اردو کے مشہور شاعر جناب جگر مرادآبادی مرحوم کا واقعہ ہے کہ ایک مجلس میں حضرت خواجہ عزیزالحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کیا کہ ''جگرمرادآبادی سے ایک مرتبہ میری ملاقات ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ تھانہ بھون جانے اور زیارت کرنے کو بہت دل چاہتا ہے۔ مگر میں اس مصیبت میں مبتلا ہوں کہ شراب نہیں چھوڑ سکتا، اس لئے مجبور ہوں کہ کیا منہ لے کر وہاں جاؤں؟'' حضرت نے خواجہ صاحب سے پوچھا: ''پھر آپ نے کیا جواب دیا؟'' خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ میں نے کہہ دیا ''ہاں! یہ تو صحیح ہے ایسی حالت

میں بزرگوں کے پاس جانا کیسے مناسب ہوسکتا ہے؟'' حضرت نے فرمایا: ''واہ خواجہ صاحب! ہم تو سمجھتے تھے کہ اب آپ طریق کو سمجھ گئے ہیں، مگر معلوم ہوا کہ ہمارا خیال غلط تھا''۔ خواجہ صاحب کے تعجب پر حکیم الامت قدس سرہ نے فرمایا: کہ ''آپ کہہ دیتے کہ جس حال میں ہواسی میں چلے جاؤ، ممکن ہے کہ یہ ملاقات ہی اس بلا سے نجات کا ذریعہ بن جائے''۔

چنانچہ خواجہ صاحب یہاں سے واپس گئے تو پھر اتفاقاً جگر صاحب سے ملاقات ہوگئی اور یہ سارا واقعہ جگر صاحب کو سنادیا۔ انہوں نے حضرت کے یہ کلمات سن کر زار زار رونا شروع کردیا۔ اور بالآخر یہ عہد کرلیا کہ اب مر بھی جاؤں تو اس خبیث چیز کے پاس نہ جاؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ شراب چھوڑنے سے بیمار پڑ گئے۔ حالت نازک ہوگئی، اس وقت لوگوں نے کہا کہ آپ کو اس حالت میں بقدر ضرورت پینے کی تو شریعت بھی اجازت دے گی، لیکن یہ جگر صاحب کا جگر تھا کہ اس کے باوجود انہوں نے اس ام الخبائث کو ہاتھ نہ لگایا۔ اللہ تعالیٰ اہل عزم وہمت کی مدد فرماتے ہیں اس وقت بھی حق تعالیٰ کی مدد سے چند روز ہی میں شفاء کامل حاصل ہوئی۔ اس کے بعد وہ تھانہ بھون تشریف لائے اور حضرت نے ان کا بڑا اکرام فرمایا۔ (ارواح ثلاثہ، ص:۵۷ا، نمبر:۲۲۸)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات

غالباً شملہ کے کسی کالج میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہوا، وہاں آپ نے فرمایا کہ جدید تعلیم یافتہ حضرات کو جو شبہات پیدا ہوتے ہیں وہ صرف نصاب تعلیم ہی کا قصور نہیں بلکہ اس کا بڑا سبب وہ لادینی ماحول ہے جس میں ہماری نئی نسل پلتی اور ڈھلتی ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ بزرگ علماء وصلحاء کی مجلسیں بحمد للہ ہر جگہ کچھ نہ کچھ قائم ہیں، کچھ دن اس ماحول

میں رہنے کی عادت ڈالیں۔ غالباً اسی مجلس میں ایک صاحب نے سوال کیا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ کو انگریزی پڑھنے والوں سے نفرت ہے؟ حضرت نے فرمایا: کہ ''ہرگز نہیں، ان لوگوں سے کوئی نفرت نہیں، البتہ ان کے بعض اعمال وافعال سے نفرت ہے، جو شریعت کے خلاف ہیں'' یہ صاحب بولے: ''وہ اعمال وافعال کیا ہیں؟'' حضرت نے فرمایا: کہ ''مختلف لوگوں کے مختلف اعمال ہیں، سب یکساں نہیں''۔ یہ صاحب بھی خوب آزاد آدمی تھی، کہنے لگے کہ ''مثلاً مجھ میں کیا ہیں؟'' آج کے عام وضع طلباء کی طرح ان کی بھی داڑھی صاف تھی، حضرت نے فرمایا: ''بعض چیزیں تو ظاہر ہیں، مگر مجمع میں اس کا اظہار کرنے سے حیا مانع ہے اور آپ کے باقی حالات ومعاملات مجھے معلوم نہیں جس پر کوئی رائے ظاہر کرسکوں''۔

یہ جلسہ ختم ہوا، حضرت تھانہ بھون واپس آ گئے، پھر اتفاقاً کالج کی تعطیل ہوئی تو ایک طالب علم کا خط آیا، خط میں لکھا تھا کہ ہماری اس وقت تعطیل ہے میں آپ کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق کچھ دن آپ کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں، مگر میری ظاہری صورت بھی شریعت کے مطابق نہیں اور اعمال وافعال میں بھی بہت گڑبڑ ہے، ان حالات میں حاضری کی اجازت ہو تو میں حاضر ہو جاؤں، حضرت نے تحریر فرمایا: ''جس حالت میں ہیں، چلے آئیں، کوئی فکر نہ کریں، یہ صاحب آ گئے اور عرض کیا کہ مجھے بہت سے شبہات واشکالات ہیں، ان کو حل کرنا چاہتا ہوں، حضرت نے فرمایا: کہ مناسب ہے مگر اس کی صورت یہ کرنی ہوگی کہ آپ کے جتنے شبہات ہیں ان سب کو لکھ لیں اور آپ مجلس میں بیٹھ کر ہماری باتیں سنیں کوئی سوال نہ کریں، جب آپ کی مدت قیام کے تین دن رہ جائیں اس وقت یاد دلائیں تو میں آپ کو سوالات کا مستقل وقت دوں گا اور یہ بھی فرمایا کہ جو سوالات آپ لکھ رکھیں گے اس عرصہ میں

کسی سوال کا جواب سمجھ میں آجائے تو اس کو کاٹ دیں۔ ان صاحب نے ایسا ہی کیا اور جب رخصت سے تین روز پہلے حضرت نے سوالات کا وقت دیا تو انہوں نے بتلایا کہ میرے سوالات کی بہت طویل فہرست تھی، مگر دوران قیام اکثر سوالات کے جواب خود سمجھ میں آ گئے، انکو کاٹتا رہا، اب صرف چند سال باقی ہیں، چنانچہ یہ سوالات انہوں نے پیش کئے اور حضرت سے انکے جوابات پا کر ہمیشہ کیلئے مطمئن ہو گئے۔ (ارواح ثلاثہ،ص:۲۱۱،نمبر:۳۰۸)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور پڑوسی کی رعایت

ایک مرتبہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو سفر درپیش ہوا، ساتھ میں اور بھی کچھ لوگ تھے، درمیان میں کہیں ایک جگہ نماز پڑھنے کے لیے رکے اور نماز پڑھی، سب لوگ نماز سے فارغ ہو گئے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی فارغ ہو گئے؛ مگر ایک دو ساتھی بڑے خشوع سے نماز کی سنتوں میں مشغول ہو گئے، لمبا رکوع، لمبا سجدہ، لمبا قیام ہو رہا تھا، دیگر ساتھیوں کو پریشانی ہو رہی تھی؛ اس لیے کہ سفر میں تاخیر کرنے سے کبھی ٹرین چھوٹ سکتی ہے، کبھی بس چھوٹ سکتی ہے، کبھی فلائٹ چھوٹ سکتی ہے۔

اور سفر میں شریعت نے نماز میں تخفیف کر دی ہے کہ آدمی تنہا ہو یا سارے ہی مسافرین ہوں، تو چار رکعت والی نماز دو کر دی ہے اور دوسری تخفیف یہ کر دی ہے کہ سنتِ مؤکدہ کو بھی معاف کر دیا ہے، پڑھنا چاہو، تو پڑھ سکتے ہیں، نہ پڑھنا چاہو، تو چھوڑ سکتے ہیں۔ یہ ہے شریعت کا حکم۔

جب یہ دو ساتھی نماز سے فارغ ہو کر آئے، تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھائی! سنت اس طرح پڑھنے کی گنجائش ہوتی، تو شریعت فرائض میں بھی دو کے بجائے چار کا

ہی حکم دیتی، اتنی لمبی سنتیں پڑھنے سے فرائض کو دو کرنے کا مقصد ہی ختم ہو گیا، تم نے اس کی رعایت نہیں کی۔ پھر فرمایا کہ میرا معمول سفر میں یہ ہے کہ میں سفر میں سنتوں و نوافل کو اس خوف سے چھوڑ دیتا ہوں کہ کہیں ساتھیوں کو تکلیف نہ ہو جائے۔

اسی طرح بس میں، ٹرین میں، ہوائی جہاز میں جو لوگ ہمارے ساتھ ہوتے ہیں، وہ بھی ہمارے پڑوسی ہیں، ان کی رعایت کرنا، ان کے ساتھ نیکی کا معاملہ کرنا اور ان کا تعاون کرنا بھی ضروری ہے اور اس سے بڑھ کر یہ ضروری ہے کہ ہم ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچائیں۔

بہر حال! وقتی و عارضی پڑوسی کا بھی خیال رکھنا بہت ضروری ہے؛ اسی پڑوسی کی رعایت کے لیے شریعت نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ اپنی مجلسوں میں وسعت پیدا کرو اور آنے والوں کے لیے جگہ دو، یہ بھی پڑوسی کے حقوق میں سے ہے۔ (فیضان معرفت جلد چہارم، ص/160)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طالب علم سے حق کو قبول کیا

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ کسی ضرورت سے پیسوں کی ریزگاری کی ضرورت پڑی، تو حضرت ایک صاحب سے مسجد ہی میں پوچھنے لگے کہ آپ کے پاس ان روپیوں کے کھلے پیسے ہیں؟ جب حضرت نے یہ کہا، تو قریب میں ایک طالب علم بیٹھے ہوئے تھے، وہ وہاں سے فوراً حضرت کے پاس آئے اور کہنے لگے حضرت! ایک ضروری مسئلہ پوچھنا ہے، حضرت نے کہا: پوچھو، کہا کہ مسئلہ یہ ہے کہ کیا ریزگاری کا معاملہ بیع میں داخل ہے؟ یعنی اس کو شرعاً بیع کہتے ہیں یا نہیں؟ حضرت نے فرمایا: ہاں داخل ہے، پھر حضرت فوراً سمجھ گئے کہ یہ طالب علم مجھے تنبیہ کرنے کے لیے یہ مسئلہ معلوم کر رہے ہیں، حضرت نے کہا: ’’اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے‘‘۔

بات یہ ہے کہ مسجد میں بیع جائز نہیں ہے اور ریز گاری بھی ایک لین دین کا معاملہ ہونے کی وجہ سے بیع میں داخل ہے اور حضرت بھول کر یہ معاملہ مسجد میں کرنے جارہے تھے، اس لیے اس طالب علم نے ایک انوکھے انداز سے یاددہانی کردی۔

کیا بزرگانِ دین تھے! کیا ان کا دل تھا! کیا ان کی تواضع تھی اور کیا ان کا اخلاص تھا؟!! اتنے بڑے آدمی ''حکیم الامت، مجدد الملت'' جن کی شہرت چہار دانگِ عالم، جن کی کتابیں ہر ہر گھر میں پہنچی ہوئیں تھیں، جن کا فیض آج تک دنیا کے اندر جاری ہے، کوئی عالم ایسا نہیں جو ان کی کتابوں سے فیض حاصل نہ کرتا ہو؛ لیکن ایک طالبِ علم ٹوک رہا ہے اور حضرت قبول کررہے ہیں۔ یہ ہوتی ہے حقانیت، یہ ہوتی ہے للّٰہیت، یہ ہے اخلاص اور یہ تواضع کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور جس کے اندر تکبر کا مرض ہو، وہ حق کو کبھی قبول نہیں کرتا۔

اسی لیے حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تکبر دراصل ''بَطْرُ الْحَقّ'' (یعنی حق کو ٹھکرانے) کا نام ہے۔ (ترمذي:۱۹۹۹)

یعنی حق کو ٹھکرانا، حق کو جھٹلانا، اسی کا نام دراصل تکبر ہے، تکبر یہ نہیں کہ آدمی اچھے کپڑے پہنے، تکبر یہ نہیں کہ آدمی اچھے گھر میں رہے، اچھی چیزیں استعمال کرے اور مزے مزے کی غذائیں کھایا کریں، یہ تکبر نہیں ہے؛ بلکہ یہ تجمل ہے یعنی جمال حاصل کرنا؛ کوئی مضائقہ نہیں بہ شرطے کہ اس میں اسراف نہ ہو، بناوٹ نہ ہو؛ اللہ کی نعمت کو سمجھ کر صحیح طور پر استعمال کریں۔ (فیضان معرفت جلد چہارم، ص/ 214)

موت تک اصلاح حال کی فکر کیجیے

میرے شیخ حضرت حبیب الامتؒ نے فرمایا: ایک جگہ دو بھائی رہتے تھے ان میں سے

ایک بھائی بڑا نیک اور بہت دیندار تھا جبکہ دوسرا بھائی شرابی اور بدکار تھا، بڑے بھائی اوپر والی منزل پر رہا کرتے تھے اور ہر وقت اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے تھے اسی طرح پچیس سال کا عرصہ گذر گیا اور چھوٹا بھائی جو نیچے رہا کرتا تھا اس کی محفل میں شرابی اور کبابی، گانے بجانے والے عیاش قسم کے لوگ رہا کرتے تھے، بڑا بھائی ہمیشہ اپنے چھوٹے بھائی کو حقیر سمجھتا تھا کہ عجیب بد بخت آدمی ہے ہمیشہ گناہوں میں مبتلا رہتا ہے دیکھو اللہ تعالیٰ نے مجھے کتنا نیک اور صالح بنایا ہے میری مجلس میں ہمیشہ نیک لوگ بیٹھتے ہیں پچیس سال سے بڑا بھائی نیکیوں میں اور چھوٹا بھائی گناہوں میں مبتلا تھا یکا یک بڑے بھائی کے دل میں بات پیدا ہوئی کہ اتنے دن ہوگئے ہیں نیکیاں کرتے کرتے، دنیا کا تو کچھ مزہ ہی نہیں لیا چلو آج چھوٹے بھائی کی محفل میں بیٹھ کر دیکھیں کیا مزہ ملتا ہے، عین اسی وقت چھوٹے بھائی کے دل میں یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ گناہ کرتے کرتے ایک طویل زمانہ گذر گیا کبھی نیکیاں تو کی ہی نہیں چلو آج بڑے بھائی کی مجلس میں بیٹھ کر دیکھتے ہیں ہوسکتا ہے خدا کا خوف پیدا ہوجائے، بڑا بھائی اوپر سے نیچے اتر رہا تھا چھوٹے بھائی کی مجلس میں رقص وسرور کا مزہ لینے کے لئے اور چھوٹا بھائی نیچے سے اوپر جارہا تھا نیک بھائی کی مجلس میں، اللہ والوں کے ساتھ شریک ہونے کے لئے (اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات ° اعمال کا دارومدار نیت پر ہے) اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت عزرائیلؑ کو حکم ہوا جاؤ دونوں بھائیوں کی روح کو قبض کرلو چنانچہ حضرت عزرائیلؑ نے دونوں کی روح کو قبض کرلیا، چھوٹا بھائی توبہ کرچکا تھا کہ یہ کام نہیں کروں گا کیونکہ یہ کام برا ہے لہٰذا وہ جنت میں پہونچ گیا اور بڑا بھائی ساری نیکیوں کو چھوڑ کر برائیوں کی طرف آرہا تھا اس لئے اس کو دوزخ میں پہونچا دیا گیا۔ (اَلْاَمَانُ اَلْحَفِیْظُ) اسی لئے کہتے ہیں کہ ہر مومن موت کے وقت تک اصلاح حال کی فکر کرتا رہے اور ایمان کی سلامتی کی دعا مانگتا رہے۔ (ملفوظات حبیب الامت جلد دوم،ص/117)

عالم برزخ کے متعلق ایک عبرت آمیز واقعہ

غوث علی پانی پتی فرماتے ہیں: ہم مولانا شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے سبق پڑھ رہے تھے، ایک شخص امیرانہ لباس میں آیا اور مولانا سے کہنے لگا: میں لکھنؤ کا رہنے والا ہوں، تنگی ہوئی تو تلاشِ معاش میں گھوڑے پر سوار ہوکر لکھنؤ سے اودے پور کی طرف نکلا، دورانِ راہ بمقام ریواڑی ایک سرائے میں ٹھہرا، گھوڑے کو باندھ کر متفکر بیٹھا تھا کہ ایک کسبی جو سرائے میں رہتی تھی بولی گھوڑے کے چارے اور اپنے کھانے پینے کا سامان کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا: گرہ میں کوڑی نہیں سامان کیا کروں؟ چپکے سے گئی اور دس روپئے لاکر دئے اور بولی میں نے چرخہ کات کر اپنے کفن دفن کے لئے یہ رقم جمع کی تھی، تمہیں بطورِ قرضِ حسنہ دی ہے، جب خدا دے واپس کرنا، میں نے وہ روپئے لئے اور اودے پور پہنچا، پانچ سال کی مدت میں امیر ہوگیا، اپنے گھر سے خط ملا کہ لڑکا جوان ہوگیا ہے، آکر اس کی شادی کا انتظام کرو! میں راجہ سے اجازت لے کر گھر کی طرف روانہ ہوا، جب ریواڑی پہنچا تو معلوم ہوا مذکورہ کسبی نزع کی حالت میں ہے، میرے سامنے ہی اس کا انتقال ہوگیا، میں نے اس کے کفن دفن کا انتظام کیا، خود ہی قبر میں اتر کر اس کو دفن کیا۔ (انوارطریقت، ص/281)

کون جانے کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو پسند ہے

رات میں یاد آیا کہ میرے پانچ ہزار دینار کی ہنڈی قبر میں گر گئی ہے، سیدھا قبرستان جاکر اس کی قبر کھودی، دیکھا کہ وہاں نہ میت ہے نہ ہنڈی، ایک طرف کو دروازہ نظر آیا، میں اس کے اندر چلا گیا، ایک عالی شان مکان میں وہ عورت بیٹھی نظر آئی، اس نے کہا: میں وہی عورت ہوں جس نے تمہیں دس روپئے دئے تھے، یہ لو تمہاری ہنڈی یہاں موجود ہے، یہ لو اور جلدی

سے چلے جاؤ! میں وہاں تین گھنٹے رہا ہوں گا پھر باہر چلا آیا، کیا دیکھتا ہوں کہ نہ سرائے ہے نہ وہ بستی، جس کسی سے پوچھتا ہوں مجھے دیوانہ کہتے ہیں، ایک بوڑھے آدمی سے ملاقات ہوئی، اس نے کہا: میرے دادا کے والد کہا کرتے تھے کہ یہاں کبھی ایک سرائے تھی جس میں ایک کسبی رہا کرتی تھی، جب اس کا انتقال ہوا تو ایک امیر آدمی آیا اور اس کے دفن کا انتظام کیا پھر رات کو وہ غائب ہو گیا، میں نے کہا: وہ امیر آدمی میں ہی ہوں، یہ سن کر بہت سارے لوگ میرے گرد جمع ہو گئے، حیرت کرنے لگے کہ تین سو سال پہلے کی بات ہے میں وہاں سے لکھنؤ گیا مگر وہاں نہ میرا گھر ہے نہ بیوی بچے، یہ ہنڈی میرے پاس موجود ہے اس کا کیا کروں؟ (انوار طریقت، ص/ 281)

برزخ کی ایک گھڑی ایک صدی کے برابر

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث نے فرمایا: عالم برزخ کی ایک گھڑی دنیا کی ایک صدی کے برابر ہوگی، تم اس رقم کو خرچ کر کے بیت اللہ جاؤ اور وہیں یادِ الٰہی میں اپنی عمر گزار دو۔

(بحوالہ از کتاب سفر آخرت از طالب ہاشمی، ص ۱۰۳)

حقارت کا عبرت انگیز نتیجہ

شیخ ابوعبداللہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ بڑے اللہ والے پیر طریقت، بہت بڑے محدث اور فقیہ گذرے ہیں، ایک مرتبہ اپنے مریدوں کے ساتھ کہیں جا رہے تھے کہ راستہ میں کسی جگہ یہودیوں کو دیکھا کہ سور چَرا رہے ہیں، ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ کیسے گندے لوگ ہیں کہ سور چرا رہے ہیں، اور ہم مسلمان ہیں، کیسے پاک وصاف ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں، دنیا کی ساری چیزیں ہمارے لئے بنائی گئی ہیں، یہ خیال پیدا ہونا تھا کہ نورِ ایمان ان کے دل سے نکل گیا اور وہاں موجود ایک لڑکی پر عاشق ہو گئے، مریدین نے بہت

سمجھایا مگر کوئی اثر نہ ہوا وہ مایوس ہو کر چلے گئے، بالآخر شیخ لڑکی کے باپ سے ملے اور شادی کا پیغام دیا تو اس نے کہا کہ اتنے سالوں تک سور چرایئے، چنانچہ سور چرانا شروع کر دیئے اور وہ عصا جو کبھی رشد و ہدایت کے لئے استعمال ہوا کرتا تھا اور جس سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے اب وہ عصا سوروں کے چرانے میں استعمال ہو رہا تھا، واقعہ مختصر یہ کہ کچھ لوگ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ اتنے بڑے شیخ اور وقت کے بزرگ نے مذہب یہودیت اختیار کر لیا ہے اور ایک لڑکی پر عاشق ہو گئے، تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ وضو فرما رہے تھے، بس ایک چلو پانی لیا اور پھینکا تو اس کی چھیٹیں شیخ اندلسی پر پڑیں تو چونک اٹھے اور کہنے لگے کہ میں کہاں ہوں؟ تو جس کے یہاں سور چرا رہے تھے اس نے کہا آپ اتنے دنوں سے ہمارے یہاں سور چرا رہے ہیں اور یہ ہماری لڑکی اب آپ کی دلہن بننے والی ہے، تو شیخ نے کہا: لاحول ولاقوۃ الا باللہ! یہ سب میں نہیں جانتا، یہ میرا کام نہیں، پھر شیخ واپس ہوئے اور راستہ میں ایک نہر میں غسل کیا، حسن اتفاق کہ آپ کے مریدین وہاں پہنچ گئے اور بڑے ہی خوش ہوئے، شیخ نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے مسلمان بنایا اور گمراہی سے نکالا، پھر بتایا کہ میں نے یہودیوں کو حقیر سمجھا تو اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناپسند دکھائی دی اور الہام ہوا کہ شیخ اندلسی تم ان کو حقیر سمجھتے ہو حالانکہ یہ ایمان تو میرا عطا کیا ہوا ہے، تم کو جو اتنا بڑا مقام و مرتبہ عطا ہوا کہ ہزاروں مرید تمہارے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں یہ ہماری ہی دین ہے۔ (شیخ اندلسی کا پورا واقعہ انوار السالکین میں لکھا ہے دیکھ سکتے ہیں)

صحبت کی برکت

سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کسی کو چلہ نشینی کا حکم نہ

فرماتے بلکہ یہ فرماتے کہ اگر تم اس درویش کی صحبت کو چلہ نشینی سے کم سمجھتے ہو تو چلہ میں بیٹھو۔ (صفحہ:۱۴۶، از نقد ملفوظات، بحوالہ درر نظامی باب:۱۶:ص:۱۶۱)

ایک دن ایک نوجوان اپنے ساتھ ایک ہندو دوست کو لے کر حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں آیا اور اس کا تعارف کراتے ہوئے کہا ''ایں برادر من است'' (یہ میرا بھائی ہے) حضرت نے اس نوجوان سے پوچھا کہ: ''ایں برادر تو ہیچ میل بہ مسلمانی دارد'' (تمہارے اس بھائی کو کچھ اسلام کی طرف بھی رغبت ہے یا نہیں؟ اس نوجوان نے عرض کیا کہ میں اسے مخدوم کی خدمت میں لے کر اسی لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ کی نگاہ کی برکت سے یہ مسلمان ہو جائے۔

یہ واقعہ فوائد الفواد میں ۴ رمضان المبارک ۷۱۷ھ کی مجلس میں بیان میں ضمناً آ گیا ہے لیکن یہ چشتی صوفیاء کے مشن کو سمجھنے کے لئے بے حد اہم اور قابل غور نکتہ ہے۔ خود حضرت کا یہ سوال کرنا کہ ''ایں برادر تو ہیچ میل بہ مسلمانی دارد'' (تمہارے اس بھائی کو کچھ اسلام کی طرف بھی رغبت ہے یا نہیں؟) دعوت حق سے گہرے قلبی تعلق کو ظاہر کرتا ہے اور جب اس نوجوان نے دعا کی درخواست کی تو آپ کا آنکھوں میں آنسو بھر لانا قرآن حکیم کے اس فرمان کی نہایت گہری اور علمی ترجمانی ہے کہ ''وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ''۔ (آل عمران:۱۰۴)

اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ دعوت اسلام کی روح کو ان بزرگوں نے کیسا سمجھا تھا۔ حدیث شریف میں ہے کہ ''اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَة'' (دین خیر خواہی کا نام ہے) اور یہی وہ صحیح خیر خواہی ہے جو حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو اس موقع پر چشم پر آب

کر دیتی ہے۔ آپ نے تبلیغ دین کا اصول بھی بتادیا کہ جس ''خیر'' کی طرف تم کسی کو بلا رہے ہو اس کا نمونہ خود بن کر دکھاؤ، تب دعوت الیٰ الخیر کا حق ادا ہوگا۔ قرون وسطیٰ میں علمائے سو کا کردار کچھ بھی رہا ہو لیکن جو صاحب کردار علمائے شرع تھے انہوں نے بھی خوب سمجھ لیا تھا کہ ہندوستان میں دعوت دین کے لئے ''تصوف'' کی ضرورت ہے بحث ومناظرے کی نہیں۔ (صفحات: ۱۱۱ تا ۱۱۲ از نقد ملفوظات، بحوالہ فوائد الفواد)

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کی برکت

حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا: مجھ پر ایک بار خوف کا بے حد غلبہ ہوا تو میں نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت کوئی ایسی تدبیر ارشاد فرمائیں کہ جس سے اطمینان حاصل ہو تو فرمایا کہ ہاں ہاں! کیا کفر کی تمنا کرتے ہو؟

ایک بار حضرت والا مجلس شریف کے اندر مختلف حقائق ومعارف بیان فرمارہے تھے اسی کے ضمن میں ارشاد فرمایا کہ یہ جو بعضے علوم مجھ کو عطا ہوئے ہیں یہ سب حضرت حاجی صاحب کی صحبت برکت ہے۔ اس وقت مجلس شریف میں ایک بزرگ اہل علم بھی جو حضرت والا سے بے تکلف ہیں تشریف رکھتے تھے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت اس کی کیا وجہ ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت تو اور حضرات کو بھی نصیب ہوئی مگر بعض کو یہ علوم حاصل نہیں ہوئے جو جناب کو حاصل ہوئے جواب ارشاد ہوا کہ اس کی وجہ عقیدت ہے جو مجھ کو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ پھر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ آج کل لوگ بزرگوں کی صحبت میں تو رہتے ہیں مگر جیسی عقیدت ان بزرگ سے ہونا چاہئے وہ نہیں ہوتی۔ عقیدت تو یہ ہے کہ بزرگوں کی رائے کے مقابلے میں اپنی رائے کو فنا کر دے۔ اس پر

ایک دوسرے اہل علم نے دریافت کیا کہ حضرت ایسی عقیدت کہ جس سے اپنی رائے شیخ کی رائے کے مقابلہ میں بالکل فنا ہوجائے اس کے حاصل ہونے کا کیا طریقہ ہے۔

فرمایا کہ بس طریقہ یہی ہے کہ اول اول بہ تکلف اپنی رائے کو شیخ کی رائے کے مقابلہ میں فنا کرے یعنی، ہیچ سمجھے پھر چند روز کے بعد یہ تکلف حال بن جائے گا۔ (افادات حکیم الامت، ص/163)

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ اور دہریے کا مباہلہ

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سفر کر رہے تھے۔ راستے میں ایک دہریہ ان کا ہمسفر بن گیا۔ تھوڑی دیر کی گفتگو سے ان کو اندازہ ہوا کہ یہ تو دہریہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس کو اللہ رب العزت کے وجود پر قائل کرنا چاہا، لیکن جب بھی وہ کوئی دلیل پیش کرتے تھے تو دہریہ صاف انکار کر دیا تھا کہ میں نہیں مانتا۔ آخر کار مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ جلال میں آگئے اور فرمایا کہ اگر آپ ہر دلیل کا انکار کرتے ہیں تو آئیں مباہلہ کر لیتے ہیں۔ آگ جلاتے ہیں، میں بھی اس میں اپنا ہاتھ ڈالتا ہوں تو بھی اپنا ہاتھ ڈال۔ جس کا ہاتھ جل گیا وہ جھوٹا ہوگا، جس کا ہاتھ بچ گیا وہ سچا ہوگا۔

چنانچہ انہوں نے لکڑیاں اکٹھی کر کے آگ جلائی اور اس دہریے کو فرمایا کہ اپنا ہاتھ آگ میں ڈالو۔ اس دہریے نے کہا کہ اس طرح اگر میں اپنا ہاتھ ڈالوں گا تو جو میرا ہاتھ جلنے لگے گا تو میں پیچھے کر لوں گا۔ آپ ایسا کریں کہ میرا ہاتھ پکڑ لیں، اپنا ہاتھ اور میرا ہاتھ دونوں آگ میں پکڑے رکھیں، دیکھتے ہیں کہ کس کا ہاتھ جلتا ہے۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ہاتھ بھی پکڑا، اپنا ہاتھ اور اس کا ہاتھ دونوں کافی دیر تک آگ میں پکڑے رکھے۔ کافی دیر کے بعد جب نکالا تو دونوں سلامت تھے۔

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ حیران تھے کہ یا اللہ میں مسلمان ہوں اور یہ کافر ہے، میں

ماننے والا اور یہ منکر ہے، میں آپ کا دوست ہوں اور یہ آپ کا دشمن ہے، آپ نے دونوں ہاتھوں کے ساتھ برابر کا معاملہ کیسے کرلیا؟ اللہ رب العزت الہام فرمایا: واقعی بات ایسی ہی ہے کہ آپ مسلمان ہیں، یہ کافر ہے، آپ مومن ہیں، یہ منکر ہے، لیکن پھر بھی میری رحمت گوارا نہیں کرتی کہ میں اس ہاتھ کو جلا ڈالوں جو میرے محبوب بندے کے ہاتھ میں ہے، اس سے کہہ دو کہ یہ اکیلے اپنا ہاتھ آگ میں ڈال دے۔ پھر پتہ چلے گا کہ آگ کیا حشر کرتی ہے؟

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی صحبت اور تعلق بندے کے ایمان کو تحفظ فراہم کرتی ہے، بلکہ کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی بندے کا سینہ ایمان سے خالی ہوتا ہے، کسی اللہ والے پر ایک مرتبہ محبت کی نظر ڈالی تو سینہ ایمان سے منور ہو گیا۔ (صحبت صالحین کی اہمیت، ص/26)

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی کا قصہ

ایک دن مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے تھے، ایک سائل نے آکر کچھ مانگا، گھر میں کھجوروں کی ٹوکری پڑی تھی، بیوی سے منگوا کر نصف سائل کو دے دی اور نصف واپس کردی، بیوی کہنے لگی سبحان اللہ! تیرے جیسے بھی زاہد کہلاتے ہیں، کیا ایسا شخص بھی دیکھا ہے جو بادشاہ کے حضور ناقص ہدیہ بھیجے، مالک نے سائل کو واپس بلالیا اور بقیہ کھجوریں بھی اس کو دیدیں، پھر بیوی کی طرف متوجہ ہوکر فرمانے لگے اری محنت کیا کر اور خوب ہمت سے کام لے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس شخص کو پکڑو اور اس کو طوق پہنادو پھر دوزخ میں داخل کرو، پھر ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر گز ہے اس کو جکڑ دو۔

سوال ہوگا یہ سختی کس وجہ سے ہے؟ تو جواب ملے گا کہ یہ شخص خدائے تعالیٰ پر ایمان نہ رکھتا تھا اور غریب آدمیوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا تھا۔ اے اللہ کی بندی خوب جان لے کہ ہم نے اس وبال کا ایک حصہ تو ایمان لاکر اپنی گردن سے اتار دیا ہے اور دوسرا نصف حصہ صدقہ خیرات کے ذریعے اتارنا چاہیئے۔ (خطبات رمضان المبارک جلد سوم، ص/69)

حضرت مالک بن دینارؒ کا خواب

منقول ہے کہ کسی نے دم مرگ آپ سے وصیت کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو فرمایا کہ تقدیر الٰہی پر راضی رہ تا کہ تجھ کو عذاب حشر سے نجات مل سکے۔ پھر کسی شخص نے ان کے انتقال کے بعد خواب میں جب اس کا حال دریافت کیا تو اس نے کہا کہ گو میں بہت ہی گناہگار تھا لیکن صرف اس حسن خیال کی وجہ سے میری نجات ہوگئی جو مجھے اللہ تعالی کی بندہ نوازی پر تھا۔

کسی بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کو اور حضرت محمد واسعؒ کو بہشت کی جانب لے جایا جارہا ہے۔ اس بزرگ کے دل میں خیال آیا کہ دیکھو مالک بن دینارؒ جنت میں پہلے پہونچتے ہیں یا محمد واسعؒ؟ چنانچہ یہ دیکھ کر کہ یہ مالک بن دینارؒ کو پہلے بہشت میں داخل کیا گیا۔ بزرگ نے پوچھا کہ محمد واسعؒ تو مالک بن دینارؒ سے زیادہ عامل وکامل تھے۔ ملائکہ نے جواب دیا کہ یہ تم صحیح کہتے ہو لیکن محمد واسعؒ کے پاس پہننے کے لئے دو لباس تھے اور مالکؒ کے پاس صرف ایک، لہذا صبر وضبط کی نسبت، مالکؒ کی طرف زیادہ ہے اس لئے پہلے انہیں جنت میں بھیجا گیا۔ (تذکرۃ الاولیاء مصنف حضرت فریدالدین عطارؒ صفحہ ۳۳)

خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھا

وفات کے بعد شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری قدس سرہ العزیز کو خواب میں دیکھا اور موت، گور اور منکر نکیر کا حال پوچھا گیا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب کچھ آسان ہوگیا لیکن جب مجھے عرش کے نیچے لے گئے تو میں نے سر سجدے میں رکھا۔ آواز آئی معین الدین سر اٹھالو! سر اٹھایا۔ حکم ہوا کہ تم اتنے کیوں ڈرے؟ عرض کی تیری جباری اور قہاری کے ڈر سے۔ حکم ہوا جو شخص ہمارے کام میں مشغول رہے ہم اس کے کام میں مشغول ہیں اور

جس نے ذوالحجہ کے عشرے میں سورۂ فجر پڑھی اسے ڈر سے کیا واسطہ؟ جا ہم نے تجھے بخش دیا اور تجھے اپنا مقرب بنایا۔ (راحت القلوب صفحہ ۶۹ ،مرتب خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ)

وفات کے بعد احسان کا بدلہ

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شہر میں ایک قبر دیکھی جس کی زیارت کی جاتی تھی، میں نے بھی اس کی زیارت کی اور اہل شہر سے ان کی حالت دریافت کی۔ کہا اس شہر میں ایک فقیر مسافر تھے۔ وہ بیمار ہوئے اور انہوں نے وفات پائی تو شہر کے ایک شخص نے جوان کو جانتے تھے ان کو کفن دیا، جب رات ہوئی تو اس کفن پہنانے والی نے انھیں خواب میں دیکھا کہ وہ ایک ریشمی حلہ ہاتھ میں لئے ہوئے قبر سے نکلے اور کہا یہ اس کپڑے کا عوض ہے جسے تو نے مجھے پہنایا تھا۔ اسے لے۔ یہ دیکھ کر وہ شخص جاگا تو وہ حلہ اس کے ہاتھ میں تھا۔ یہ حکایت اس شہر میں مشہور ہے۔ تمام اہل شہر جانتے ہیں اور ابوالقاسم جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی محبت میں آدمی دو قسم پر ہیں ایک عام اور ایک خاص، عوام کی محبت کثرتِ نعمت اور دوام احسان کی وجہ سے ہوتی ہے، لیکن اس کی محبت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ اور خواص اس کی محبت اسکے صفات اور اسماء حسنیٰ کے جاننے کیوجہ سے ہوتی ہے ان کے نزدیک استحقاق محبت اس وجہ سے ہے کہ وہ محبت کئے جانے کے لائق ہے اگرچہ ان پر کوئی نعمت نہ رہے۔

(نزہۃ المجالس، قصص الاولیاء جلد اول صفحہ ۵۴۰)

خواب میں شیخ احمد سرہندیؒ کی زیارت

ایک درویش بلخی نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا ایک عظمت وجلالت والا جنازہ لایا گیا ہے اور ایک بڑی جماعت اور بڑا ہجوم سلف اور خلف کے اولیاء کا خصوصاً اکابر

ماوراء النہر مثلاً قطب ربانی عبدالخالق غجدوانی، غوث الابرار خواجہ بہاء الدین نقشبندی اور قدوۃ الاحرار خواجہ عبیداللہ احرار اوران کے معاصرین اور مماثلین (قدس اسرارہم) اس جنازہ میں شرکت کے لئے تشریف رکھتے ہیں لیکن کسی بزرگ کے منتظر ہیں اور چشم براہ ہیں اور کھڑے ہوئے ہیں ان میں سے ایک بزرگ سے میں نے دریافت کیا کہ یہ کس بزرگ کی نعش ہے اور یہ اولیاء کبار کس بزرگ کے انتظار میں کھڑے ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہ نعش قطب وقت کی ہے اوراور یہ سب بزرگ قطب الاقطاب کے انتظار میں ہیں کہ وہ تشریف لائیں اور نماز جنازہ پڑھائیں اور سب حضرات ان کی اقتدا کریں۔ اتنے میں ایک بزرگ سروقد، گندمی رنگ لیکن مائل بہ سفیدی، کشادہ چشم فراخ پیشانی، کھڑی ناک اور گھنی اور بڑھی داڑھی والے کہ جن کا حسن یوسفی تھا اور ملاحت محمدیؐ، انوارِ ولایت ان کی پیشانی میں تھے اور وجاہت، وقار اور تمکین ان کا لباس تھا تشریف فرما ہوئے تمام اولیاء نے ان کی تعظیم کی اور وہ ان سب سے آگے بڑھے اور امامت فرمائی۔ جب جنازہ اٹھایا گیا تو میں نے ایک صاحب سے دریافت کیا کہ ان بزرگ کا نام کیا ہے اور ان کا مقام کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ان کا نام حضرت میاں شیخ احمد ہے اوران کا قیام سرہند میں ہے۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو اس بزرگوار کے دیدار کیلئے بےقرار ہوگیا چنانچہ علی الصباح بلخ سے روانہ ہوکر اس قطب الاقطاب کی خدمت میں سرہند پہونچا اوران کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اور آپ کا حلیۂ مبارکہ بالکل وہی پایا جو خواب میں دیکھا تھا۔ میں نے آپ کی بارگاہ میں روئے نیاز کو رگڑا اور ایک عرصے تک وہ دیکھا جو دیکھنا تھا۔ (حضرات القدس صفحہ ۴۲/۴۳ مؤلف شیخ بدرالدین سرہندی)

خواب کے ذریعہ رہنمائی

ایک درویش نے جس پر آثار نیستی اور علاماتِ مستی کا ظہور تھا اپنے شروع کا حال اور

حضرت مجددالف ثانیؒ سے عقیدت کا سبب اس طرح بیان کیا کہ ایک رات میں نے تہجد کے بعد حضرت صدرالدینؒ کی روح پرفتوح کی طرف توجہ کی۔ یہ حضرت خواجہ محمد زاہد بلخی کے خلیفہ تھے اور بہت عرصے تک سلسلۂ کبرویہ کے طالبوں کی رہبری فرماتے رہے۔ ان کے پاس میرے والد میری کم عمری میں مجھے لے گئے تھے۔ میں نے (ان کی روح سے متوجہ ہوکر) پوچھا کہ آپ اس عالم فانی سے ملک جاودانی کی طرف تشریف لے گئے ہیں، مجھے ایسے بزرگ کی طرف ہدایت فرمایئے جس سے بڑا اس زمانہ میں کوئی نہ ہو۔ پھر مجھے نیند آ گئی اور میں نے خواب میں حضرت صدرالدینؒ کو دیکھا کہ وہ تشریف لائے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ تم کو میں شیخ احمد سرہندیؒ کی خدمت میں بھیجتا ہوں کہ اس زمانے میں کوئی بزرگ ان سے زیادہ کامل نہیں ہے۔ چنانچہ علی الصباح کمالِ اشتیاق کے ساتھ اس قطبِ آفاق کی خدمت میں روانہ ہوا اور قبولیت حاصل کی۔ (حضرات القدس صفحہ ۴۳، ۴۴، مؤلف شیخ بدرالدین سرہندی)

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے خواب میں رہنمائی فرمائی

ایک صالح تاجر جو پنجاب کے کسی گاؤں کے رہنے والے تھے، بیان کرتے تھے کہ مجھ پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت غالب تھی اور ہر روز پانچوں نمازوں کے بعد ان کی روح پرفتوح کیلئے فاتحہ پڑھا کرتا تھا اور خلوت میں عاجزی وانکساری کے ساتھ ان کی خدمت میں عرض حاجات کیا کرتا تھا اور سلسلۂ عالیہ قادریہ کے اوراد وظائف اوراذکار میں مشغول رہتا تھا۔

ایک رات حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو خواب اور بیداری کے مابین دیکھا تو دوڑ کر ان کے قدم مبارک چومے انہوں نے فرمایا کہ ظاہر میں بھی پیر حاصل کرنا اس راہ کی ضروریات میں

سے ہے۔ میں نے عرض کیا اس زمانہ میں جو بزرگ سب سے افضل ہو اس کے متعلق حکم فرمائیں تا کہ میں اس کی خدمت میں پہونچوں۔ انہوں نے فرمایا کہ سرہند میں ایک ایسے بزرگ ہیں جو علم ظاہر، معرفتِ باطن، اعمال صوری اور کمال معنوی کے جامع ہیں۔ شیخ احمد نام ہے۔ ان کے پاس جاؤ کیوں کہ اس زمانے میں ان جیسا کوئی بزرگ نہیں ہے۔ چنانچہ علی الصباح اس قطب الاقطاب کی بارگاہ میں روانہ ہوا اور ان کے آستانۂ جنت نشان پر پہنچا اور اپنی عرض داشت پیش کی۔ آپ کی بے انتہا عنایات اور الطاف سے مستفید ہو کر جذب وسلوک سے نوازا گیا اور میرا کام تھوڑی سی مدت میں مکمل کر دیا گیا۔ (حضرات القدس صفحہ ۴۴ ر مؤلف شیخ بدرالدین سرہندی)

خواب میں حضرت بختیار کاکیؒ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ''سلام''

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ ہر رات سونے سے قبل تین ہزار بار درود شریف پڑھتے تھے، جب اوش میں آپ کی شادی ہوئی تو تین رات کیلئے آپ سے درود قضا ہو گئی۔ آپ کے ایک مرید احمد رئیس نامی نے خواب میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ بختیار کاکیؒ کو میرا سلام کہنا اور ان سے یہ کہنا کہ ہر رات جو تحفہ تم بھیجتے تھے مجھے مل جاتا تھا لیکن تین رات سے نہیں ملا۔ نیند سے بیدار ہو کر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام حضرت خواجہ کو پہونچایا۔ آپ نے اپنی بیوی کو بلا کر حق مہر ادا کیا اور اسے چھوڑ کر ہندوستان چلے آئے۔ (تذکرۂ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ صفحہ ۴ ر مولف: کپتان واحد بخش سیال)

شیخ حسام الدین لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ حسام الدین لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ماں باپ کا مرتبہ نہایت بلند ہے۔ اگر کوئی مصیبت میں گرفتار ہو تو وہ اپنے ماں باپ کی قبر پر جا کر دعاء مانگے تو اللہ تعالیٰ ان کی

مشکل آسان کر دیتا ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ نفس کافر ہے اور حسب ذیل باتوں کے سوا نہیں مرتا۔

(۱) اللہ کی مدد (۲) خاموشی (۳) بھوک (۴) تنہائی (۵) خلق کے میل جول کو ترک کرنا (۶) ہر وقت خلوت میں اللہ کو یاد کرنا

(حوالہ: صفحات: ۴۶۷-۴۶۸ مدینۃ الاولیاء مولفہ (مورخ لاہور محمد دین کلیم قادری ناشر اسلامک فاؤنڈیشن لاہور)

علامہ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کیسے حافظ قرآن بنے

علامہ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو کلام پاک حفظ نہ تھا۔ اس بات سے بہت فکر مند رہتے تھے۔ حتی کہ ایک رات اسی پریشان میں سو گئے، خواب میں اپنے مرشد خواجہ محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا، انہوں نے پوچھا: کیا بات ہے بہت پریشان دکھائی دیتے ہو۔ خواجہ ابو یوسف نے کہا: اس کا باعث کلام پاک ہے، جو یاد نہیں ہوتا۔ انہوں نے کہا: ۱۰۰ مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھو، اس کی برکت سے کلام اللہ تمہارے سینے میں محفوظ ہو جائے گا۔ جب خواجہ ابو یوسف چشتی بیدار ہوئے تو اپنے شیخ کی ہدایت پر عمل کیا، نتیجہ کے طور پر اللہ کے فضل و کرم سے کلام اللہ ان کے سینے میں محفوظ ہو گیا۔ (حوالہ: صفحہ ۱۳۱، سیر الاولیاء مولفہ سید محمد بن مبارک کرمانی الملقب بہ میر خورد یا امیر خورد مرید حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کا واقعہ

سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے بالاکوٹ میں فجر کی نماز پڑھی، اشراق تک اللہ سے مشغول رہے، پھر اشراق کی نماز پڑھی اور انہیں نہیں معلوم کہ آج ان کی شہادت ہونے والی

ہے۔ مجاہدانہ لباس پہنا، تلوار ننگی کی کہ اتنے میں لاہور سے ایک سی آئی ڈی مسلمان آیا اور کہا کہ لاہور کا ایک مسلمان بہت بڑا افسر ہے جو سکھوں کے ہاں نوکر ہے، آپ کی محبت میں اس نے خفیہ خط دیا، اس خط میں کیا لکھا ہے آپ پڑھ لیجیے۔ اس میں لکھا تھا کہ آپ بھاگ جائیے اور سکھوں کی بہت بڑی فوج آرہی ہے، امیدِ فتح نظر نہیں آتی، آپ کی زندگی مجھے عزیز ہے، اس لیے لکھ رہا ہوں کہ آپ فرار اختیار کر لیجیے، چھپ جائیے، روپوش ہو جائیے۔ سید احمد شہید نے یہ خط پڑھ کر جو جواب دیا وہ سننے کے قابل ہے۔ فرمایا کہ جب مجاہد تلوار کو گردن میں لٹکا لیتا ہے پھر وہ اللہ کے راستے سے پیٹھ پھیر نہیں سکتا، یہ مومن کی شان کے خلاف ہے، ہمیں ایسی زندگی نہیں چاہیے، ہمیں روپوشی نہیں چاہیے، ہم تو جان دینے کے لیے آئے ہیں، لہٰذا فرمایا کہ اس خط کو لے جاؤ اور اس افسر سے میرا اسلام کہو اور یہ کہہ دو کہ سید احمد کو آج دو کام کرنے ہیں، یا تو میں جہاد میں فتح حاصل کر کے غازی بنوں گا اور لاہور پر میرا جھنڈا لہرائے گا یا پھر میں آج شہادت کا جام نوش کر کے اللہ سے ملوں گا۔

اُولٰئِکَ اٰبَائِیْ فَجِئْنِیْ بِمِثْلِھِمْ۔ یہ ہیں ہمارے اکابر، ان جیسا کوئی لا کر تو دکھاؤ۔

اور اسی جہاد کی تیاری کے لیے مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسجد فتح پوری میں جون کے مہینے میں بارہ بجے دن میں سخت دھوپ میں پیدل جنوب سے شمال اور شمال سے جنوب ننگے پاؤں چلتے تھے، لوگوں نے کہا کہ یہ دھوپ میں اپنے پیر کیوں جلا رہے ہو، فرمایا کہ میں بالاکوٹ کے پہاڑوں پر جہاد کی تیاری کر رہا ہوں۔ اگر نازک بنوں گا تو جہاد کیسے کروں گا؟ دو بدعتی قتل کرنے آئے تو دیکھا کہ مولانا بارہ بجے کی دھوپ میں مسجد کے صحن میں ننگے پاؤں چل رہے تھے۔ پوچھا: مولانا! یہ کیا کر رہے ہو؟ کہا کہ سکھوں سے بالاکوٹ میں جہاد کرنا ہے، اپنے مظلوم مسلمانوں کو نجات دلانی ہے۔

دونوں نے کہا کہ بھلا ایسے شخص کو ہم قتل کریں گے جو اللہ کے راستے میں اس طرح جان دینا چاہتا ہے۔ دونوں نے اپنی حماقت پر اپنا سر پیٹ لیا اور کہا توبہ توبہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ ہمیں لوگوں نے غلط بتایا۔

مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ سخت بارش میں دہلی کا دریائے جمنا بھرا ہوا، سینہ تانے ہوئے بہہ رہا ہے، حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید بارش کے زمانے میں دریائے جمنا کے سیلاب میں کودتے تھے تو تیرتے ہوئے آگرہ تک چلے جاتے تھے۔ کس لیے؟ مشق کرتے تھے کہ اگر جہاد میں کوئی دریا، دریائے جہلم، دریائے راوی وغیرہ پڑ جائے اوراس میں کودنا پڑے تو ہم تیر سکیں۔ دہلی اور آگرہ میں کتنا زیادہ فاصلہ ہے، اتنی دور جا کر نکلتے تھے۔ یہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے۔ میرے اوران کے درمیان کوئی راوی نہیں ہے۔ اُولٰئِکَ اٰبَائِیْ فَجِئْنِیْ بِمِثْلِھِمْ۔

کیا جذبۂ جہاد تھا کہ دہلی سے آگرہ تک تیرنے کی مشق کرتے تھے۔

(اسلامی مملکت کی قدر و قیمت، ص/38)

اللہ کے راستے کی مشقت کی لذت اوراس کا مرتبہ

مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر دو عورتوں نے توبہ کی، جو بہت مال دار تھیں اور پہلے بُرا پیشہ کرتی تھیں۔ جب ان حضرات نے جہاد کے لیے اعلان کیا، تو ان عورتوں نے رونا شروع کر دیا کہ ہم ایک گندی زندگی سے اولیاء اللہ والی زندگی میں آگئے، اب ہم کو چھوڑ کر آپ لوگ کہاں جارہے ہیں؟ ہم فاسقانہ حیات سے، نافرمانی کی زندگی سے توبہ کر کے اللہ کے دوستوں کی حیات میں آگئے اور آپ ہمیں چھوڑ کر

جارہے ہیں۔تو سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ تم دونوں جہاد میں کیا کروگی؟ انہوں نے کہا کہ ہم بھی چلیں گی اور ہمارے شوہر بھی چلیں گے وہ تو جہاد میں لڑیں گے اور ہم رات بھر مجاہدین کے گھوڑوں کے لیے چنا دلیں گی، ہم اپنی نیند چھوڑ دیں گی۔لہٰذا دونوں اپنے شوہروں کے ساتھ گئیں، بالاکوٹ کے دامن میں ان کے شوہر جہاد کرتے تھے اور یہ دونوں اللہ والی عورتیں چکی چلاتی تھیں اور چنا دلتی تھیں، یہاں تک کہ چکی چلاتے چلاتے، مجاہدین کے گھوڑوں کے لیے چنا پیستے پیستے ان کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے، رئیس تھیں، ناز و نعمت میں پلی ہوئیں لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت میں اللہ کے راستے میں مشقتیں برداشت کررہی تھیں۔

ایک دل جلے نے کہا کہ اے میری بہنو! اے میری ماؤں! یہ بتاؤ کہ جب تم دہلی میں تھیں، پھولوں پر سوتی تھیں تو تم کو وہ زندگی زیادہ عزیز تھی یا اب جو ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں۔تو ان دونوں عورتوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم! سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے میں اور مولانا شاہ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے میں اور ان کی برکت سے ہم جو یہ مجاہدہ کررہی ہیں، اور ہم پھولوں پر سونے والیاں کنکریوں پہ سو رہی ہیں اور ہمارے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں اور جو آج ہم بے وطن کھلے آسمان کے نیچے ہیں، اس مشقت اور مجاہدے کی برکت سے اللہ نے ہمارے دل میں وہ ایمان و یقین اتارا ہے کہ ہمیں دل کی آنکھوں سے خدا نظر آرہا ہے، آسمان کے پردے اٹھ چکے ہیں اور ہمارا ایمان اللہ نے اس مقام پر پہنچایا ہے کہ اگر اسے بالاکوٹ کے پہاڑوں پر رکھ دیا جائے تو یہ بالاکوٹ کے پہاڑ ہمارے ایمان کو برداشت نہیں کرسکتے۔یہ واقعہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم نے سنایا اور فرمایا کہ مجاہد کا یہ انعام

ہوتا ہے۔ جولوگ اللہ کے راستے میں مشقت جھیلتے ہیں اور غم اٹھاتے ہیں ان کا ایمان ایسا خوشبو دار ہوتا ہے کہ ایک عالم کو خوشبودار کرتا ہے۔ ''اُس کے جرے تو کس نہ بسائے'' یہ پورب کی زبان ہے، یعنی جو اپنے کو اللہ کی محبت میں جلاتا ہے اللہ اس کی خوشبو کو اڑاتا ہے، اگر کوئی اللہ والا ساری مخلوق سے چھپ کر سجدوں میں رو رہا ہو تو وہ کتنا ہی اپنے کو چھپائے اللہ تعالیٰ اس کے دردِ محبت کی خوشبو کو عالم میں نشر فرمادے گا۔ (اسلامی مملکت کی قدر و قیمت، ص/40)

حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا مراقبہ

حضرت شاہ عبد الرحیم قدس سرہ نے ایک بار فرمایا کہ ایک دن عصر کے وقت میں مراقبے میں تھا کہ غیبات کی کیفیت طاری ہوگئی۔ میرے لئے اس وقت کو چالیس ہزار برس کے برابر وسیع کر دیا گیا اور اس مدت میں ابتدائے تخلیق سے روز قیامت تک پیدا ہونے والی مخلوق کے احوال و آثار کو مجھ پر ظاہر کر دیا گیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب یہ واقعہ نقل کر کے لکھتے ہیں۔ راقم الحروف کا گمان ہے کہ آپ نے یہ کلمات بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا تھا کہ لا الہ الا اللہ کے حروف کا فاصلہ اتنے ہزار برس کا ہے۔ (اعمال سالکین خصائل عارفین، ص/82)

امام غزالیؒ کا ایک واقعہ

حضرت امام غزالیؒ دو بھائی تھے، ایک امام غزالی دوسرا احمد غزالی نماز پڑھاتے تو احمد غزالی اس کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے، امام صاحب کو بہت ناگوار گزر رہا تھا اس لئے کہ احمد عمر میں ان سے چھوٹے تھے، پیدائشی ولی تھے، امام غزالی نے اپنی ماں سے شکایت کی احمد میری اقتدا میں نماز نہیں پڑھتا ہے الگ سے نماز پڑھتا ہے ان کی ماں نے ان کو ڈانٹا کہ بھائی اتنا بڑا

عالم تو اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا تو کہا کہ اب پڑھوں گا عشاء کی نماز شروع ہوئی جماعت کے ساتھ کھڑے ہو گئے احمد غزالی نماز توڑ کر باہر چلے گئے محمد غزالی کو بہت غصہ آیا اور پھر ماں سے شکایت کی کہ آج نماز کیلئے آیا بھی تو نماز توڑ کر باہر چلا آیا، ماں نے دریافت کیا تو کہا یہ نماز میں کھڑے کھڑے مسائل سوچتے ہیں، حیض کا مسئلہ آ گیا اس کو حل کرنے لگتے ہیں گویا یہ ساری چیزیں امام غزالی پر منکشف ہو گئیں اور اس کی نماز سے گندگی اور خون کی بو آنے لگتی ہے، ماں سمجھدار تھی سمجھ کر کہنے لگی کہ تم دونوں نالائق ہو کہ تجھ کو نماز کے اندر مسائل حل کرنے کی کیا ضرورت ہے اور اے احمد تم کو اس کی طرف توجہ کرنے کی کیا ضرروت تھی تو اللہ کے لئے کھڑا رہ، اگرچہ نماز میں مسائل سوچنا جائز ہے لیکن یہ اخلاص سے منافی ہے کہ توجہ الی اللہ سے توجہ الی الخلق ہے۔

گویا رضائے الٰہی کے لئے جو بھی کام ہو اس میں برکت ہے اور اس سے آدمی ترقی کرتا ہے اور اس ترقی میں نفس شیطان ہوتا ہے جو رکاوٹ بنتا ہے اس سے بچنا چاہئے اس لئے ہمارے اکابر فرماتے ہیں کہ درمیان میں جو چیز آئے اس کو ہٹا دو اور اس کے پیچھے مت پڑو اور جو خدشہ اول مرحلہ میں آتا ہے اس وسوسہ کو ہٹا دو اور یہ شیطان پہلا حملہ ہے اس سے بچو اس سے بچ کر کام شروع کر دو، نفس شیطان سے بھی بڑھ کر ہے اس لئے اس سے بچو اور کام کو جاری رکھو۔ (سوانح حیات حضرت حاذق الامت، ص/ 297)

ایک اللہ والے غلام کا کتے پر ایثار کا حیرت انگیز واقعہ

عبداللہ بن جعفر کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ اپنی ایک زمین کے سلسلے میں ایک مقام پر گیا، وہاں ایک صاحب کے باغ میں بیٹھا تھا، دیکھا کہ ایک کالا غلام وہاں موجود ہے اور کھانا کھا رہا ہے، اس کے پاس تین روٹیاں تھیں، اتنے میں ایک کتا آیا، اور اس غلام نے

اس کتے کو ایک روٹی ڈال دی، کتا وہ روٹی کھا کر پھر آیا، اس غلام نے ایک اور روٹی اس کو ڈال دی، کتے نے وہ بھی کھالی اور پھر آ کھڑا ہوا، اس غلام نے آخری روٹی بھی اس کو ڈال دی۔ عبد اللہ بن جعفر کہتے ہیں کہ میں یہ سارا ماجرا ایک طرف بیٹھ کر دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس غلام سے پوچھا کہ روزانہ تجھے کتنی خوراک ملتی ہے؟ اس نے کہا کہ یہی جو آپ نے دیکھی یعنی تین روٹیاں، عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ تو نے تو ساری روٹیاں کتے کو ڈال دیں، اب تو کیا کھائے گا؟ اس نے کہا کہ میں بس بھوکا رہ جاؤں گا۔ میں نے پوچھا کہ ایسا کیوں کیا؟ تو وہ کہنے لگا کہ اصل یہ ہے کہ یہ علاقہ کوئی کتوں کا نہیں ہے، یہ کتا کہیں دور سے بھوکا آیا ہے، میں نے یہ اچھا نہیں سمجھا کہ میں تو کھالوں اور کتا کھڑا دیکھتا رہے۔

اللہ اکبر! یہ حیرت انگیز سخاوت و ایثار ہے، جس کی نظیر ملنی مشکل ہے کہ خود بھوکا رہ کر کتے کو سارا کھانا کھلا دیا، آج لوگ اپنے بھائیوں تک کی طرف نظر نہیں کرتے، سگا بھائی پریشان ہے، خود فضول خرچی کرتے ہیں؛ مگر اپنے بھائی کے کھانے پینے اور دوا، دارو کا بھی خیال نہیں کرتے۔ ہمارے اسلاف کے یہ واقعات بتاتے ہیں کہ انھوں نے سخاوت کے ذریعے مال لٹا کر محبتِ الٰہی کا خزانہ پالیا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ اگر ایک شخص کو اللہ کی محبت اپنا مال خرچ کر کے مل جائے، تو اس سے سستا سودا کوئی نہیں۔ (فیضان معرفت جلد سوم، ص/40)

اللہ والے کہاں ملیں گے؟

بہت سے اللہ والے ہمارے بغل میں ہی رہتے ہیں؛ مگر ہم اُن کو نہیں پہچانتے، ہمارے ساتھ ہوتے ہیں، ہم نہیں جانتے، آپ نے سنا ہوگا کہ ہندوستان کے مغل بادشاہ شاہ جہاں کا جب آخری وقت آیا، تو اُن کی اولاد میں حکومت وسلطنت کے بارے میں اختلاف ہوا، ان کی

اولاد میں ایک تو دارا شکوہ تھا، دوسرے اورنگ زیب تھے، دونوں حکومت چاہتے تھے، اورنگ زیب نیک انسان تھے، وہ حکومت سے دین کو تقویت دینا چاہتے تھے اور دارا شکوہ غلط کار صوفیوں میں رہنے کی وجہ سے آزاد منش ہوگیا تھا، ایک مرتبہ دہلی میں ایک بزرگ آئے اور ان کی شہرت ہوئی کہ ایک مستجاب الدعوات بزرگ تشریف لائے ہیں، ان سے حکومت کے لیے دعا کروانے پہلے دارہ شکوہ گئے اور ان بزرگ صاحب سے ملاقات کی، اُنھوں نے شہزادے کا استقبال کیا اور کہا کہ میری گدّی پر بیٹھ جاؤ؛ مگر دارہ شکوہ نے بہ راہِ ادب انکار کردیا اور ان کے سامنے بیٹھ گیا اور باتیں ہوتی رہیں، پھر رخصت کے وقت دارہ شکوہ نے کہا کہ حضرت! دعا کیجیے کہ میرے باپ کی حکومت مجھے مل جائے، وہ بزرگ کہنے لگے کہ ہم نے تو اپنی گدّی پر بٹھا کر آپ کو حکومت دینی چاہی مگر آپ نے انکار کردیا، اب حکومت نہیں ملے گی، وہ افسوس کرتے ہوئے واپس ہوگئے، کچھ دیر بعد اورنگ زیب بھی ان سے دعا کرانے حاضر ہوئے، بزرگ صاحب نے اُن کو بھی گدی پر بیٹھنے کا حکم فرمایا، پہلے تو اورنگ زیب نے بھی بہ راہِ ادب انکار کیا، پھر جب ان بزرگ نے حکم دیا تو ان کی گدی پر یہ کہتے ہوئے بیٹھ گئے کہ ''الأَمْرُ فَوْقَ الأَدَبِ'' پھر اورنگ زیب بھی مختلف امور پر گفتگو فرماتے رہے، پھر آخر میں عرض کیا کہ حضرت! دعا کیجیے کہ میرے باپ کا تخت وتاج مجھے مل جائے، انھوں نے کہا کہ تخت پر تو ہم نے اللہ کے حکم سے آپ کو بٹھا دیا؛ مگر تاج مَیں نہیں دے سکتا، بلکہ آپ کا غلام جو آپ کو روزانہ وضو کراتا ہے، وہ اگر آپ کے سر پر عمامہ رکھ دے، تو تاج بھی مل جائے گا، اورنگ زیب نے تعجب سے کہا: میرا غلام جو میری جوتیاں سیدھی کرتا ہے! کیا وہ اتنا بڑا اللہ والا ہے؟! گھر گئے اور وضو کے بعد غلام کو حکم دیا کہ عمامہ پہنا دو، غلام نے کہا: حضور!

میں آپ کے سر پر کیسے رکھ سکتا ہوں؟! گستاخی ہوگی، اورنگ زیب نے کہا: میرا حکم ہے رکھ دو ،اُس نے رکھ تو دیا؛ مگر سمجھ گیا کہ میرا راز فاش ہو گیا ہے،اُس کے بعد وہ وہاں سے غائب ہو گیا، دیکھیے! جسے غلام اور نوکر سمجھا جا تا رہا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا کتنا بڑا مقام تھا؛ لہٰذا آج بھی اللہ والے موجود ہیں؛ مگر پہچاننے والی آنکھ چاہئے۔ (فیضان معرفت جلد اول،ص/260)

زبان تو صرف ذکر کے لیے ہے

ایک بزرگ نے بڑی عبرت خیز بات فرمائی ہے کہ جب بچہ رحم مادر میں ہوتا ہے،تو اللہ تعالیٰ اس کی پرورش کرتے ہیں، اسے رزق پہنچاتے ہیں،کس طرح؟ اس طرح کہ عورت کو جو ماہانہ خون آتا ہے، اسی خون کو اللہ تعالیٰ اس کی غذا بنا دیتے ہیں؛ لیکن بچے کو یہ رزق اس کے منہ کے ذریعے نہیں؛ بلکہ اس کی ناف سے دیا جاتا ہے،سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ایسا انتظام کیوں کیا ہے؟ جب کہ اس کے پاس منہ بھی ہوتا ہے؛ مگر منہ کے بجائے ناف سے کیوں اس کو غذا پہنچائی جاتی ہے؟

ان بزرگ نے فرمایا کہ بچے کو ناف کے ذریعہ رزق پہنچانا اور زبان سے نہ پہنچانا، اس میں یہ حکمت رکھی ہے کہ بچے کو جو غذا وہاں دی جاتی ہے، وہ دراصل وہ خون ہے جو عورت کو ماہوار نکلتا ہے،اب رحم میں بچہ آنے کے بعد اللہ تعالیٰ اسی خون کو اپنی قدرت کاملہ سے اس کی غذا بنا دیتے ہیں اور یہ سب کو معلوم ہے کہ خون ناپاک اور گندہ ہوتا ہے،اگر اس کو وہ خون منہ سے دیا جاتا،تو زبان ناپاک اور گندی ہو جاتی اور زبان کو اللہ نے اپنے ذکر کے لیے بنایا ہے،تو پہلے ہی سے اللہ نے اس کی اس طرح حفاظت فرمائی کہ اس کو رحمِ مادر میں بھی ناپاک خون سے محفوظ رکھا۔

اس وجہ سے جس زبان سے اللہ کا ذکر ہو، اللہ کا نام لیا جاتا ہو وہ زبان گندی نہ ہوجائے، وہ فرماتے ہیں کہ اس لیے اللہ نے اس کے رزق کا انتظام زبان کے بجائے دوسری جگہ یعنی ناف سے کیا۔

اب ذرا غور کیجیے کہ آج زبان کو کتنا گندہ کیا جاتا ہے؟ ایک طرف اس سے گالیاں دی جاتی ہے اور دوسری طرف اسی زبان سے قرآن پڑھا جاتا ہے، ایک طرف اس سے چغلی کھائی جاتی ہے اور دوسری جانب اسی سے حدیثِ پاک پڑھی جاتی ہے، ایک طرف اس سے غیبتیں کی جاتی ہیں پھر اسی زبان سے اللہ کو یاد کیا جاتا ہے، یہ کتنی بے ادبی کی بات ہے، اللہ تعالیٰ نے تو رحمِ مادر میں بھی ہماری زبان کی ناپاک خون سے حفاظت کی اور ہم یہاں آ کر اس کو ہر طرح کی گندگی سے آلودہ کر لیتے ہیں۔

ایک بزرگ نے فرمایا کہ اگر میں سو بار بھی اپنی زبان کو مشک وعنبر سے دھوؤں، تب بھی اس زبان سے اللہ کا نام لینا کمالِ بے ادبی ہے، دیکھا بھائی! اللہ کے نام کا کتنا احترام ہے ان کے نزدیک؟!! اور ایک ہم ہیں کہ اپنی زبانوں کو گندہ کرتے رہتے ہیں، پھر اسی زبان سے اللہ کا نام بھی لیتے ہیں، کیا اللہ کا نام اتنا آسان ہے کہ ہم اپنی گندی زبان سے اس کو لیں؟ اللہ جیسا پاکیزہ نام، اور یہ بے ادبی!! جب ادنیٰ سے ادنیٰ کا نام احترام سے لیا جاتا ہے تو پھر اللہ کے نام کا کتنا اور کیسا احترام ہونا چاہیے تھا؟ (فیضان معرفت جلد اول، ص/ 167)

وعدہ اور عہد کی پاسداری کی برکت

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب بھوپالی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ مشہور بزرگ حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید قدس سرہٗ کی خدمت میں ایک صاحب ریاضت ہندو آیا،

اور بیٹھتے ہی مراقب ہوگیا، مراقبہ سے سر اٹھایا، تو بولا کہ حضرت آپ کا دل نہایت صاف شفاف ہے، اس میں کوئی کجی اور اونچ نیچ نہیں ہے، لیکن ایک سخت عیب یہ ہے کہ بالکل سیاہ ہے، فرمایا کہ تم کمال کے صاحب کشف ہو، بھلا یہ تو بتاؤ کہ یہ کشف کا کمال تمہیں کیونکر حاصل ہوا؟ بولا کہ میرے گرو نے ابتداء میں ہی مجھ سے عہد لیا تھا کہ نفس کی خواہشات ولذات سے کنارہ کش رہوں گا، اور اس کی خواہشات کی ہمیشہ مخالفت کروں گا، حضرت نے فرمایا واقعی نفس کی مخالفت سے بڑے بڑے کمالات حاصل ہوتے ہیں، مگر تم ایک بات بتاؤ کہ مسلمان ہوجانا، اور دین اسلام میں داخل ہونا تمہارے نفس کے خلاف ہے یا نہیں؟ اس نے کہا بے شک! آپ نے فرمایا پھر اسے قبول کرو، اس نے کہا کہ ہاں عہد کی پاسداری تو یہی ہے کہ میں اس دین کو قبول کرلوں، اور میرے گرو کہا کرتے تھے کہ تمہارے اندر مسلمانوں جیسی باس آتی ہے، سو آج یہ بات پوری ہوئی، اور وہ مسلمان ہوگیا، دائرۂ اسلام میں داخل ہوتے ہی اس کی حالت بدل گئی، اب وہ نہایت مؤدب ہوکر حضرت مرزا صاحب قدس سرہٗ کے پاس بیٹھ گیا، اور کہا کہ اب آپ کا دل سورج سے زیادہ روشن ہے۔ فرمایا کہ جو کچھ تم دیکھ رہے ہو وہ میرا نہیں تمہارا دل ہے، پہلے سیاہ دیکھا تھا، تو بھی وہی تھا، اب روشن دیکھ رہے ہو، تب بھی وہی ہے، میرا دل آئینہ ہے، اس میں تم نے اپنا ہی دل دیکھا ہے، پہلے وہ کفر کی وجہ سے سیاہ تھا، اب اسلام کے نور کی وجہ سے روشن ہے۔ (نمونے کے انسان، ص/ 239)

حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا ان دیناروں سے میں نے اپنے دین کی حفاظت کی

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۶۱ھ) مشہور زاہد وعابد بزرگ تھے۔ آپ کو امیر المومنین فی الحدیث کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ۱۶۱ھ میں آپ نے بصرہ میں وفات پائی۔

انوارالاتقیاء میں نقل ہے کہ آپ جب علیل ہوئے تو حاکم بصرہ نے آپ کی تلاش کا حکم دیا چنانچہ تلاش کرنے والوں نے آپ کو ایک جگہ درد شکم اور پیچش میں مبتلا پایا۔ آپ بیقرار تھے لیکن اس حالت میں بھی یاد الٰہی سے غافل نہ تھے۔ اسی شب لوگوں نے دیکھا کہ بوجہ پیچش آپ رحمۃ اللہ علیہ ساٹھ بار رفع حاجت کو گئے اور برابر وضو کر کے نماز پڑھتے رہے۔ لوگوں نے کہا حضور اس حالت میں آپ بار بار وضو نہ کریں۔ فرمایا۔ میں چاہتا ہوں کہ روح نکلتے وقت باوضو رہوں، نجس نہ رہوں۔ اس لئے کہ نجس اللہ کے سامنے جانے کے قابل نہیں ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حالتِ نزع میں حاضر تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا۔ اب میری موت بالکل قریب ہے۔ میرا منہ زمین پر رکھ دو۔ میں نے آپ کا منہ زمین پر رکھ دیا۔ اس کے بعد باہر آیا۔ تا کہ لوگوں کو اس واقعہ کی اطلاع دوں۔ لیکن باہر لوگ پہلے ہی سے جمع ہو چکے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا۔ تمہیں اس واقعہ کی خبر کیوں کر ہوئی؟ جواب دیا ہمیں خواب میں علم ہوا کہ سفیان ثوری کے جنازے پر حاضری دیں۔ چنانچہ لوگ اندر آئے۔ آپ کی حالت نہایت ہی نازک ہوتی جارہی تھی۔ تکیہ کے نیچے سے ایک ہزار دینار کی تھیلی نکال کر دی۔ اور فرمایا اسے خیرات کر دو۔ حاضرین سوچ رہے تھے کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ دوسروں کو مال جمع کرنے سے منع کرتے تھے اور خود اس قدر دینار جمع کر رکھے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کا مطلب سمجھ گئے فرمایا۔

ان دیناروں سے میں نے اپنے دین کی حفاظت کی۔ جب شیطان مجھ سے کہتا اب کیا کھاؤ گے؟ میں جواب دیتا۔ میرے صرفہ کے لئے دینار موجود ہیں۔ جب وہ کہتا تمہیں کفن کس چیز سے دیا جائے گا، تو میں کہتا ان دیناروں سے۔ مجھے ہرگز دیناروں کی حاجت نہیں

تھی۔مگر ان وسوسوں کو رفع کرنے کے لئے میں نے یہ دینار رکھ چھوڑے تھے۔اس کے بعد کلمہ شہادت پڑھا اور واصل الی اللہ ہوئے۔(اعمال سالکین خصائل عارفین،ص/ 97)

علامہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب قصہ اور کرامت

اہل ہرات کے ایک عبداللہ نامی شخص کا بیان ہے کہ میں سحری کے وقت بئرِ زمزم کے پاس آیا پس کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شیخ نے حجر اسود کی طرف سے بئر زمزم میں ڈول ڈالا اور زمزم نوش کیا اور اس ڈول کو انہوں نے جب چھوڑ دیا تو اس ڈول میں بچا ہوا زمزم میں نے پینے کیلئے لے لیا تو وہ بادام کا ستو نکلا ،اتنا مزیدار ستو میں نے کبھی نہیں پیا تھا، پھر اگلی رات میں نے تہجد کے وقت ان کا انتظار کیا، پس دیکھا کہ ایک شیخ آئے انہوں نے اپنے ایک کپڑے سے اپنا چہرا ڈھانکا ہوا تھا، پس انہوں نے حجرِ اسود کی طرف سے ڈول ڈال کر زمزم پیا، پھر ڈول کو چھوڑ دیا پس میں نے اس ڈول کا بچا ہوا زمزم جب پیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں تو شہد ملا ہوا ہے ،اس سے پہلے میں نے اتنا عمدہ شربت نہیں پیا تھا، پس پھر تیسری رات آبِ زمزم پر ان کا انتظار کیا پھر وہ تہجد کے وقت نمودار ہوئے اور انہوں نے اپنے چہرے کو چھپایا ہوا تھا،سو میں نے ان کے کپڑے کو پکڑ لیا پس جب انہوں نے زمزم شریف پی کر ڈول چھوڑ دیا، پھر جب میں نے اس بچے ہوئے کو پیا تو وہ بہت ہی میٹھا دودھ تھا ایسا دودھ میں نے کبھی نہیں پیا تھا، پس میں نے ان کا کپڑا پکڑ کے کہا کہ ربِ کعبہ کی قسم آپ بتا دیجئے کہ آپ کون ہیں تو انہوں نے کہا کہ اس شرط پہ بتاؤں گا کہ تم اس بات کو میری زندگی میں چھپا کے رکھنا، تو میں نے کہا ٹھیک ہے میں کسی کو نہیں بتاؤں گا، تو پھر انہوں نے بتایا کہ میں سفیان ابن سعد ثوری ہوں۔(حلیۃ الأولیاء:۷/ ۲۳)

علامہ ابوبکر ابن عیاش کا زمزم شریف سے دودھ پینا

اسی طرح ابوبکر ابن عیاش رحمۃ اللہ علیہ کا بھی قصہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ماء زمزم سے دودھ اور شہد پیا ہے۔(اخبار مکہ للفاکہی:۲/ ۳۹،سیر أعلام النبلاء:۸/ ۵۰۱)

علامہ ابو بکر ابن عیاش اپنے وقت کے جلیل القدر علماء میں شمار ہوتے ہیں انکی وفات ۹۳ھ ہوئی۔

ایک نیک وصالح چرواہے کوآبِ زمزم سے دودھ حاصل ہونا

فاکھی نے اخبارِ مکہ:۱ /۳۹ میں روایت کیا کہ ایک چرواہا تھا جو بہت عبادت گزار تھا، پس جب اس کو پیاس لگتی تھی تو آبِ زمزم میں اس کودودھ مل جاتا تھا، اور جب وہ وضوکا رادہ کرتا تھاتوبئرِ زمزم سے اس کوزمزم کا پانی ہی ملتا تھا۔بئرِ زمزم سے دودھ حاصل ہونے کے اور بھی قصے ہیں، ہم صرف ان تین قصوں پر اکتفاء کرتے ہیں۔

امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کی نیت

سیرِ اعلام النبلاء (۱۴ / ۳۷۰) امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حافظ ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ کو کہاں سے (اتنا زیادہ) علم حاصل ہوا، انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ’’ماء زمزم لما شرب لہ‘‘ یعنی ماء زمزم جس نیت سے پیا جائے وہ پورا ہوجاتا ہے، سومیں نے اس نیت سے زمزم پیا کہ یا اللہ مجھے علم نافع عطا فرما دیجئے۔

وقت کے شیخ الحدیث کا روحانی علاج

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ میں ہوتے تھے۔ ہندوستان میں ان کے ایک مرید تھے، عالم تھے۔انہوں نے کئی سال حضرت کے ساتھ تعلق رکھا لیکن فائدہ نہ ہوا، پھر حضرت کے پاس خط بھیجا کہ حضرت اتنے سال آپ سے تعلق رکھنے کے باوجود مجھے کوئی فائدہ

نہیں ہورہا، کوئی تبدیلی محسوس نہیں کررہا۔ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ آپ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گنگوہ چلے جائیں، وہ آپ کا علاج تجویز کریں گے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ اب حاجی صاحب اپنے مرید کو اپنے خلیفہ کے پاس بھیج رہے ہیں۔

جب وہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ اتنے سالوں سے بیعت ہو چکا ہوں لیکن مجھے فائدہ نہیں ہورہا۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ کے مشاغل کیا ہیں؟ جواب دیا کہ ایک تو میں مطب چلاتا ہوں، حکمت کا کام کرتا ہوں، دوسرا یہ کہ بخاری شریف پڑھاتا ہوں۔ فرمایا کہ دونوں کام چھوڑ دو، پھر آپ کو فائدہ ہوگا۔ انہوں نے وہ دونوں کام چھوڑ دیے۔ چند دنوں میں ان کے اندر تبدیلی آ گئی اور دل ذکر پہ آ گیا، ذکر کی کیفیت محسوس کرلی۔

اس وقت بیان کرنے والے بیان کرتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب کو اس چیز کا پتہ تھا کہ یہ بندہ مکمل ادھر متوجہ ہے، ادھر توجہ ہی نہیں ہے، اس لیے اس کو فائدہ نہیں ہورہا، لیکن اگر حاجی صاحب یہ کہہ دیتے کہ آپ بخاری شریف پڑھانا چھوڑ دیں تو لوگ یہ کہتے کہ حاجی صاحب چونکہ خود عالم ہیں نہیں اس لئے ان کو نہیں پتہ کہ علم کی قدر کیا ہے؟ اور بخاری شریف پڑھانے کی اہمیت کیا ہے؟ لیکن چونکہ حضرت گنگوہی خود عالم ہیں، کچھ پڑھاتے ہیں اس لئے وہ اگر منع کریں گے تو کوئی بندہ یہ بات نہیں کرسکے گا۔ (صحبت صالحین کی اہمیت، ص/46)

حضرت شیخ الہندؒ کی سادگی اور خاکساری کا واقعہ

مدرسہ معینیہ اجمیر کے معروف عالم حضرت مولانا محمد معین الدین صاحب معقولات کے مسلّم عالم تھے انہوں نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ کی شہرت سن

رکھی تھی ۔ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا تو ایک مرتبہ دیو بند تشریف لائے اور حضرت شیخ الہند کے مکان پر پہنچ گئے گرمی کا موسم تھا وہاں ایک صاحب سے ملاقات ہوئی جو صرف بنیان اور تہبند پہنے ہوئے تھے۔ مولانا معین الدین حاحب نے اپنا تعارف کرایا اور کہا کہ مجھے حضرت مولانا محمود حسن صاحب سے ملنا ہے وہ صاحب بڑے تپاک سے مولانا اجمیری کو اندر لے گئے آرام سے بٹھایا اور کہا کہ ابھی ملاقات ہو جاتی ہے مولانا اجمیری منتظر رہے اتنے میں وہ شربت لے آے اور مولانا کو پلایا۔ اس کے بعد مولانا اجمیریؒ نے کہا حضرت مولانا محمود حسن صاحب کو اطلاع دیجئے تھوڑی دیر بعد وہ صاحب کھانا لے آئے اور کھانے پر اصرار کیا مولانا اجمیریؒ نے کہا کہ میں مولانا محمود حسن صاحب سے ملنے آیا ہوں آپ انہیں اطلاع کر دیجئے ان صاحب نے فرمایا انہیں اطلاع ہوگئی ہے ۔آپ کھانا تناول فرمائیں ۔ابھی ملاقات ہوجاتی ہے مولانا اجمیری نے کھانا کھالیا۔ تو اس صاحب نے انہیں پنکھا جھلنا شروع کر دیا۔ جب دیر گزر گئی تو مولانا اجمیریؒ برہم ہوگئے اور فرمایا کہ آپ میرا وقت ضائع کرر ہے ہیں۔ میں مولانا سے ملنے آیا تھا اور اتنی دیر ہو چکی ہے ابھی تک آپ نے ان سے ملاقات نہیں کرائی اس پر وہ صاحب بولے۔ کہ دراصل بات یہ ہے کہ یہاں مولانا تو کوئی نہیں البتہ محمود خاکسار ہی کا نام ہے۔ مولانا معین الدین صاحب یہ سن کر ہکا بکا رہ گئے۔ اور پتہ چل گیا کہ شیخ الہند کیا چیز ہے۔ (اکابر دیو بند کیا تھے ص ۹۱۔ ۹۲)

قوت حافظہ اور نسیان کا حیرت انگیز واقعہ

محمد بن ابی السّری ھشام بن کلبی کے بارے میں کہتے ہیں۔ کہ ایک دن مجھے ھشام بن کلبی نے کہا کہ میں نے حفظ ایسا کیا ہے کہ اس جیسا کسی نے نہ کیا ہوگا۔ اور مجھ سے نسیان (بھول) اس طرح ہو گیا ہے کہ اس جیسا نسیان کسی سے نہ ہوا ہو گا۔ میرا ایک چچا تھا، وہ

مجھ سے قرآن کے حفظ نہ ہونے پر پریشان تھا پس میں ایک گھر کو داخل ہو گیا اور قسم کھائی کہ جس وقت تک میں نے قرآن مجید حفظ نہیں کیا ہو اس وقت تک میں اس گھر سے باہر نہیں نکلوں گا۔ تو میں نے پورے قرآن کو تین دن میں حفظ کیا، اور نسیان کا واقعہ اس طرح پیش ہوا ایک دن میں آئینے میں اپنی صورت دیکھ رہا تھا میری داڑھی لمبی ہو گئی تھی تو میں نے اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑ لیا تا کہ زیادہ داڑھی کاٹ لوں لیکن میرے نسیان کی یہ حالت تھی کہ میں نے داڑھی مٹھی سے اوپر کاٹ ڈالی۔ اور پوری داڑھی ہاتھ میں آ گئی۔ (کشف النظر، ص ۱۶)

مجھے کتابوں کے ادب نے کشمیری بنایا

ایک دن دوران درس حضرت مفتی کفایت اللہؒ نے اپنے طلبہ سے سوال پوچھا بتاؤ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری اتنے مایہ ناز اور بلند پایہ عالم کیسے بنے؟ طلبہ نے اپنے ذوق کے مطابق جواب دیا جس طالب علم کو تفسیر سے شعف تھا اس نے کہا حضرت کشمیریؒ بڑے مفسر تھے جس طالب علم کو حدیث سے شعف تھا اس نے کہا حضرت کشمیریؒ بلند پایہ محدث تھے اور جس طالب علم کو اشعار سے لگاؤ تھا اس نے کہا حضرت کشمیری بڑے بلند پایہ شاعر تھے عرض یہ کہ طلبہ اپنے اپنے ذوق کے مطابق جواب دیتے رہے اور حضرت مفتی صاحب خاموشی سے طلبہ کے جوابات سنتے رہے آخر کار طلبہ نے کہا حضرت مفتی صاحب آپ ہی اس سوال کا جواب بتا دیں حضرت مفتی صاحب نے فرمایا یہی سوال ایک دفعہ خود کشمیریؒ سے پوچھا گیا تھا کہ آپ حضرت کشمیری کیسے بنے انھوں نے جواب دیا میں کتابوں کے ادب کی وجہ سے کشمیری بنا طلبہ نے کہا حضرت کتابوں کا ادب تو اور لوگ بھی کرتے ہیں حضرت کشمیریؒ نے فرمایا جتنا ادب میں کرتا ہوں اتنا ادب شاید کوئی بھی نہ کرتا ہو کیونکہ میں نے بغیر وضوء کے کبھی کسی کتاب کا مطالعہ

نہیں کیا مطالعے کے دوران کتاب کو اپنے تابع کرنے کے بجائے اپنے آپ کو کتاب کا تابع کیا مثلاً اگر بخاری شریف کا مطالعہ کر رہا ہوں اور حاشیہ پڑھنا ہو تو میں کتاب کو اپنی جگہ پڑے رہنے دیتا ہوں اور خود اپنی جگہ بدل کر چاروں طرف سے حاشیہ پڑھ لیتا ہو میں نے چارپائی پر بیٹھ کر کبھی کسی دینی کتاب کو پائنتی کی طرف نہیں رکھا ہمیشہ سر کی طرف رکھا ہے کبھی تاریخ کی کتابوں کو فنون کی کتابوں پر نہیں رکھا اور کبھی حدیث کی کتابوں کو تفسیر کی کتابوں پر نہیں رکھا تھا بلکہ ترجمہ وتفسیر قرآن کو قرآن مجید کے اوپر بھی نہیں رکھا یوں کتابوں کے ادب نے مجھے انور شاہ کشمیری بنا دیا۔ (ہفت روزہ بچوں کا اسلام،ص/72)

طلبہ کی جوتیاں

حضرت مولانا گنگوہیؒ ایک مرتبہ حدیث کا سبق پڑھا رہے تھے کہ بارش آ گئی سب طلبہ کتابیں لے کر بھاگ گئے مگر مولانا سب طلبہ کی جوتیاں جمع کر رہے تھے کہ اٹھا کر لے چلیں لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو حیران رہ گئے۔ (ارواح ثلاثہ،ص،۳۔۲)

حجاج بن یوسف کی بخشش ہو سکتی ہے

حجاج بن یوسف، خلفائے بنو امیہ کا انتہائی سفاک وخونخوار ظالم گورنر تھا۔اس نے ایک لاکھ انسانوں کو اپنی تلوار سے قتل کیا، اور جو لوگ اس کے حکم سے قتل کئے گئے ان کو کوئی گن ہی نہ سکا بہت سے صحابہؓ اور تابعینؒ کو اس نے قتل کیا یا قید و بند رکھا حضرت خواجہ حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ساری امتیں اپنے اپنے منافقوں کو قیامت کے دن لیکر آئیں اور ہم اپنے منافق حجاج بن یوسف ثقفی کو پیش کر دیں تو ہمارا پلہ بھاری ہوگا یہ حجاج بن یوسف جب کینسر کی خبیث بیماری میں مرنے لگا اس کی زبان پر یہ دعا جاری ہوگئی یہ دعا مانگتے مانگتے اس کا دم نکل

گیا دعا یہ ہے''۔اے اللہ تیرے بندے بندیاں میرے بارے میں کہتے ہیں کہ تو معاف نہیں کرے گا مگر مجھے تجھ سے امید ہے کہ تو مجھے معاف فرمادے'' خلیفہ عادل حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ کو حجاج بن یوسف کی زبان سے مرتے وقت کی یہ دعا بہت اچھی لگی اوران کو حجاج کی موت پر رشک ہونے لگا اور خواجہ حسن بصریؒ سے لوگوں نے حجاج کی اس دعا کا ذکر کیا تو آپؒ نے تعجب سے فرمایا کیا واقعی حجاج نے یہ دعا مانگی تھی؟ تو لوگوں نے کہا جی ہاں! اس نے یہ دعا مانگی تھی تو آپ نے فرمایا شاید خدا اس کو بخش دے۔ (احیاء العلوم، ج:۴ ص:۴۰۱)

حضرت شاہ عطاء اللہ صاحب بخاریؒ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا پیغام بھیجا تھا

حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستی حج کیلئے تشریف لائے ارادہ یہ تھا کہ اب پاکستان واپس نہیں آئیں گے مدینے میں قیام کے دوران حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی آپ نے ان سے فرمایا یہاں دین کا کام خوب ہورہا ہے پاکستان میں آپکی ضرورت ہے پاکستان میں جاکر میرے بیٹے عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ ختم نبوت کے محاذ پر تمہارے کام سے میں گنبد خضرا میں خوش ہوں ڈٹے رہو اس کام کو خوب کرو میں اس کے لئے دعا کرتا ہوں، حضرت درخواستی حج سے واپسی پر سیدھے ملتان پہنچے، شاہ جی چارپائی پر تھے حضرت درخواستیؒ نے خواب سنایا تو تڑپ کر نیچے گر پڑے کافی دیر بعد ہوش آیا بار بار پوچھتے درخواستی صاحب میرے آقا نے میرا نام بھی لیا تھا حضرت درخواستی کے ہاں میں جواب دینے پر پھر وجد کی حالت طاری ہوجاتی۔ (ہفت روزہ بچوں کا اسلام از مولانا اللہ وسایا)

ایک ہی کُرتا تھا

ایک دن عمر بن عبدالعزیزؒ کو جمعہ کیلئے ذرا دیر ہوگئی لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپ دیر سے آتے ہیں اس پر آپؒ نے فرمایا: کہ میں نے اپنی قمیص دھوئی تھی اس کے سوکھنے کے انتظار میں دیر ہوگئی۔ (خلافت وحکومت، ص:۲۳۱)

اسی طرح ایک دن عمر عبدالعزیزؒ کی عیادت کیلئے مسلم بن عبدالملک آیا جو کہ آپؒ کا بہنوئی تھا انہوں نے دیکھا کہ عمر بن عبدالعزیزؒ ایک میلی سی پھٹی قمیص پہنے ہوئے ہیں انہوں نے اپنی بہن سے کہا امیر المومنین کی قمیص کو بدل ڈالو لوگ عیادت کیلئے آتے ہیں وہ یہ دیکھ کر کیا کہیں گے۔عمر بن عبدالعزیزؒ کی بیوی نے کہا خدا کی قسم اس کے سوا دوسری قمیص نہیں ہے۔

تجھے طلاق واقع نہیں ہوئی ہے

قاضی ابوبکر ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں منصور بغداد کا خلیفہ تھا، موسیٰ بن عیسیٰ اشمی نام کے ایک شخص نے اپنی بیوی کو فرط محبت میں کہا: اگر تم چاند سے زیادہ حسین نہ ہو تو تمہیں تین طلاق۔ بیوی سخت پریشان ہوئی اور سمجھی کہ طلاق واقع ہوگئی ہے اس لیے شوہر کے سامنے آنا بھی بند کردیا، شوہر نے یہ فرط محبت سے کہلائے تھے مگر جب ہوش آیا تو اسے بھی فکر ہوئی۔اور اس کی ساری رات بڑے اضطراب میں گزری بڑی مشکل سے صبح ہوئی تو وہ خلیفہ منصور کے پاس پہنچا اور واقعہ بتلایا۔

منصور نے فوراً شہر کے بڑے بڑے علماء وفقہاء کو جمع کرکے مسئلہ ان کے سامنے رکھا اکثر فقہاء کی رائے یہ ہو رہی تھی کہ طلاق واقع ہوگئی اس لئے کہ اس کی بیوی فی الواقع چاند سے زیادہ اچھی نہیں ہے۔لیکن اسی مجلس میں ایک فقیر تھے جنھوں نے یہ رائے پیش کی کہ طلاق واقع نہیں ہوئی ان سے وجہ پوچھی گئی تو انھوں نے کہا کہ وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے:{ لقد خلقنا الانسان فی اُحسن تقویم } بلاشبہ ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈال کر پیدا کیا ہے۔منصور نے اس جواب کو بے حد پسند کیا اور موسیٰ بن عیسیٰ کو یہی کہلا کر بھیج دیا کہ طلاق واقع نہیں ہوئی۔(درسی تفسیر پارہ عم ص:۳۰۵)

ایک ہی قُباء

سلطان بایزید خان یلدرن نے یورپ کے کفار کے خلاف ۲۷ جنگوں میں حصہ لیا سلطان کی عادت تھی کہ وہ ایک ہی قباء پہنے رکھتے تھے اور اسے تبدیل نہیں کرتے تھے۔ جب کسی معر کے سے فارغ ہوتے تو اس پر لگا ہوا غبار جمع فرمالیا کرتے تھے، جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ اس غبار کو بھی انکے ساتھ قبر میں دفن کیا جائے کیا وقت تھا کہ بادشاہوں تک سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمودات پر حرف یقین تھا اور اب کیا وقت ہے کہ ہم جیسے سکہ بند دینداروں کا یقین بھی تذبذب کی ضد میں ہے۔ (ندائے ممبر ومحراب، ج:۴، ص:۲۴۶)

قاری محمد طیب صاحبؒ کا ہندوستانی جوتا

دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کو آخری زمانے میں حکومت کی طرف سے شمس العلماء کا خطاب مل گیا تھا اور گورنروں کے کبھی کبھی دربار منعقد ہوتے تو اس میں شرکت کیلئے ان کے پاس بھی دعوت نامے آتے ایک مرتبہ دربار میں شرکت کا دعوت نامہ آیا۔ چنانچہ آپ شرکت کیلئے تشریف لے گئے، جب دربار میں پہنچے تو اندر جانے سے روک دیا گیا اور یہ کہا گیا کہ چونکہ آپ نے ہندوستانی جوتا پہنا ہوا ہے اور ہندوستانی جوتا پہن کر اندر جانے کی اجازت نہیں آپ انگریزی بوٹ پہن کر آئیں انہوں نے کہا کہ میں تو یہی جوتا پہنتا ہوں اگر اس جوتے کیساتھ اندر جانے کی اجازت نہیں تو میں یہیں باہر بیٹھتا ہوں آپ اندر اطلاع کرادیں کہ فلاں صاحب آئے ہیں لیکن ہندوستانی جوتا پہنے ہوئے ہیں چنانچہ جب اندر اطلاع کی گئی تو گورنر خود اٹھ کر دروازے پر آئے اور کہا کہ آپ کا جوتا تو بہت اچھا ہے اور یہ کہہ کر ان کو عزت واحترام کیساتھ اندر لے جا کر بٹھایا اور دوسرے لوگ دیکھتے رہ گئے۔ (تاریخ علماءِ دیوبند)

انسان اور شیطان کا مقابلہ

فقیہ ابواللیثؒ فرماتے ہیں۔ کہ ابو محمدؒ نے فرمایا (ابو محمدؒ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے) کہ ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا یا اللہ تو نے انسان کے واسطے اپنی عبادت کے مخصوص گھر بنائے میرے لیے اس طرح کا کوئی گھر نہیں؟ فرمایا تیرا گھر حمام ہے ابلیس نے کہا انسانوں کی مجلس میں میرے لیے کون سی جگہ ہے؟ فرمایا بازار ابلیس نے کہا ان کے پڑھنے کیلئے قرآن دیا (یا کوئی آسمانی کتاب) میرے لیے کیا ہے؟ فرمایا شعر! ابلیس نے کہا انسانوں کا مشغلہ آپس میں باتیں کرنا ہے۔ میرا مشغلہ کیا ہے۔ فرمایا، جھوٹ، ابلیس نے کہا انسانوں کو اذان دی (جس سے وہ نماز کیلئے جمع ہوجاتے ہے۔ میری اذان کیا ہے۔ فرمایا، گانا بجانا، ابلیس نے کہا، انسانوں کیلئے رسول بھیجے میرے لیے کیا بھیجا ہے فرمایا: تیرے لیے نجومی اور کاہن ہے۔ ابلیس نے کہا انسانوں کو کتاب دی، میرے لئے کون سی کتاب ہے؟ فرمایا: تیرے لیے وشم ہے (ہاتھوں کے نشانات) ابلیس نے کہا، انسانوں کیلئے شکارگاہیں بنائیں میری شکارگاہ کون سی ہے؟ فرمایا عورتیں تیری شکارگاہ ہیں۔ ابلیس نے کہا انسانوں کے لئے کھانے کی بہت سی چیزیں بنائیں میرے لئے کھانے کو کیا ہے؟ فرمایا: وہ کھانا جس پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے۔ (تنبیہ الغافلین ص:۲۷۷)

احترام علم

امام بغویؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ قاضی شریکؒ (م ۱۹۷ھ) کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ان کے پاس خلیفہ مہدی کا بیٹا آیا اور ٹیک لگا کر ان سے حدیث پوچھی آپ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی لڑکے نے کہا آپ خلفاء کی اولاد کی توہین کرتے ہیں آپ نے فرمایا: یہ بات نہیں اصل بات یہ ہے کہ میں علم کی ناقدری نہیں کرتا اس کا احترام کرتا ہوں۔ شہزادہ سمجھ

دار تھا سمجھ گیا اور گھٹنے ٹیک کر کہ حدیث دریافت کی، قاضی صاحب نے فرمایا: ھکذا یطلب العلم ہاں اس طرح علم کو حاصل کیا جاتا ہے۔ (تاریخ الخلفاء عربی ص: ۲۷۵)

کامل ادب

امام مالکؒ ایک مرتبہ حدیث پڑھا رہے تھے کہ بچھو نے انہیں کاٹا اور ایک بار نہیں بلکہ گیارہ مرتبہ کاٹا مگر آپ نے ذرا بھی اُف نہ کی اور برابر حدیث بیان کرتے رہے۔ جب امام مالک پڑھا چکے تو خادم نے دریافت کیا کہ اثناء درس آپکے چہرے کا رنگ کیوں بدل رہا تھا تو فرمایا کہ بچھو نے مجھے گیارہ بار ڈنک مارا لیکن میں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب وجہ سے نہ اٹھا اب اسکو تلاش کر کے مار ڈالو۔ چنانچہ تلاش کر کے مار دیا گیا۔

مومن کی فراست

قاضی ایاسؒ کی فراست وبصیرت ضرب المثل ہے ایک بار قاضی ایاس چند لوگوں کے ساتھ کھڑے تھے کہ کوئی خوفناک واقعہ پیش آیا تین عورتیں بھی اس جگہ موجود تھیں قاضی ایاس نے کہا ان تینوں عورتوں میں سے ایک حاملہ ایک مرضعہ (دودھ پلانے والی) اور ایک باکرہ (کنواری) ہے تحقیق کرنے پر ان عورتوں کے متعلق قاضی ایاس کی بات درست نکلی جب ایاس سے پوچھا گیا کہا آپکو اس کا اندازہ کیسے ہوا فرمانے لگے حادثہ کے وقت ان عورتوں میں ایک نے پیٹ پر ہاتھ رکھا میں نے سمجھا حاملہ ہے دوسری نے پستان پر رکھا میں نے نتیجہ نکالا کہ یہ مرضعہ ہے تیسری نے اپنی شرمگاہ پر ہاتھ رکھا میں نے اس سے اسکے باکرہ ہونے پر استدلال کر دیا وجہ اسکی یہ ہے کہ خوف اور خطرے کے وقت انسان کو فطری طور پر اپنی سب سے عزیز چیز کی فکر ہوتی ہے اس پر ہاتھ رکھتا ہے۔ (شرح مقامات للشریشی۔ ج: ۱، ص: ۱۸۳)

یہ کونسی کتاب ہے

ایک مرتبہ ایک انگریز حاکم شہر سہارنپور انڈیا کے بچوں کے ایک مدرسہ میں پہنچا اور بچوں کو تعلیم القرآن اور اسکے حفظ کرنے میں مشغول دیکھا حاکم نے استاد سے سوال کیا یہ کون سی کتاب ہے؟ اس نے بتایا یہ قرآن مجید ہے پھر حاکم نے سوال کیا کیا ان میں سے کسی نے پورا قرآن حفظ کیا ہے استاد نے کہا ہاں اور چند لڑکوں کی طرف اشارہ کیا اس نے جواب سنا تو اسے تعجب ہوا اور کہنے لگا ان میں ایک لڑکا بلاؤ اور قرآن مجید میرے ہاتھ میں دے دو میں اس سے امتحان لونگا آپ جس کو چاہے بلا لیجئے چنانچہ خود اس نے ایک لڑکے کو بلایا جس کی عمر ۱۳ سال یا ۱۴ سال کی تھی اور چند مقامات سے اس کا امتحان لیا جب اسے کامل یقین ہو گیا کہ یہ پورے قرآن کا حافظ ہے تو حیران ہوا اور کہنے لگا میں شہادت دیتا ہوں کہ جس طرح قرآن کیلئے تو اتر اور حفاظت ثابت ہے کسی کتاب کو ایسا تو اتر میسر نہیں محض ایک بچے کے سینے سے پورے قرآن کا صحت الفاظ اور ضبط اعراب کے ساتھ لکھا جانا ممکن ہے۔ (بائبل سے قرآن تک ص:۱۹۹)

خوف الٰہی کا غلبہ

ایک دفعہ حضرت فضیل بن عیاضؒ کے سامنے ایک اچھی آواز والے قاری صاحب نے تلاوت کی تو آپ نے قاری صاحب سے فرمایا آپ میرے بچے کے سامنے جا کر تلاوت کریں لیکن سورۃ القارعہ ہرگز مت پڑھنا کیوں کہ خشیت الٰہی کی وجہ سے وہ قیامت کا ذکر سننے کی طاقت نہیں رکھتا یہ بات قاری صاحب کو یاد نہ رہی اور انہوں نے دوسری سورتوں کی تلاوت کے بعد سورۃ القارعہ کی بھی تلاوت کی جسے سن کر آپ کے صاحبزادے کی جان نکل گئی۔ (تذکرۃ الاولیاء)

اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

حضرت ابوبکر بن صیدلائی فرماتے ہیں کہ میں نے سلیمان بن منصور بن عمار سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی کوخواب میں دیکھا تو عرض کیا کہ آپ کے رب نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا میرے پروردگار نے مجھے اپنا قرب عطا فرمایا ہے اور کہا ہے اے گناہ گار بوڑھے معلوم ہے میں نے تجھے کیوں بخشا ہے؟ میں نے عرض کیا یا الٰہی! معلوم نہیں فرمایا تو نے ایک بار لوگوں کیلئے ایک مجلس (وعظ) لگائی تھی اور ان کوڈرایا تھا پس میرے بندوں میں سے ایک وہ بندہ بھی رویا تھا جو میرے خوف سے پہلے کبھی بھی نہیں رویا تھا پس میں نے اس کو معاف کردیا تھا اور اہل مجلس پر اس وجہ سے عنایت کی تھی کہ ان میں سے ایک تو بھی تھا۔ (ماہنامہ بنات عائشہ نومبر ۲۰۰۴)

امام ابو یوسفؒ کی فقاہت

امام مالک نے ایک مرتبہ فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک شخص ابو یوسف کے پاس آیا اور اس نے کہا میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر میں ایک جاریہ (باندی) نہ خریدوں تو میری بیوی مجھ پر طلاق۔ مگر اب میں سوچتا ہوں کہ ایسا کرنا میرے لئے آسان نہیں ہے کیونکہ میں اپنی بیوی سے محبت اور الفت کرتا ہوں اور میری نظر میں اس کی وقعت اور عظمت ہے، یہ سن کر قاضی ابو یوسف نے کہا تم ایسا نہیں کرتے کہ ایک کشتی خرید لو وہ بھی تو جاریہ ہی ہے۔ (علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات ص:۱۰۲)

کتابت حدیث میں انہماک

ابن جوزیؒ کا حدیث کی سماعت و کتابت میں اتنا اشتغال تھا۔ کہ اپنے ہاتھ سے مرویات حدیث کی کتابت کی بعض مورخین کا بیان ہے۔ کہ انھوں نے انتقال کے وقت

وصیت کی کہ ان کے غسل کا پانی اس کترن اور برادہ سے گرم کیا جائے جو حدیث کے لکھنے کیلئے قلم بنانے میں جمع ہو گیا تھا، چنانچہ وہ اتنا تھا کہ پانی گرم ہو گیا اور بچا رہا۔ (نفیس پھول ص: ۱۴)

شیخ الحدیث سالن گرم کرنے کا معاوضہ بھی دیتے تھے

حضرت مولانا زکریاؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب کے زمانے میں مدرسہ کا مطبخ جاری نہیں ہوا تھا، نہ مدرسہ کے قریب کسی طباخ کا مکان تھا، گھر والوں کے نہ ہونے کے زمانے میں جامع مسجد کے قریب ایک طباخ کی دوکان تھی جس کا نام اسمٰعیل تھا اسکے یہاں سے کھانا آیا کرتا تھا، سردی کے زمانہ میں وہاں سے کھانا آتا، خصوصاً شام کو ٹھنڈا ہوجاتا تھا تو سالن کے برتن کو مدرسہ کے حمام کے سامنے اندر نہیں بلکہ باہر رکھوا دیتے تھے اس کی تپش سے وہ تھوڑی دیر میں گرم ہوجاتا تھا تو یہ فرما کر دو تین روپے ہر ماہ چندہ کے اندر داخل فرمایا کرتے تھے کہ مدرسہ کی آگ سے انتفاع ہوا ہے تنخواہ تو میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنے سات سالہ قیام مدرسہ میں کبھی لی بھی نہیں۔ (اکابر کا تقویٰ، ص: ۲۹۰)

زہد واستغناء

شیخ جلال الدین نے سید الاقطاب میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ کا دریا کے کنارے گزر ہوا وہاں ایک ہندو جوگی آنکھیں بند کئے ہوئے بیٹھا تھا۔ تھوڑی دیر میں اس نے آنکھیں کھولیں اور شیخ کی طرف متوجہ ہو کر بڑی مبارک باد دی کہ تم بڑے اچھے وقت پر دریا پر آئے ہو اسلئے کہ میرے پاس ایک پارس کی پتھری ہے اور میں نے اپنے دل میں یہ عہد کیا تھا کہ آنکھیں کھولنے کے بعد جو شخص سب سے پہلے نظر پڑے گا اس کو دونگا اب اتفاقاً تو مل گیا یہ کہہ کر بڑے احسان رکھ کہ وہ پتھری حضرت شیخ کی نظر کر دی حضرت نے لے

کراس کو دریا میں ڈال دیا وہ جوگی انتہائی غصہ سے بے چین و مضطرب ہوا اور نہایت حسرت وقلق سے رو کر کہنے لگا کہ یہ کیا کیا ایسی نایاب چیز کی یہی قدر تھی پس میرا پتھر مجھے واپس کرو حضرت نے فرمایا کہ تم مجھ کو دے چکے تھے مجھے اختیار تھا کہ جو چاہے کروں، اس نے بے چینی پر اصرار کیا حضرت شیخ نے فرمایا کہ دریا میں گھس جا اور اپنا پتھر اٹھا مگر شرط یہ ہے اپنا ہی پتھر اٹھانا وہاں گھس کر دیکھا کہ اس سے بہتر سینکڑوں پتھریاں وہاں پڑی ہیں اپنے پتھر کے ساتھ ایک اور چپکے سے اٹھالی حضرتؒ نے آواز سے فرمایا کہ یہ بدعہدی ہے بلا آخر وہ دونوں پتھریاں لایا اور لاکر حضرت کی خدمت میں سر رکھ دیا اور مسلمان ہو گیا۔ (تاریخ مشائخ چشت ص،۱۸۵)

علم کسی کے پاس نہیں جاتا

ایک مرتبہ ھارون الرشید مدینہ طیبہ حاضر ہوا وزیر جعفر برمکی کو آپ کے پاس بھیجا کہ سلام پہنچائے اور خواہش ظاہر کی کہ موطاء لاکر مجھے سنا دیں آپ نے فرمایا۔ خلیفہ سے بعد از اسلام کہہ دینا کہ علم کسی کے پاس نہیں جاتا بلکہ لوگ اسی کے پاس آتے ہیں جعفر نے پیغام پہنچا دیا پھر امام مالکؒ کی ملاقات خلیفہ سے ہوئی تو اس نے شکایت کی کہ آپ نے میرا حکم رد کر دیا، امام مالکؒ نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت و بادشاہت دی ہے اگر آپ ہی ان علماء کی قدر نہیں کریں گے تو خطرہ ہے کہ اللہ آپکی عزت برباد نہ کردیں یہ سن کر خلیفہ اٹھا اور موطاء سننے کیلئے امام صاحبؒ کے ساتھ ہو گیا۔ (اشرف الہدایہ ج:۱،ص:۸۳)

علماء اور خدام میں فرق

ہارون رشید ایک روز آئے تو سب لوگ احتراماً کھڑے ہو گئے مگر محمد بن حسنؒ کھڑے نہ ہوئے خادم آیا اور محمد بن حسنؒ کو بلا کر لے گیا آپ کے اصحاب اور تلامذہ بہت گھبرائے جب باہر آئے تو حاضرین نے دریافت کیا محمدؒ کہنے لگے ہارون نے دریافت کیا تھا آپ لوگوں کے

ساتھ کھڑے کیوں نہ ہوئے میں نے جواب دیا مجھ پر یہ بات ناگوار گزری کہ میں اس طبقہ سے نکل جاؤں جس میں آپ نے مجھے داخل فرمایا ہے آپ نے مجھے علماء میں شامل کیا ہے، مجھے یہ پسند نہ آیا کہ میں علماء سے نکل کر زمرہ خدام سے جاملوں۔ (اشرف الہدایہ ج:۱،ص:۹۹)

حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا خواب توبہ کو غنیمت جانو

حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے مجھ سے طاقیہ کی درخواست کی میں نے اس کو نہ دیا۔ اس نے بہت منت وسماجت اور گریہ وزاری کی۔ تو میں نے کہا کہ انشاء اللہ جب تم واپس آؤ گے تو تمہیں مرید کروں گا۔ اتفاق سے اسی سفر میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اسی رات کو میں نے خواب دیکھا وہ مجھ سے کہہ رہا ہے کہ آپ نے جبراً مجھ کو رحمتِ حق سے محروم رکھا اگر میں جانتا کہ اللہ کی رحمت اتنی بے پایاں اور کشادہ ہے تو میں ہرگز آپ سے طاقیہ نہ مانگتا۔ اس کے بعد میں نے اپنے دل میں کہا کہ نظام زمانہ آخر ہے، توبہ کرنے والے اس زمانے میں بہت کم ہیں اگر کوئی توبہ کی خواہش کرتا ہے تو اس میں رکاوٹ نہ بنو۔ اللہ کی رحمت کو تنگ مت کرو۔ اتنا بیان کرنے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ ان بزرگوں کا مقصد ہر شخص کو مرید کرنے سے یہ تھا کہ زمانہ آخر ہے اور اچھے طالب حق بہت کم ہیں اگر عام لوگوں کی طرف بیعت کا ہاتھ بڑھائیں گے تو ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی اچھا طالب حق نکل آئے اور پھر اس کے طفیل میں اور دوسرے بھی نکل آئیں۔ پیدا ہوتے ہی تو طلب حق کی صدا اس کے کان میں نہیں جاتی جب بیعت کے بعد صحبت اختیار کرے گا اور اچھی اچھی باتیں عاشقان خدا کی سنے گا تو پھر وہ طالب حق ہو جائے گا۔ (جوامع الکلم صفحہ ۴۱۷، ملفوظات خواجہ بندہ نواز۔ مرتب: سید محمد اکبر حسینیؒ)

یہودی طلباء کی خدمت سے اسلام کی دولت نصیب ہوئی

محمد بن جریرؒ کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک جماعت کے ساتھ طلب علم کے لئے نکلے اور

شہر میں جا کر اترے اور تحصیل علم میں مشغول ہوئے۔ ہمارے پاس خرچ نہ رہا تو ہم نے واپس ہونے کا ارادہ کرلیا، اتنے میں ایک یہودی نے آ کر ہم میں سے ہر ایک کو تین تین درہم دیئے اسی طرح چالیس بار یہی اتفاق ہوا ہم نے اس کا جواب پوچھا کہنے لگے کہ توریت میں پڑھا ہے، اس میں ہے کہ طالب علموں پر خرچ کرنا فی سبیل اللہ خرچ کرنے میں سب سے افضل ہے میں نے کسی یہودی کو اس کا طالب نہیں پایا جس کے طالب تم لوگ ہو۔ اس کے بعد ہم نے اس کو رخصت کر دیا اور حج کیلئے روانہ ہو گئے۔

ایک روز میں نے اس کو کعبہ کے گرد پھرتے دیکھا ہم نے اس سے پوچھا اس کا سبب کیا ہوا؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا نے اہل علم پر خرچ کرنے کی بدولت تجھ کو اسلام سے مکرم کر دیا ہے۔ میں آپ کے ہاتھوں پر مسلمان ہوا اور میرے گھر میں سترہ آدمی تھے ہر ایک نے ویسا ہی خواب دیکھا جیسا کہ میں نے دیکھا تھا، پھر کیا تھا سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ (نزہۃ المجالس صفحہ ۵۰۲ رجلد دوم)

حضرت خواجہ علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ خواب میں دیکھا

جب حضرت خواجہ علاؤالدینؒ کو مرض موت ہوا تو فرمانے لگے کہ مجھے کوئی آرزو دل میں سوائے اس کے نہیں رہی ہے کہ دوست آئیں اور مجھ کو نہ پائیں اور شکستہ خاطر ہو کر واپس ہو جائیں، اور فرمایا کہ رسم عادت کو چھوڑو جو کچھ رسم عادت خلق کی ہے اس کے خلاف کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت رسم عادت و بشریت کو توڑنے کے واسطے تھی۔ فرمایا تمام کاموں میں عزیمت پر عمل کرو۔ اور سنت مؤکدہ پر مداومت کرنا اور اسی اثناء میں کلمۂ توحید پڑھا اور انتقال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ کی وفات ۲۰ /رجب ۸۰۲ھ کو ہوئی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے ایک مرید نے خواب میں دیکھا کہ حضرت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انواع کی مہربانیاں فرمائیں منجملہ ازاں ایک یہ ہیکہ جوکوئی چالیس فرسنگ میری قبر کے گرد دفن ہوگا وہ بخشا جائے گا۔ (مشائخ نقشبندیہ مجددیہ صفحہ ۱۱۷/ مولف: محمد حسن نقشبندی)

شہادت سے پہلے خواب میں اپنی حور کو دیکھا

شیخ عبدالواحد بن زیدؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نے جہاد کی تیاری کی میں نے اپنے ساتھ والے رفیقوں سے کہا کہ جہاد کے فضائل میں ہر شخص دو دو آیتیں پڑھنے کے لئے تیار ہو جائے۔ پس ہر شخص نے ہم میں سے یہ آیتیں پڑھی:

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَ اَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ۔

(یعنی بیشک اللہ تعالیٰ نے خریدی مسلمانوں سے ان کی جان اور مال اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔ یہ آیت سن کر ایک لڑکا جو چودہ پندرہ برس کی عمر کا تھا اور اس کا باپ بہت سارا مال چھوڑ کر مر گیا تھا کھڑا ہوا اور کہا عبدالواحد! کیا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی جان و مال جنت کے بدلے خرید لی؟ شیخ نے فرمایا، ہاں بیشک اس نے خرید لی ہے۔ اس نے کہا تو میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنا مال اور جان جنت کے بدلے میں بیچ دی۔ میں نے کہا دیکھ خوب سوچ سمجھ لے؟ تلوار کی دھار تیز ہوتی ہے۔ اور تو بچہ ہے مجھے یہ خوف ہے کہ شاید تجھ سے صبر نہ ہو سکے اور عاجز ہو جائے۔ اس نے جواب میں کہا کہ یا شیخ میں اللہ تعالیٰ سے معاملہ کروں اور پھر عاجز ہو جاؤں اس کے کیا معنی؟ میں خدائے تعالیٰ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے اپنا سب مال اور اپنی جان فروخت کر دی۔ شیخ نے فرمایا میں اتنی بات کہہ کر نادم بھی ہوا اور اپنے جی میں کہا کہ دیکھو اس بچے کی کیسی عقل ہے اور ہم کو باوجود بڑے ہونے کے عقل نہیں ہے۔

القصہ: اس لڑکے نے اپنے گھوڑے اور ہتھیار اور کچھ ضروری اخراجات کے سوا کل مال صدقہ کر دیا، جب نکلنے کا دن ہوا تو سب سے پہلے ہمارے پاس آیا اور کہا یا شیخ! السلام علیکم ،شیخ کہتے ہیں کہ میں نے سلام کا جواب دیکر کہا خوش ہو تمہاری بیع نفع مند ہوئی، پھر ہم جہاد کیلئے چلے اور اس لڑکے کی یہ حالت تھی کہ رستہ میں دن کو روزہ رکھتا اور رات بھر نماز میں کھڑا رہتا اور ہماری اور ہمارے جانوروں کی خدمت کرتا اور جب ہم سوتے تو ہمارے جانوروں کی حفاظت کرتا اور جب ہم روم کے ایک شہر کے قریب پہونچے تو ہم نے دیکھا کہ وہ جوان چلا چلا کر کہہ رہا ہے کہ اے عیناء مرضیہ تو کہاں ہے؟ میرے رفیقوں نے کہا کہ شاید یہ مجنوں ہو گیا ہے میں نے اسے بلا کر پوچھا کہ بھائی کسے پکار رہے ہو اور عیناء مرضیہ کون ہے تو اس نے ساری کیفیت بیان کر دی کہ میں کچھ غنودگی کی سی حالت میں تھا کہ میرے پاس ایک شخص آیا اور کہا عیناء مرضیہ کے پاس چلو میں اس کے ساتھ ساتھ ہولیا وہ مجھے ایک باغ میں لے گیا کیا دیکھتا ہوں کہ نہر جاری ہے پانی نہایت صاف وشفاف ہے۔ نہر کے کنارے نہایت حسین حسین لڑکیاں ہیں کہ زیور ولباس گرانبہا سے آراستہ وپیراستہ ہیں جب انہوں نے مجھے دیکھا تو خوش ہوئیں اور آپس میں کہنے لگیں کہ یہ عیناء مرضیہ کا خاوند ہے، میں نے سلام کر کے پوچھا تم میں سے عیناء مرضیہ کونسی ہے؟

انہوں نے کہا کہ ہم تو اسکی لونڈیاں باندیاں ہیں وہ تو آگے ہے۔ میں آگے گیا تو ایک نہایت عمدہ باغ میں لذیذ وذائقہ دار دودھ کی نہر بہتی دیکھی اور اس کے کنارے بھی پہلی عورتوں سے بھی زیادہ حسین دیکھیں انہیں دیکھ کر تو میں مفتون ہو گیا وہ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور کہا کہ یہ عیناء مرضیہ کا خاوند ہے۔ میں نے پوچھا وہ کہاں ہے؟ کہا وہ تو آگے ہے۔

ہم تو اس کی خدمت کرنیوالی ہیں تم گھر جاؤ میں آگے گیا تو کیا دیکھا ایک نہر خالص مزیدار شراب کی جاری ہے اور اس کے کنارے ایسی حسین وجمیل عورتیں بیٹھی ہیں کہ انہوں نے پہلی سب عورتوں کو بھی بھلا دیا۔ میں نے ان سے سلام کر کے پوچھا عیناء مرضیہ کیا تم میں ہے؟ انہوں نے کہا ہم میں تو نہیں ہم سب تو اس کی کنیزیں ہیں وہ آگے ہے تم آگے جاؤ۔ میں آگے گیا تو ایک تیسری نہر خالص شہد کی بہتی دیکھی اور اس کے کنارے عورتوں نے پچھلی سب عورتوں کو بھلا دیا میں نے ان سے بھی سلام کر کے پوچھا عیناء مرضیہ کیا تم میں ہے؟ انہوں نے کہا اے ولی اللہ ہم تو اس کی لونڈیاں ہیں باندیاں ہیں تم آگے جاؤ۔ میں آگے چلا تو دیکھتا ہوں کہ ایک سپید موتی کا خیمہ ہے اور اس کے دروازے پر ایک حسین لڑکی کھڑی ہے اور وہ ایسے عمدہ عمدہ زیور ولباس سے آراستہ ہے کہ میں نے آج تک کبھی نہیں دیکھے۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو خوش ہوئی اور خیمہ میں پکار کر کہا اے عیناء مرضیہ تمہارا خاوند آ گیا۔ میں خیمے کے اندر گیا ایک جڑاؤ سونے کا تخت بچھا ہوا ہے اس پر عیناء مرضیہ جلوہ افروز ہے۔ میں اسے دیکھتے ہی مفتون ہو گیا اس نے دیکھتے ہی کہا مرحبا اے ولی اللہ اب تمہارے یہاں آنے کا وقت قریب آ گیا میں دوڑا اور چاہا کہ گلے سے لگالوں اس نے کہا ٹھہرو ابھی وقت نہیں آیا اور ابھی تمہاری روح میں حیات دنیوی باقی ہے آج رات اِنْشَاءَ اللّٰہُ تم یہیں روزہ افطار کرو گے، میں یہ خواب دیکھ کر جاگ اٹھا اور اب میری یہ حالت ہے صبر نہیں۔

شیخ عبدالواحدؒ فرماتے ہیں کہ ابھی ہماری باتیں ختم نہ ہوئی تھیں کہ دشمن کا ایک گروہ آیا اور اس لڑکے نے سبقت کر کے ان پر حملہ کیا اور نو کافروں کو مار کر شہید ہو گیا۔ جب وہ شہید ہوا تو میں اس کے پاس آیا دیکھا تو خون میں لت پت ہے اور قہقہا مار کر خوب ہنس رہا ہے۔ تھوڑی

دیر نہ گزری تھی کہ طائر روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ (نزہۃ البساتین، قصص الاولیاء جلد اول صفحہ ۸۲/ ۸۳/ امام جلیل جزنبیل ابی محمد عبداللہ ابن اسعد یمنی یافعیؒ)

مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی قربانیاں

مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بڑی غربت وافلاس کے عالم میں علم حاصل کیا ٹوپیاں بن کر اپنا خرچ چلاتے تھے اور مسائل وفقہ کے اندر وہ مقام ومرتبہ اللہ تعالیٰ نے عطا کیا کہ ان کی نظیر ملک ہی میں نہیں بلکہ بیرون ملک میں بھی نہیں ملا کرتی تھی اگر تاریخ کے اوراق کو اٹھا کر دیکھیں تو ایسے بہت سے لوگ ملیں گے جنہوں نے غربت وافلاس ہی میں علم حاصل کیا تھا پھر آگے چل کر وہی وقت کے امام اور پیشوا بنے۔ شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں آتا ہے کہ چھ مہینے تک ان کے پاس چپل نہیں ہوتا اور اس کے لئے والد محترم سے تذکرہ تک نہ کیا بلکہ اس کی ضرورت ہی محسوس نہ کی مدرسہ کی چہاردیواری کے اندر رہ کر علم دین حاصل کرتے رہے باہر جانے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی اسی محنت کی وجہ سے ان کی کتابوں کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ دنیا کے بیشتر ملکوں میں پڑھی جارہی ہے۔ (تذکرہ اکابرین، ص/43)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت اور شفقت

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ میرے اوپر ایسا وقت تھا، کہ کوئی لکھنے کے لئے کاغذ نہیں ہوتا تھا، میرے پاس، تو میں بڑے جانور کی بڑی ہڈیاں تلاش کرتا پھرتا تھا، ڈھونڈتا تھا، بڑی ہڈی کہیں سے مجھے مل جائے، کیوں؟ خشک ہڈی پر میں لکھ کے رکھتا تھا، اور ان کو اپنے گھر کے کونے میں ڈال دیتا تھا، یہ میری کتابیں ہوتی تھیں، کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ بڑی ہڈیوں کو ڈھونڈنے والا بچہ آنے والے وقت میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بننے والا ہے۔

فرماتے ہیں کہ علم کی طلب میرے اندر اتنی تھی کہ میں منیٰ کے میدان میں تھا، مجھے ایک بوڑھا نظر آیا، میں نے پوچھا کہاں سے آئے، کہنے لگا مدینہ سے تو مجھے اس کے ساتھ محبت ہوئی کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے آیا ہوا ہے، میری کیفیت کو دیکھ کر مجھ سے کہا، کہ میری دعوت قبول کرلو، میں نے کہا بہت اچھا، اتنا کہنے کے بعد بڑے میاں نے تھیلی کھولی، اوراس کے اندر جو ماحضر تھا، اسے دسترخوان پر لگا دیا، اور میں نے بھی کھانا شروع کر دیا، وہ مجھ سے بات چیت کرنے لگا، میں نے پوچھا، بڑے میاں سنا ہے کہ مدینہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ رہتے ہیں، اس نے کہا تمہیں ان سے ملنا ہے، میں نے کہا: خواہش تو بڑی ہے، سفر کے وسائل نہیں ہیں میرے پاس، بہت لمبا سفر تھا، اس زمانے میں اونٹوں سے سفر کرتے تو دو ہفتے لگا کرتے تھے، اور پیدل مہینوں لگتے تھے، میں نے کہا: کہ سفر کے وسائل نہیں، اس نے کہا ایک بندہ ہمارے ساتھ حج میں آیا ہوا تھا، وہ فوت ہوگیا، اور اب اس کا اونٹ خالی ہے، اگر تم چاہو، تو یہ اونٹ جو کھڑا ہے اس پر لے جائیں گے، میں نے فوراً ارادہ کرلیا، فرماتے ہیں کہ قافلے والوں نے مجھے اپنے ساتھ لے لیا، اور میں مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ سولہ دن میں پہنچا اور اس دوران میں نے سولہ مرتبہ قرآن مجید مکمل پڑھ لیا، یہ اس زمانے کے طالب علم تھے، آج عمرہ والے جاتے ہیں اور پورے سفر میں ایک قرآن انکے لئے پڑھنا مشکل بن جاتا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ سولہ دن سفر کیا، سولہ قرآن کریم مکمل پڑھ لیے، جب میں مسجد نبوی پہنچا، نماز کا وقت ہو چکا تھا، تو میرا وضو تھا تو میں بھی جماعت میں شریک ہوگیا، کہنے لگے، نماز پڑھنے کے بعد لمبے قد کا آدمی ہے، تہبند باندھے ہوئے ہے، اور ایک چادر لپیٹی ہوئی ہے اور ایک اونچی جگہ پر بیٹھ گیا، اور کہنے لگا قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم میں سمجھ گیا کہ

یہ امام مالک ہیں، اورلوگ ان کے ساتھ بیٹھ گئے، میں بھی بیٹھ گیا، ان دنوں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ احادیث کی روایت کروارہے تھے، آپ حدیث روایت کرتے تھے، طلبہ کاغذ قلم سے لکھ دیتے تھے، فرمانے لگے: انہوں نے حدیث روایت کرنی شروع کی، اورسب نے کاپی پر لکھنی شروع کی، میں مسافر تھا نہ کاغذ نہ قلم، وسائل ہی نہیں تھے، دل میرا بڑا چاہا، کاش مجھے بھی ان طلبہ سے مشابہت ہوجاتی، میں بھی حدیث کی کتابت کرتا، یہ سوچ رہا تھا کہ مجھے ایک تنکا نظر آیا، میں نے وہ تنکا اٹھالیا، پھر میں نے کہا: اچھا ہونٹوں کی تری سے لگاتا ہوں، نہ سیاہی ہے اور جو وہ پڑھ رہے تھے میں اس کو اپنی ہتھیلی پر لکھ رہا تھا، چلو مجھے طلبا کے ساتھ تشبہ حاصل ہوجائے گا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ احادیث سنائی اگلی نماز کا وقت ہوگیا، مجلس برخاست ہوگئی، لوگ وضو کرنے چلے گئے، میرا وضو تھا، تو وہیں میں بیٹھا رہا، تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بلایا، نوجوان، کہاں سے آئے ہو، مکہ سے آیا ہوں، یہ تم ہتھیلی پر کیا کررہے تھے، یہ جو آپ احادیث سنارہے تھے، وہ لکھ رہا تھا، اپنی ہتھیلی دکھاؤ، جب میری ہتھیلی دیکھی تو کچھ بھی لکھا ہوا نہیں تھا، وہ کہنے لگے، یہ تو حدیث پاک کی شان میں گستاخی ہے کہ تم اس طرح اپنے ہونٹوں کا لعاب لگا کے حدیث پاک لکھتے ہو، یہ تو مناسب نہیں، میں نے کہا: حضرت میں مسافر ہوں، نہ قلم ہے، نہ کاغذ، میں آپ کے شاگردوں کے ساتھ تشبہ حاصل کرنے کے لئے ایسا کررہا تھا، حقیقت میں آپ جو پڑھا رہے تھے، میں ان کو اپنے دل پر لکھ رہا تھا، کہتے ہیں کہ میرے اس جواب پر بڑے عجیب حیران ہوگئے، کہنے لگے، اگر تم دل پر لکھ رہے تھے تو سناؤ فرماتے ہیں کہ اس مجلس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوتئیس احادیث سنائی تھیں، میں نے تمام احادیث متن اور روایت کے ساتھ ان کو سنادی۔ (تذکرہ اکابرین، ص/44)

حضرت خواجہ فریدالدین کی زبان سے فاتحہ پڑھنے کا اثر

حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کا واقعہ ہے، ایک آدمی حضرت کے پاس آیا کرتا تھا۔ایک مرتبہ آیا تو بہت زیادہ غمزدہ اور مایوس تھا حضرت نے پوچھا بھائی کیا پریشانی ہے عرض کیا حضرت بہت غم ہے بہت فکر ہے دو بیٹیاں ہیں ان کی شادی کے لئے میرے پاس کوئی انتظام نہیں، حضرت نے فرمایا کہ اچھا دو اینٹیں اٹھا کر لاؤ، وہ لایا حضرت نے ایک پر کچھ پڑھ کر دم کیا تو سونے کی بن گئی اور دوسری پر دم کیا تو چاندی کی بن گئی۔

حضرت نے فرمایا کہ ان کو فروخت کر کے شادی کر وہ خوشی خوشی چلا گیا، شادی خوب دھوم دھام سے ہوئی، جب آدمی کو مفت میں ملتا ہے تو بہت زیادہ خرچ کرتا ہے تو چند دنوں کے بعد وہ سب ختم ہو گیا، بیوی سے مشورہ کیا، بیوی نے کہا حضرت نے جو دعا پڑھی تھی وہ تم سیکھ کر آؤ اور اس دعا کے ذریعہ ہم انشاءاللہ مالدار ہو جائیں گے، حضرت کے پاس آیا تو حضرت سمجھ گئے، سلام کے بعد ادھر اُدھر کی باتیں کی، اس کے بعد عرض کیا حضرت وہ دعا سکھا دیں جو آپ نے اس دن اینٹ پر پڑھی تھی تو حضرت نے ہنس کر فرمایا کہ بھائی ہم نے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے ایک کو سونا اور دوسرے کو چاندی بنا دیا، اس کو یقین نہیں آیا کہا وہی سورۃ فاتحہ جو قرآن کریم کے شروع میں ہے، فرمایا ہاں ہاں وہی تو ہے، عرض کیا کتنی بار پڑھی تھی، فرمایا میں نے تو ایک بار پڑھی تھی تم تین بار پڑھ لینا، اس کو نسخہ مل گیا چونکہ بے قراری تو پہلے سے تھی، فوراً سلام کر کے چل دیا، گھر میں آیا بیوی سے کہا کہ سارا گھر صاف کرو تمام گھر کا آنگن پاک صاف کیا، جتنی پرانی اینٹیں تھیں سب دھوئی، سب کو ایک جگہ جمع کر دیا اس نے سورۂ فاتحہ ایک بار پڑھی دو بار تین بار سات بار پڑھی کچھ بھی اثر نہیں ہوا، سوچا حضرت نے دعا اصلی والی نہیں بتلائی۔

پھر حضرت کے پاس آیا حضرت سمجھ گئے فرمایا بھائی کیا بات ہے؟ عرض کیا حضرت سو بار پڑھ کر دم کیا تب بھی کچھ نہیں ہوا، حضرت نے فرمایا سورہ فاتحہ بھی وہی ہے جو فریدؒ نے پڑھی تھی اور اینٹ بھی وہی ہے لیکن میرے دوست فرید کی زبان کہاں سے لائے گا، اس لئے کہ فرید کی زبان نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، فرید کی زبان نے کبھی گالی نہیں دی، فرید کی زبان نے کبھی حرام نہیں کھایا، فرید کی زبان نے کبھی غیبت نہیں کی، فرید کی زبان نے کبھی کسی پر بہتان نہیں باندھا، فرید کی زبان ہمیشہ ذکر میں مشغول رہی۔ اینٹ تم لا سکتے ہو سورہ فاتحہ تم پڑھ سکتے ہو لیکن فرید کی زبان تمہارے پاس نہیں۔

معلوم ہوا کہ زبان جتنی پاک اور صاف ہوگی اور اس کا ظاہر و باطن جتنا اچھا ہوگا اللہ تعالیٰ سے اتنا ہی قرب ہوگا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا **اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً** تم عاجزی اور انکساری کے ساتھ یعنی بے انتہا اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکارو: **اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ** اور اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ **وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا** اور تم زمین پر فساد مت کرو جبکہ اصلاح ہو جائے۔

ایک چرواہے کی حضورِ قلبی کی دعا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا ایک بکریاں چرانے والا اللہ تعالیٰ سے خوب مانگ رہا ہے، رو رہا ہے گڑگڑا رہا ہے خوب عاجزی سے مانگ رہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس پر رحم آ گیا اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ آپ اس کی دعا کو قبول نہیں فرماتے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ اگر یہ تجھ سے اتنی عاجزی سے مانگتا تو کیا کرتا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ میں فوراً اس کی حاجت پوری کر دیتا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے

موسیٰ تو اس کے ظاہر کو دیکھ رہا ہے اور میں اس کے باطن کو دیکھ رہا ہوں چرواہا دعا مانگتا ہے اور دیکھتا ہے بکریاں محفوظ ہیں یا نہیں، دعا تو مانگ رہا ہے لیکن اس کا دل بکریوں میں اٹکا ہوا ہے، موسیٰ علیہ السلام اس کے پاس آئے اور کہا کہ دل سے بکریوں کی طمع نکال کر دعا مانگ، اس نے حضوریٔ قلب سے دعاء مانگی، اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی، معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بندے کی دعا کو قبول فرماتے ہیں، بشرطیکہ خالص رجوع الی اللہ ہو کر دعا مانگے۔ (خطبات رحیمی جلد ہفتم، ص/ 38)

بابا فرید الدین گنج شکر کا استغناء

سلطان ناصر الدین ایک مرتبہ سلطان غیاث الدین بلبن جس کا نام الف خان تھا کے ساتھ اوچھ اور ملتان کی طرف گیا، جب پاک پٹن میں پہنچا تو الف خان کے ہاتھ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے پاس کچھ زر نقد معہ فرمان معافی جاگیر و عطیہ بھیجا اور زبانی یہ پیغام دیا کہ جو کچھ حاضر کیا جاتا ہے وہ آپ کے لئے نہیں بلکہ آپ کے متعلقین اور مسافروں کے لئے ہے جو اکثر آپ کے پاس فیض حاصل کرنے کے لئے آتے رہتے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ زر نقد تو فقراء پر تقسیم کر دو اور مصائب و آفات کا یہ پیش خیمہ یعنی یہ فرمان جاگیر واپس لے جاؤ۔

کیا استغناء تھا، کیا بے غرضی تھی، جو کام کرتے تھے خلوص سے کرتے تھے، نہ ستائش کی پرواہ تھی نہ صلہ کی تمنا۔ (ناقابل فراموش واقعات)

شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادیؒ کا استغناء

مولوی محب اللہ خان صاحب نے بیان فرمایا کہ ہم سے نواب کلب علی خان والیٔ ریاست رامپور بے تکلفی رکھتے تھے اور بہت محبت کرتے تھے، ایک دن نواب صاحب نے ہم سے اپنا خیال ظاہر کیا کہ ہم کو بہت تمنا ہے کہ مولانا فضل الرحمن صاحب محدث اگر رامپور

میں ہمارے پاس تشریف لائیں تو بہت خوب ہو، کیونکہ سب اہل علم ہرفن کے مجتمع ہیں مگر وہی ایک صاحب یہاں نہیں ہیں، جو شاہ عبدالعزیزؒ کے صحبت یافتہ ہیں، اس پر مولوی موصوف نے نواب صاحب سے کہا کہ اگر ان کو ہم لائیں تو آپ ان کے لئے کیا نذر کریں گے؟ نواب صاحب نے کہا لاکھ روپیہ! مولوی صاحب کی خدمت میں پیش کرونگا، چنانچہ مولوی محب اللہ کہتے تھے کہ ہم گنج مراد آباد پہنچے اور مولانا سے ملے، سب قسم کی باتیں توحید وغیرہ کی ہونے لگیں، پھر ہم نے عرض کیا کہ رامپور تشریف لے چلئے، نواب کلب علی خان آپ کے بہت مشتاق ہیں اور لاکھ روپیہ نذر کریں گے، آپ جس طرح سے بات کر رہے تھے اسی طرح کرتے رہے اور اس حکایت کو معمولی بات کی طرح ٹال دیا اور فرمایا کہ میاں لاکھ روپیہ پر خاک ڈالو اور بات سنو ؎

جو ہم دل پر ان کا کرم دیکھتے ہیں تو دل کو بہ از جام جم دیکھتے ہیں

اور پھر وہی سب عشق وغیرہ کی کہانی کرتے رہے

(اقوال سلف ج ۴ ص ۹۴)

مولانا محمد علی مونگیریؒ کا غنائے قلب

حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحبؒ گنج مرادآبادیؒ کے صحبت یافتہ اور مجاز بیعت تھے، حدیث سے فطری مناسبت تھی، خود فرماتے ہیں ''حدیث کے فراغ کے بعد جو نعمت غنائے قلب اور تقویٰ کی اللہ تعالیٰ نے عنایت کی اس کا بیان نہیں ہوسکتا، باوجودیکہ گو ظاہر میں کوئی وجہ معاش نہ تھی مگر اس قدر اطمینان قلب تھا کہ کسی بادشاہ کو بھی میسر نہ ہوگا وہاں (گنج مرادآباد) سے لوٹنے کے بعد کسی نوکری کی خواہش دل میں نہ رہی، دل میں یہ خطرہ بھی نہ آتا تھا کہ وجہ معاش تو ہے نہیں گذر کیسے ہوگی؟ (حوالہ بالا)

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کا استغناء

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے استغناء اور قناعت کا یہ حال تھا کہ بڑے سے بڑے امیر سے جن کا تعلق بھی خصوصی ہوتا تھا آپ صرف نظر رکھتے، حتیٰ کہ جو حضرات بیعت ہوتے اور کچھ ہدیہ پیش کرتے تو اس کو بھی اس وقت قبول نہ فرماتے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب فرماتے ہیں ''بیعت کرنے پر حضرت کی خدمت میں اگر نذر پیش کی گئی تو حضرت نے کبھی قبول نہیں فرمائی کہ صورۃً یہ توبہ کرانے کا معاوضہ بن جاتا ہے اور اس رسم کے مشابہ ہے جو آج کل دنیادار پیروں میں چل رہی ہے، ہاں! اس کے بعد انس ومحبت کا تعلق پیدا ہو کر اگر کوئی قلیل سے قلیل ہدیہ بھی پیش کرتا مسنون طریقہ پر آپ بخوشی قبول فرماتے۔ (حوالۂ بالا)

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی ستائش میں ایک خواب

اس زمانہ میں جب کہ حضرت خواجہ کا انتقال ہوا تھا اور آپ (حضرت مجددؒ) تعزیت کے لئے دہلی تشریف لے گئے تھے اور حضرت خواجہ کے مریدین نے آپ سے تجدید بیعت کی تھی، خواجہ حسام الدین احمد نے خواب میں دیکھا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہیں اور آپ کی مدح وستائش میں خطبہ دے رہے ہیں اور آپ کے فقراتِ فصیحہ اور کلمات ملیحہ کی تعریف فرما رہے ہیں اور ان پر فخر ومباہات کا اظہار فرما رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں اس بات پر نازاں ہوں میری امت میں شیخ احمدؒ جیسے بزرگ نے ظہور کیا ہے اور میرے دینِ متین کا مجدد ہوا ہے۔ اسی طرح خواجہ حسام الدین احمد نے خواب میں دیکھا کہ آپ سے کہا جا رہا ہے کہ فیروز آباد کے مریدین پر بلاء عظیم نازل ہونے والی ہے لیکن جو شخص آپ کے وضو کا پانی پیئے گا وہ اس بلا سے نجات پائے گا۔

نوٹ: وضو کے پانی کی حدیث پاک میں فضیلت آئی ہے لیکن حضرت مجدد الف ثانیؒ کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو پینے سے آفات اور بلاؤں سے نجات کا واقعہ صرف حضرت مجدد الف ثانیؒ کیلئے ہی خاص ہے۔ (محمد ادریس حبان رحیمی) حضرات القدس صفحہ ۳۸/ مولف: شیخ بدرالدین سرہندیؒ)

خواب میں خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان غنیؓ کی زیارت

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ایک مخلص نے جو صالح بھی تھے اور حافظِ قرآن بھی تھے، ایک مرتبہ ماہِ رمضان کے آخری عشرہ میں بیمار تھے ان دنوں انہوں نے ایک خواب میں دیکھا کہ لوگ فوج درفوج اور جوق درجوق ہر طرف سے دوڑے چلے آرہے ہیں۔ میں نے اس کا سبب دریافت کیا تو جواب ملا کہ قطب الاقطاب یعنی شیخ احمد فاروقیؒ بیمار ہیں اور اس پکے قلعے کی جامع مسجد میں تشریف رکھتے ہیں اور حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ عیادت کیلئے تشریف لائے ہوئے ہیں اس لئے لوگ ان کی زیارت کے لئے دوڑے چلے آرہے ہیں۔ میں بھی دوڑا اور حضرت امیر المومنین کے دیدار پر انوار کا شوق مجھے بھی پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۂ برحق رضی اللہ عنہ کو آپ کی عیادت کیلئے زندہ فرما کر اس دنیا میں بھیجا ہے اور آپ کا دیدار غنیمت ہے۔ دیکھا تو وہ قلعہ سراپا سنگ سرخ سے تعمیر ہوا ہے اور نہایت بلند اور مضبوط ہے اور وہ قلعہ اونچائی پر واقع ہے۔ اور جس طرح لوگ پہاڑ پر چڑھتے ہیں اس قلعہ پر بھی چڑھ رہے ہیں۔

جب میں اس قلعہ کے دروازہ کے قریب پہونچا تو لوگوں کا شور وغوغا اور ہر طرف سے دوڑنا اور بھاگنا کم ہو گیا اور لوگ دوطرفہ صف باندھے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد شہر میں شور ہوا کہ حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ جناب شیخ احمدؒ کی عیادت فرما کر واپس تشریف لے جا رہے ہیں۔ اسی اثناء میں تین شخص گھوڑوں پر سوار ظاہر ہوئے۔ یعنی حضرت ذوالنورین

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کچھ آگے تھے اور دوسرے دوسوار آپ کے پیچھے تھے۔ میں بھی صف کے برابر دست بستہ کھڑا ہو گیا، جب حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا گزر میرے سامنے سے ہوا تو میں نے آپ کے زانوئے مبارک پر ہاتھ رکھ کر بوسہ دیا اور گریہ شوق مجھ میں پیدا ہوا حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ ''جب کبھی تم مجھے یاد کرو گے میں حاضر ہو جاؤں گا'' اسی اثناء میں میری آنکھ کھل گئی اور میں نے دیکھا کہ میرے آنسو چشمے کی طرح جاری ہیں۔ (حضرات القدس صفحہ ۳۹ / مولف: شیخ بدرالدین سرہندیؒ)

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اہلیہ کا خواب

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اہلیہ محترمہ نے جو زہرۂ وقت تھیں اپنی نئی نئی شادی کے ایام میں اپنے والد ماجد الحاج شیخ سلطان کو خواب میں دیکھا (جب کہ وہ فوت ہو چکے تھے) کہ وہ فرمارہے ہیں کہ میں ابھی ابھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ پر خاص طور پر مہر ثبت کر کے تحریر فرمایا کہ میرے خاص صحابی چار ہیں اور پانچویں شیخ احمدؒ ہیں۔ (خواب ہی میں) میرے چچا شیخ زکریاؒ اس واقعے کا انکار کر رہے ہیں اور میرے والد ان سے فرمارہے ہیں کہ اس بات کا انکار مت کرو۔ کیونکہ میں بھی ابھی ابھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا اور اس خواب کو میں نے خود دیکھا ہے اور اس خواب میں کسی طرح کا کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ بیداری کے بعد اس خواب سے میں حیرت میں تھی آخر کار اللہ تعالی نے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور صحابۂ کبارؓ کی کامل پیروی کی بدولت اس مرتبے پر پہونچا دیا کہ جو شخص بھی آپ کو دیکھتا یہی کہتا تھا کہ آپ کا طریقہ بعینہ وہی ہے جو صحابۂ کبارؓ کا تھا۔ (حضرات القدس صفحہ ۳۴ / ۳۵ / مولف: مولانا شیخ بدرالدین سرہندیؒ)

خواب میں اللہ رب العزت کی زیارت

ابو یزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھا، عرض کیا کہ میں آپ کو کیوں کر پاسکتا ہوں؟ فرمایا اپنے نفس سے جدا ہو کر آجا اور حضرت احمد ابن خضرویہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ رب العزت کو خواب میں دیکھا۔ مجھ سے فرمایا کہ اے احمد سب لوگ مجھ سے کچھ مانگتے ہیں سوائے ابو یزید کے کہ وہ صرف میرا طالب ہے۔ اور ابراہیم ابن ادہمؒ فرماتے ہیں کہ میں جبریل علیہ السلام کو خواب میں دیکھا ان کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا میں نے پوچھا اسے کیا کرو گے؟ فرمایا اس پر محبین کے نام لکھوں گا میں نے کہا سب سے نیچے عاشقانِ خدا کے عاشق ابراہیم بن ادہم کا بھی نام لکھ دو، ندا آئی اے جبریل ان کا نام سب سے پہلے لکھو۔ (نزہۃ البساتین، قصص الاولیاء جلد اول صفحہ ۶۰۴ر)

حضرت مجددؒ کی فضیلت میں ایک خواب

خواجہ محمد اشرف کابلیؒ نے جو آپؒ (حضرت مجدد) کے خاص معتقدین میں سے تھے اور اپنے وقت کے بہت بڑے فاضل تھے بیان فرماتے تھے کہ ابتداء میں آپ کی خدمت میں ارادت وانابت کی غرض سے میں نے استخارہ کیا تو دیکھا کہ ایک وسیع اور مسطح بیابان ہے اور ایک جماعت دوڑتی ہوئی ایک بزرگ کی زیارت کیلئے جارہی ہے۔ میں بھی شوق کے ساتھ اس جماعت کی طرف گیا اور ان سے پوچھا کہ آپ لوگ کس بزرگ کی زیارت کو جارہے ہیں؟ ان میں سے ایک نے کہا اے بے خبر یہاں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں۔ یہ پر مسرت خبر سن کر مجھے بھی اشتیاق غالب ہوا اور خود کو اس مجمع میں پہونچا دیا۔ میں نے دیکھا کہ لوگ حلقہ بنا کر کھڑے ہوئے ہیں اور جب ایک حلقہ پورا ہو گیا تو دوسرا حلقہ شروع

ہوااور میں نے بڑی کوشش سے خود کو دوسرے حلقے میں پہونچایا اسی اثناء میں لوگوں کا ہجوم بڑھ گیا۔ یہاں تک کہ تیسرا حلقہ بھی پورا ہو گیا۔

اس وقت مجھے خیال ہوا کہ ان لوگوں سے اچھی طرح تحقیق کر لینی چاہئے تا کہ اطمینان ہو جائے اس لئے میں نے اس جماعت سے دوبارہ دریافت کیا کہ یہ سعی جو آپ لوگ کسی کی زیارت کیلئے کر رہے ہیں تو وہ بزرگ کون ہیں؟ سب نے متفق ہو کر کہا تم کو ابھی تک معلوم نہیں کہ وہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر تو میرا اشتیاق اور بڑھ گیا اور میں اپنے قد کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے بڑی کوشش سے پیر کے پنجوں پر کھڑا ہو کر دیکھنے لگا۔ جب میری نگاہ اس پرانوار چہرۂ مبارکہ پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ وہ تو حضرت مجددؒ ہیں۔

میں نے اس جماعت سے کہا کہ یہ تو حضرت مجدد ہیں اور آپ لوگ فرما رہے تھے کہ وہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لیکن پھر سب نے بالاتفاق کہا کہ نہیں وہ تو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور ایسی کیفیت مجھ پر طاری ہوئی کہ میں بیہوش ہو گیا۔ جب میں بے ہوشی سے ہوش میں آیا تو مجھ پر گریہ طاری تھا۔ اس کے بعد میں حضرت مجددؒ کی خدمت میں عقیدت اور ارادت کیلئے حاضر ہوا۔ (حضرات القدس صفحہ ۴۲ / مولف: شیخ بدر الدین سرہندیؒ)

عشق مجازی، عشق حقیقی کا ذریعہ بنا ایک خواب اور ایک عجیب داستان

رجاء ابن عمر النخعیؒ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں ایک جوان نہایت حسین وجمیل اور بہت عبادت ومجاہدہ کرنیوالا زاہد تھا۔ قبیلہ نخع میں ایک قوم کے پڑوس میں آیا اور ان کی ایک لڑکی کو دیکھ کر عاشق ہو گیا اور اس کی عقل زائل ہو گئی اور اس لڑکی کا بھی وہی حال ہوا جو

اس کا تھا۔اس شخص نے اس کے باپ سے گفتگو کی۔اس نے کہا اس کی تو اس کے چچازاد بھائی سے منگنی ہو چکی ہے۔ان دونوں کو بوجہ عشق کے سخت تکلیف ہونے لگی۔لڑکی نے اس کے پاس قاصد بھیجا کہ میں نے تمہارے عشق کا حال اور مصیبت کی داستان سنی ہے میں بھی تمہاری محبت میں مبتلا ہوں اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس آجاؤں۔ یا تمہارے آنیکے اسباب بہم پہونچاؤں۔اس نے قاصد سے کہا کہ مجھے ان میں سے کوئی طریقہ پسند نہیں ہے میں اللہ سے ڈرتا ہوں کہ اگر اس کی نافرمانی کروں تو بڑے عذاب کا اندیشہ ہے۔ میں ایسی آگ سے ڈرتا ہوں کہ نہ اس کی تیزی کم ہوتی ہے اور نہ اس کے شعلے بجھتے ہیں۔جب قاصد نے لوٹ کر یہ واقعہ اس لڑکی کو سنایا۔سن کر کہنے لگی باوجود اس حسن کے وہ پرہیزگار بھی ہے۔قسم ہے اللہ کی خوفِ خدا میں سب کو یکساں ہونا چاہئے۔اسی وقت اس نے دنیا ترک کی اور سارے کام پسِ پشت ڈالدئے۔اور ٹاٹ کا لباس پہن کر عبادت میں مصروف ہوگئی۔لیکن اس نوجوان کی محبت میں پگھلی جاتی تھی۔حتیٰ کہ اس کی محبت میں مرگئی۔وہ شخص اس کی قبر پر جایا کرتا تھا۔ ایک بار اسے خواب میں دیکھا وہ بہت اچھی حالت میں تھی۔پوچھا تو نے کیا کیا دیکھا اور تیرا کیا حال ہے؟اس نے شعر سنایا۔

نِعْمَ الْمُحِبَّةُ یَا حَبِیْبِیْ مُحْسِنًا حُبًّا یَقُوْدُ اِلٰی خَیْرٍ وَّ اِحْسَانً۔

جس کا ترجمہ یہ ہے: اے دوست ہماری محبت اچھی محبت تھی۔ایسی محبت جو خیر واحسان کی طرف پہنچاتی ہے۔پھر پوچھا اب تو کہاں پہونچی اس نے یہ شعر پڑھا۔

اِلٰی نَعِیْمٍ وَ لَا زَوَالَ لَهٗ فِی جَنَّةِ الْخُلْدِ مُلْکٌ لَیْسَ بِالْفَانِیْ۔

جس کا ترجمہ یہ ہے: ایسی نعمت اور عیش جس کو زوال ہی نہیں ہے۔جنت خلد میں جو ایسا

ملک ہے کہ اسے فنا ہی نہیں ہے۔ اس سے کہا مجھے یاد رکھ وہاں میں بھی تجھے نہیں بھولتا ہوں ۔ کہنے لگی واللہ میں بھی تجھے نہیں بھولتی ہوں اور میں نے اللہ سے دعا کی ہے کہ تو محنت اور اجتہاد کر کے میری مدد کر جب وہ مڑ کر جانے لگی تو کہا میں تجھے پھر کب دیکھونگا۔ کہا عنقریب تم میرے پاس آؤ گے۔ اس خواب کے بعد وہ شخص صرف سات روز زندہ رہا۔ رحمۃ اللہ علیہا۔ (قصص الاولیاء جلد اول صفحہ ۵۷۸ /امام جلیل جزنبیل ابی محمد عبداللہ ابن اسعد یمنیؒ)

حضرت حاذق الامت علیہ الرحمہ کا خواب

آفتاب رشد وہدایت حاذق الامت حضرت مولانا شاہ حکیم ذکی الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ پرنامبٹ (تمل ناڈو) نے فرمایا۔ ایک مرتبہ مجھے خواب آیا کہ حضرت شاہ محمد مسیح اللہ خانصاحب جلال آبادی نوراللہ مرقدہٗ، نماز میں قیام کی صورت میں ہیں۔ سیدھے بالکل سیدھے۔ مجھے دل میں آتا ہے کہ یہ صراطِ مستقیم ہے۔ سلام پھیرنے کے بعد حضرت والا مجھے دیکھ رہے ہیں میں نے یہ خواب جلال آباد حضرت اقدس کی خدمت میں لکھ کر بھیجدیا۔ اور میں نے لکھا کہ حضرت اقدس اس قدر مدت گزر گئی ہے اکابر سے اور ان کی توجہات سے محروم ہوں اب مراسلت کی اجازت مرحمت فرمادیجئے کہ صراطِ مستقیم نصیب ہوجائے۔

حضرت والا نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ''محروم کیسے بلکہ یہ کہو کہ جو چنگاری مستور تھی اس کے ظہور کا وقت آگیا ہے احقر خدمت کیلئے تیار ہے۔ بتواتر خدمت لے لی جائے۔ (افاداتِ زکیہ صفحہ ۲۴ /ارشادات حضرت حاذق الامت)

ایک پادری نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی

روض الافکار میں ہے کہ مالک بن دینارؒ نے فرمایا کہ ایک روز میں ایک راہب کی عبادت گاہ کے پاس ٹھہر گیا تو میں نے سنا کہ وہ کہہ رہا ہے کہ اے وہ ذات کہ جس کے حرم میں

ڈرنے والے پناہ گزیں ہیں اور جو نعمتیں اس کے پاس ہیں اس کے طالب اس کی رغبت کرتے ہیں۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ مجھے قصاص سے رہائی ملے اور گناہوں سے معافی چاہتا ہوں جن کی لذت تو ختم ہو چکی ہے لیکن اس کا اثر باقی ہے میں نے اس سے پکار کر کہا اے راہب تو نے دنیا کو کیسے چھوڑ دیا۔

اس نے جواب دیا کہ قبل اس کے کہ وہ مجھے چھوڑ دے میں اسے چھوڑ بیٹھا۔ میں نے اس سے کہا اچھا اپنا قصہ بیان کر اس نے کہا میں نصرانی تھا میں نے خواب دیکھا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے کہ تجھ پر افسوس ہے کہ تو غیر خدا کی کب تک عبادت کرتا رہے گا۔ کیونکہ بلا شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی خدا کے بندوں میں سے ایک بندے ہیں میں نے اس سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ اس نے کہا کہ میں شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم ہوں یعنی گناہگاروں کی سفارش کرنیوالا، عیسیٰ علیہ السلام نے میری بشارت دی تھی موسیٰ علیہ السلام بھی میری نبوت کی بشارت دے چکے ہیں، توریت میں میرے اوصاف مذکور ہیں، انجیل میں بھی میں معروف ہوں۔

پھر اس شخص نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر پھیرا اور کہا اے خدا اپنے بندے کے دل میں ہدایت ڈال دے اور اس کو راہ راست پر چلنے کی توفیق دے پھر میں بیدار ہوا اور حالت یہ تھی کہ اسلام سے بڑھ کر کوئی چیز مجھے محبوب نہ تھی۔ پس میں مسلمان ہو گیا اور اپنے اسی عبادت خانہ میں سکونت پذیر رہا۔ (نزہۃ المجالس صفحہ ۵۰ رجلد اول۔ علامہ عبدالرحمن صفویؒ)

خواجہ یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت

سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ خواجہ ابو یوسف چشتی (متوفی ۴۵۹ھ بعہد خلیفہ عباسی ابو جعفر عبداللہ) کہیں جا رہے تھے، راستے میں دیکھا کہ لوگ مسجد بنا رہے ہیں لیکن ایک شہتیر ناپ

سے کچھ کم تھا اس لئے سیدھے طور پر بیٹھ نہیں رہا تھا جس کے وجہ کر منتظمین اور کارگزار حضرات بہت پریشان تھے۔ (ان دنوں اتنے عمدہ وسائل اور آسانیاں نہیں تھیں اور ممکن ہے خرچ اخراجات کی تنگی بھی ہو کہ فوری طور پر مذکورہ شہتیر کا نعم البدل تلاش کیا جا سکے) خواجہ ابو یوسف چشتی یہ منظر دیکھ کر گھوڑے سے اترے اور مسجد کی دیوار پر چڑھ گئے۔ آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر شہتیر کا سرا پکڑا اور دیوار پر رکھ دیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ شہتیر ایک گز دیوار سے زیادہ لمبا تھا۔ (حوالہ مراۃ الاسرار، صفحہ: ۴۶۴)

میاں غیاث الدین رحمۃ اللہ علیہ کا شمار وقت کے صلحاء اور مشاہیر اولیائے گجرات میں ہوتا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے ان خاص بندوں میں تھے جن کی شان میں ''خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَّنْفَعُ النَّاسَ'' (لوگوں میں بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے) کہا گیا ہے۔ آپ لوگوں کی ضرورت کی ہر چیز اور ہر جنس اپنے پاس محفوظ رکھتے اور ضرورت مندوں کے درمیان تقسیم فرماتے۔ سونا، کپڑا، کھانے کی چیزیں، ادویہ، کتابیں اور جملہ قسم کا اسباب آپ کے مکان میں موجود رہتا (کہ کس وقت کس شخص کو کون سی چیز کی ضرورت پڑ جائے) اور آپ کے اعمال میں یہ سب سے افضل عمل تھا۔

اہل بصیرت اس بات پر متفق ہیں کہ سید سالار مسعود غازی کی شہادت کے بعد ملک ہندوستان میں جو کوئی مرتبہ شہادت سے سرفراز ہوتا ہے آپ کی متابعت پر مامور ہو جاتا ہے۔

خواجہ سمنون رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ سمنون رحمۃ اللہ علیہ (خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے صحبت یافتہ اور خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر لیکن وصال خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے ہوا) سے

پوچھا گیا: محبت کو بلا کے ساتھ کیوں مقرون کیا گیا ہے۔ (یعنی محبت کے ساتھ بلا کیوں لازمی ہے) آپ نے کہا: تا کہ ہر سفلہ (کمینہ صفت) محبت کا دعویٰ نہ کرے، جب بلا سے دوچار ہوتا ہے بھاگ جاتا ہے۔ آپ سے فقیر کی تعریف پوچھی گئی۔ فرمایا: فقیر وہ ہے جو فقرا سے محبت کرتا ہے۔ فقیر کو نقدی سے اتنی وحشت ہوتی ہے جتنی کہ جاہل کو فقر (مفلسی) سے۔ تصوف کی تشریح آپ سے پوچھی گئی۔ فرمایا تصوف یہ ہے کہ نہ کوئی چیز تیری ملکیت میں ہو، نہ تو کسی کی ملکیت ہو۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا واقعہ

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ اپنے زمانہ کے ولی کامل اور شیخ المشائخ تھے، ہزاروں لاکھوں انسانوں کی ان کے ذریعہ اصلاح ہوئی، ایک مرتبہ مدرسہ سے آکر دیکھا ماں نہیں ہے، اب کھانا کھائیں تو کیسے؟ روٹی کہاں سے لائیں، ماں نے پہلے سے بتا رکھا تھا کہ دیکھو بیٹا! جب تم مدرسے سے آؤ تو بستہ گھر میں رکھو اور وضو بنا کر مصلیٰ بچھا کر دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کرو کہ یا اللہ مجھے کھانا عطا فرما، ادھر نماز پڑھتے اور ادھر ماں آہستہ سے طاق میں روٹی رکھ دیتی، جب نماز پڑھ کر دعا مانگ کر فارغ ہوتے تو طاق میں روٹی رکھی ہوئی ملتی، لے کر کھا لیتے، بچہ کا ذہن بن گیا کہ روٹی دینے والا اللہ ہے، ایک روز ایسا ہوا کہ بچہ پڑھ کر آیا، بستہ رکھا، وضو بنایا، نماز پڑھی دعا کی کہ اے اللہ مجھے روٹی عطا فرما، دعا سے فارغ ہوئے اور طاق کی طرف گئے دیکھا تو روٹی رکھی ہوئی ہے ماں گھر میں موجود نہیں ہے، کہیں گئی ہوئی تھیں وہ سوچ میں تھیں کہ آج اگر بچے کو روٹی نہیں ملی تو اس کا عقیدہ خراب ہو جائے گا لیکن جب ایک دن ماں گھر میں داخل ہوتی ہیں تو دیکھتی ہیں کہ بچہ روٹی کھا رہا ہے تعجب ہوا اور پوچھا کہ روٹی کہاں سے آئی، بچہ نے جواب دیا کہ جہاں سے روزانہ ملتی ہے، بس ماں کو یقین ہو گیا کہ اب بچہ اللہ

کے یہاں مقبول ہوگیا، اس کی دعا قبول ہوگئی، بچہ کا اللہ پر یقین بن گیا، اس کے بعد سے ماں نے کبھی بھی بچہ کے لئے روٹی نہیں رکھی، بچہ پڑھ کر آتا، مصلیٰ بچھاتا اور روٹی وہاں رکھی ہوئی ملتی، یہ ہے تربیت کا انداز۔

بچے کے اعمال میں ماں کا بنیادی کردار ہوتا ہے

خواجہ بختیار کاکیؒ جوان ہوگئے تو ایک روز اپنی والدہ سے کہنے لگے اماں جان مجھے بیس راتوں سے مسلسل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مبارکہ ہورہی ہے ماں نے کہا بیٹا! اس میں ہمارا بھی حصہ ہے کیونکہ جب تو چھوٹا سا تھا اور دودھ پیتا تھا میرا اصول اور معمول تھا کہ پہلے وضو بناتی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سومرتبہ درود بھیجتی پھر تجھے دودھ پلاتی جس کا نتیجہ ہے کہ تجھے بیس راتوں سے مسلسل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہورہی ہے، یہ ہے انداز تربیت، مسلمان عورتوں کا انداز اور مزاج بدل گیا ہے، قرآن کی باتیں ہماری عورتوں کو اچھی نہیں لگتی، مزاج میں بگاڑ آگیا ہے، جس طرح آدمی کو بخار ہوجائے اور اس کو بہترین کھانا اور سالن بنا کر دیا جائے وہ کہتا ہے یہ کڑوا ہے، گھر والے جانتے ہیں کہ سالن تو اچھا ہے، یہ کڑواپن اس کے بخار کی وجہ سے ہے۔

بالکل یہی باتیں آج ہمارے اوپر صادق آتی ہیں ہم کو دینی باتیں اچھی نہیں لگتی دنیا کے مسلمانوں نے اپنے سروں سے ٹوپی اتاردی ہیں، ماں بھی چاہتی ہے کہ میرا بیٹا اور میرا بچہ ٹوپی نہ پہنے، مائیں چاہتی ہیں کہ ہمارے بچے ہیرو نظر آئیں، اسلامی لباس پہنانا تو پسند ہی نہیں کرتیں، انگریزی لباس پہناتی ہیں، اسلئے کہ یہ ساری چیزیں ٹی وی پر دکھائی جاتی ہیں اور اسی کو مائیں پسند کرتی ہیں، ایک زمانہ ایسا تھا کہ ہماری مائیں شام کو سونے کے وقت صحابہؓ کے واقعات سناتی

تھیں، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات سناتی تھیں، انبیاء کرام علیہم السلام کے حالات ان کو سنائے جاتے تھے اور اسلامی بہادروں کے کارنامے بتائے جاتے تھے تو ہمارے بچوں کے اندر بھی ایسے جذبات پیدا ہوتے تھے، آج ساری چیزیں ہمارے اندر سے ختم ہوگئی ہیں، کچھ وقت ملتا ہے تو ٹی وی کے سامنے شوہر بیوی بچے ایک ساتھ بیٹھ کر وقت ضائع کرتے ہیں مشاغل کے لئے ہمارے پاس وقت بہت ہے، آج کتّے اور بلّیوں کے حالات بتاتے ہیں، بھوت اور جنات اور پریوں کی کہانیاں سناتے ہیں، گاڈ نہیں ڈاگ کی کہانی سناتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے بچے دین سے الگ اور برے راستے پر جارہے ہیں، آج مسلمانوں میں سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین جیسے پیدا ہورہے ہیں، ہمارے گھروں کا ماحول بدل چکا ہے، اسی لئے تو بچوں کا دماغ بھی بدل چکا ہے، مائیں اپنے بچوں کو حافظ قرآن بنانے کو تیار نہیں ذہن میں یہ بات ہے کہ حافظ صاحب بیچارے کیا کماتے ہیں، اتنے پیسوں میں کیا ہوتا ہے، انسان کی ترقی آج سائنس اور دنیوی تعلیم میں ہے ترقی دین کی تعلیم میں نہیں ہے، دوستو! یہ دھوکہ ہے آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ آج بھی بہت سے لوگ دنیا میں حافظ ہیں، عالم ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو ترقی سے نوازا ہے، ابھی پندرہ بیس سال پہلے کا واقعہ ہے کہ سعودی عرب میں شاہ فیصل حکمراں تھے، حافظ بھی تھے عالم بھی تھے، اللہ نے ان کو بادشاہ بنادیا، کشمیر کے شیخ عبداللہ وزیر اعلیٰ تھے وہ بھی حافظ قرآن تھے۔ آج ضرورت ہے کہ ہم اپنے بچوں کی اسلامی انداز میں تربیت کریں۔ (خطبات رحیمی جلد سوم، ص/ 131)

عورت سدھرتی ہے تو سارا خاندان سدھر جاتا ہے اور وہ خراب ہوتی ہے تو سارا خاندان خراب ہوتا ہے

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے لکھا ہے کہ ایک اللہ والے روزانہ پانی پر مصلیٰ

بچھا کر نماز پڑھتے، پانی پر کھڑا ہونا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے، وہ روزانہ پانی پر نماز پڑھتے تھے، ایک روز بیوی نے کہا میرے سرتاج! آپ جو نماز پڑھ رہے ہیں پانی پر مصلیٰ بچھا کر، اس میں ہمارا بھی حصہ ہے، شوہر نے کہا اللہ کی بندی تیرا اس میں کیا حصہ ہے؟ نماز میں پڑھتا ہوں، مجاہدہ میں کرتا ہوں، ریاضت میں کرتا ہوں اور حصہ تیرا، کیسے ہوسکتا ہے؟ بیوی نے کہا اچھا بھلائی اسی میں ہے کہ ہماری بات مان لو اور پانی پر نماز پڑھتے رہو اور نماز کے ثواب میں ہم کو بھی حصہ دو، شوہر نے انکار کیا، بیوی نے کہا اچھا ٹھیک ہے کل دیکھیں گے، دوسرے روز شوہر جب نماز کے لئے دریا پر گئے اور پانی پر مصلیٰ بچھا کر کھڑے ہوئے بس پانی کے اندر چلے گئے، پورے کپڑے اور بدن بھیگ گیا، کبھی ایسا نہیں ہوا آج ایسا کیوں ہوا؟ کیا بات ہے؟ بہت مایوس ہوئے، پریشان ہوئے اور بھیگے کپڑوں کے ساتھ گھر میں داخل ہوئے تو بیوی دیکھ کر مسکرانے لگی اور کہنے لگی کہ دیکھو ہم نے کہا تھا کہ اس میں میرا بھی حصہ ہے، شوہر نے کہا اللہ کی بندی! بتا تو سہی اس میں کیا راز ہے؟ میں تو روزانہ نماز پڑھتا رہا کبھی ایسا نہیں ہوا اور آج تم نے کیا جادو کیا ہے کہ پانی میں ڈوب گیا اور کپڑے بھی تر ہوگئے، بیوی نے کہا جناب! آپ کے لئے جو میں کام کرتی ہوں اس کا طریقہ الگ ہے، آپ کے وضو کے لئے پانی رکھتی ہوں تو باوضو اور بسم اللہ کے ساتھ رکھتی ہوں اور بستر لگاتی ہوں یہاں تک کہ کھانا بناتی ہوں تو وضو اور بسم اللہ کے ساتھ بناتی ہوں، غرض کہ آپ کے سب کام وضو اور بسم اللہ کے ساتھ کرتی ہوں اس کا اثر ہے کہ اللہ نے آپ کا مقام بلند کیا اور آپ پانی پر کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے ہیں، کل سے وضو اور بسم اللہ والا عمل چھوڑ دیا تھا اسلئے آپ ڈوب گئے اور کپڑے بھی تر ہوگئے، دوستو! جب عورت سدھرتی ہے تو سارا خاندان سدھرتا ہے اور عورت بگڑتی ہے تو سارا خاندان بگڑ جاتا ہے لیکن اس بگاڑ میں ہم بھی شامل ہیں۔ (حوالۂ بالا)

ایک عورت نے منبر پر ڈھول پٹوادیا

لکھا ہے کہ ایک امام صاحب کی بیوی بہت بگڑی ہوئی تھی، ایک بار اس نے منت مانی کہ میرا فلاں کام ہوگیا تو مسجد کے منبر پر ڈھول بجواؤں گی، بدقسمتی سے منت پوری ہوگئی، اس نے امام صاحب سے کہا کہ میں نے منت مانی تھی کہ میرا فلاں کام ہوگیا تو منبر پر ڈھول بجواؤں گی، اب وہ کام ہوگیا ہے آپ آنے والے جمعہ کو ڈھول بجائیں، شوہر نے کہا بے وقوف! مسجد میں یا مسجد کے باہر ڈھول بجانا بڑا گناہ ہے، یہ نہیں ہوسکتا، شوہر نے بہت کوشش کی عورت کو منالیا جائے لیکن وہ ماننے کو تیار نہیں ہوئی، عورت نے کہا کہ اگر جمعہ کو ڈھول نہیں بجایا تو میں آپ کو اور آپ کے بچوں کو چھوڑ کر ماں کے گھر چلی جاؤں گی، امام صاحب بہت پریشان ہوئے کیا کیا جائے؟ کمبخت چلی گئی تو بہت پریشانی ہوجائے گی، بس شیطان نے دل میں ڈالا اور امام صاحب نے کہا اللہ کی بندی! تو اپنے میکے مت جا، میں اس کام کو انجام دوں گا، دیہات کے لوگ بھی سیدھے سادھے ہوتے تھے، علم بھی کم تھا، امام صاحب نے جمعہ کے دن ڈھول منبر کے نیچے رکھ دیا اور منبر پر کھڑے ہوکر وعظ ونصیحت کرتے ہوئے میرے بھائیو سنو! دنیا میں جتنے گانے بجانے والے آلات ہیں سب کا بجانا حرام ہیں، جیسے سارنگی طبلہ، ہارمونیم وغیرہ اور یہ ڈھول بجانا بھی ناجائز ہے اور بڑی ہوشیاری سے ڈھول پر عصا مار کر بتایا کہ اِدھر سے بھی بجانا حرام اور اُدھر سے بھی بجانا حرام ہے بس ڈھول بج گیا منت پوری ہوگئی اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ تو عرض یہ ہے کہ جب عورت بگڑتی ہے تو عالم، مولوی، حافظ سب کو بگاڑتی ہے اور پیروں کو بھی بگاڑ دیتی ہے، آج ہم اسی بھنور میں پھنسے ہوئے ہیں، ہمارے گھروں کا ماحول بدل گیا ہے، آج باہر تو اللہ والے کہلاتے ہیں، نمازی کہلاتے ہیں

لیکن جب گھروں میں جھانک کر دیکھا جاتا ہے تو کوئی بات ایسی نہیں ملتی جو دین اور شریعت کے مطابق ہو، معمولی سی ایک چھوٹی بات کی طرف اشارہ کرتا ہوں، ہر گھر میں عورتیں ننگے سر رہتی ہیں، خواص وعوام سب کا یہی معاملہ ہے، کوئی مرد یہ کہنے کو تیار نہیں اپنی عورتوں کو کہ سر پر اوڑھنی رکھیں۔ (پردہ کی حقیقت، ص/87)

ایوب حمّال رحمۃ اللہ علیہ کا پاک نفس

روایت ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ایک روز شارع باب الشام کی طرف روانہ ہوئے وہاں پہنچ کر انہوں نے آٹا خریدا اس تو کوئی قلی یا حمال وہاں موجود نہ تھا آخر کار ایوب نامی حمال اتفاق سے مل گیا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ وہ آٹا اٹھوا کر گھر لائے، حضرت امام احمد نے ایوب حمال کو اجرت دی۔ جب اجرت دے کر گھر میں واپس آئے تو دیکھا کہ گھر کے لوگوں نے تمام آٹے کی روٹیاں پکالی ہیں اور چونکہ روٹیاں بہت ہوگئی تھیں اس لئے سکھانے کے لئے تخت پر پھیلا دی تھیں، ایوب حمال نے انہیں دیکھ لیا تھا، ایوب ہمیشہ روزے سے رہا کرتے تھے، امام احمد نے اپنے فرزند صالح سے کہا کہ تم ایوب کو روٹی دے دو۔ صالح نے ایوب کو دو روٹیاں دیں مگر انہوں نے واپس کر دیں امام احمد نے فرمایا انہیں یہاں رکھدو، جب کچھ دیر گزر گئی تو انہوں نے فرمایا ایوب کو روٹیاں دے دو اس بار جب صالح نے ان کو روٹیاں دیں تو انہوں نے لے لیں، صالح بہت تعجب کرتے ہوئے واپس آئے تو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا کہ تم پہلی دفعہ روٹی واپس کرنے اور دوبارہ لے لینے پر حیران ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں! حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایوب ایک نیک اور صالح مرد ہیں! پہلی جب انہوں نے روٹیوں کو دیکھا تو ان کے نفس میں ان کی خواہش پیدا ہوئی، چنانچہ ان کی خواہش نفسانی کو پورا کرتے ہوئے

ان کو روٹیاں دی گئیں۔تو انہوں نے واپس کر دیں کہ وہ نفس کی خواہش کو پورا کرنا نہیں چاہتے تھے۔اور جب وہ ملنے سے مایوس ہوئے تو دوبارہ ہم نے ان کو بھیجیں اور انہوں نے اس کو فتوح جان کر قبول کر لیا۔یہ حالت ارباب صدق کی ہے اگر وہ کبھی سوال کرتے ہیں تو صحیح علم کے ساتھ سوال کرتے ہیں اور اگر سوال سے رکتے ہیں تو سوال نہیں کرتے تو وہ بھی ایک حال اور ایک روحانی کیفیت ہوتی ہے اور جب کسی چیز کو قبول کرتے ہیں علم کے بعد جب شبہ دور ہو جاتا ہے تو سوال کرتے ہیں۔(فیضان گنگوہی،ص/325)

فقر عذاب بھی ہے اور ثواب بھی ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں فقر میں ثواب بھی رکھا ہے اور فقر میں عذاب بھی رکھا ہے۔وہ فقر جس میں ثواب موجود ہے اس کی علامت یہ ہے کہ صاحب فقر کے اخلاق نیک ہوں اپنے رب کا اطاعت گذار بندہ ہو اور اپنے حال کی شکایت لب پر نہ ہو اور اپنے فقر پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے اور وہ فقر جس میں عذاب ہے اس کی علامت یہ ہے کہ صاحب فقر کے اخلاق برے ہوں اور اپنے رب کا نافرمان ہو،اپنے فقر پر بہت شکوہ شکایت کرے اور حکم الٰہی یا تقدیر پر غصہ کرے۔

اسی لئے صوفیائے کرام کا طریقہ یہ رہا ہے کہ خواہ ان کو فتوح حاصل ہو یا وہ علم کیساتھ سوال کریں ہر موڑ پر وہ حسن ادب کو ملحوظ رکھتے۔اور ہر بدلتی ہوئی حالت کیساتھ اپنی صداقت کا ثبوت پیش کرنے میں کوتاہی نہیں کرتے۔(عوارف المعارف،ص ۳۰۴)

مثنوی میں پیر چنگی کے جذب کا واقعہ

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بڈھا چنگ بجا کر گانا گایا کرتا تھا،اسی وجہ سے اس کا نام پیر چنگی پڑ گیا تھا،اس کی آواز بہت اچھی تھی،جب اپنا چنگ بجا کر گانا گاتا تو جوان،

بوڑھے، بچے سب کی طرف سے اس کو خوب حلوہ اور پیسہ ملتا تھا لیکن جب بڑھا ہوگیا اور اس کی آواز خراب ہوگئی تو جتنے عاشقِ آواز تھے سب بھاگ نکلے یہاں تک کہ اس کو فاقوں کی نوبت آگئی اور وہ بھوکوں مرنے لگا تب اس نے کہا کہ دنیا بہت بے وفا ہے، دنیا والوں نے ہم کو سخت دھوکا دیا، کاش! ہم اس گناہ کو نہ کرتے اور اپنے پیدا کرنے والے اللہ کو یاد کرتے تو اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں بھی آرام سے رکھتا اور آخرت میں بھی آرام سے رکھتا، لہٰذا وہ مخلوق سے دور مدینہ پاک کے قبرستان جنت البقیع میں ایک ٹوٹی پھوٹی قبر میں لیٹ گیا پھر اس نے اللہ تعالیٰ کو سنانا شروع کیا اور اللہ سے یوں کہا کہ اے اللہ! جب میری آواز اچھی تھی تو آپ کی مخلوق بوڑھے، بچے، جوان سب مجھ پر قربان ہوتے تھے، مجھ کو حلوہ کھلاتے تھے اور پیسہ دیتے تھے، اب جب آواز خراب ہوگئی تو ساری دنیا نے مجھ کو چھوڑ دیا لیکن اگر کسی کا بیٹا لنگڑا، لولا، اندھا، بہرا ہوتا ہے تو چاہے ساری دنیا اس کو چھوڑ دے لیکن ماں باپ اس کو نہیں چھوڑتے، جب ماں باپ کی محبت میں یہ اثر ہے کہ اپنے لنگڑے، لولے، اندھے بچے کو بہ نسبت تندرست بچے کے ہر وقت پیار سے دیکھتے ہیں، ہر وقت اس کے لیے فکر مند رہتے ہیں کیوں کہ ماں باپ یہ سمجھتے ہیں کہ تندرست بچہ تو اپنا کھا کما لے گا لیکن لولے لنگڑے معذور بچے کے لیے ماں باپ کوئی بلڈنگ کرایہ پر وقف کر دیتے ہیں کہ ہمارا یہ بچہ کسی کام کا نہیں ہے لہٰذا اس کے لیے کچھ کرو، ایسا نہ ہو کہ بے چارا بھوکوں مرجائے تو اے خدا! ماں باپ کی محبت آپ کی محبت کی ادنیٰ بھیک ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

مادراں را مہر من آموختم

چوں بود شمعے کہ من افروختم

اے دنیا والو! ماؤں کو محبت کرنا میں نے سکھایا ہے، اگر میں ماں کے دل میں اولاد کی محبت نہ رکھوں تو ساری دنیا کو اپنے بچوں سے پیار کرنا بھی نہ آئے، پھر میری محبت اور میری رحمت کا کیا عالم ہوگا! اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا صرف ایک حصہ نازل ہوا ہے باقی ننانوے حصے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، اِس ایک حصۂ رحمت کا اثر یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک ہر آدمی اپنی اولاد پر مہربان ہے، اپنے بال بچوں سے محبت کرتا ہے جہاں کہیں بھی آپ رحمت، مہربانی اور محبت دیکھیں گے وہ سب اسی ایک بٹا سو حصے کا کرشمہ اور ظہور ہے، اللہ تعالیٰ باقی ننانوے حصۂ رحمت قیامت کے دن ظاہر فرمائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت کا کیا عالم ہوگا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ شیخ حماد رحمۃ اللہ علیہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ ہم لوگ حنفی ہیں اس لیے سوچئے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا استاذ کتنا بڑا محدث اور کتنا بڑا اللہ والا ہوگا حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بھی بہت بڑے بزرگ، ولی اللہ اور تابعی تھے اور تابعی اس شخص کو کہتے ہیں جس نے صحابی کا دیدار کیا ہو اور صحابی اس کو کہتے ہیں جس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار کیا ہو اور سید الانبیاء اس کو کہتے ہیں جس نے خدا کو دیکھا ہو اسی لیے قیامت تک اب کوئی صحابی نہیں ہوسکتا کیوں کہ جس سید الانبیاء نے معراج میں اللہ کو دیکھا تھا اب خدا کو دیکھنے والی وہ آنکھ قیامت تک نہیں مل سکتی لہٰذا کوئی صحابی کا درجہ نہیں پاسکتا کیوں کہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے لیکن ولایت کا دروازہ کھلا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت تک بڑے بڑے ولی اللہ پیدا کرتا رہے گا۔ اگر ہم بھی تھوڑی سی محنت کرلیں تو ولی اللہ ہو کر دنیا سے جائیں گے۔ (تجلیات جذب، ص/35)

قصۂ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

ایک رات حضرت سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ شاہی لباس اتار کر عام لباس میں رعیت کی نگرانی کے لیے تنہا گشت فرما رہے تھے کہ اچانک چوروں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ آپس میں کچھ مشورہ کر رہا ہے، چوروں نے سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر دریافت کیا کہ اے شخص! تو کون ہے؟

بادشاہ نے کہا کہ میں بھی تم ہی میں سے ایک ہوں۔ وہ سمجھے کہ یہ بھی کوئی چور ہے اس لیے ساتھ لے لیا۔ پھر آپس میں باتیں کرنے لگے اور یہ مشورہ ہوا کہ ہر ایک اپنا اپنا ہنر بیان کرے تاکہ وہی کام اس کے سپرد کر دیا جاوے۔

ایک نے کہا: صاحبو! میں اپنے کام میں ایسی خاصیت رکھتا ہوں کہ کتّا جو کچھ اپنی آواز میں کہتا ہے میں سب سمجھ لیتا ہوں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

دوسرے نے کہا: میری آنکھوں میں ایسی خاصیت ہے کہ جس شخص کو اندھیری رات میں دیکھ لیتا ہوں اس کو دن میں بلاشک وشبہ پہچان لیتا ہوں۔

تیسرے نے کہا کہ: میرے بازوؤں میں ایسی خاصیت ہے کہ میں ہاتھ کے زور سے نقب لگا لیتا ہوں، یعنی گھر میں داخل ہونے کے لیے مضبوط دیوار میں بھی ہاتھ سے سوراخ کر دیتا ہوں۔

چوتھے نے کہا کہ: میری ناک میں ایسی خاصیت ہے کہ مٹی سونگھ کر معلوم کر لیتا ہوں کہ اس جگہ خزانہ مدفون ہے یا نہیں۔ جیسے مجنوں نے بغیر بتلائے ہوئے خاک سونگھ کر معلوم کر لیا تھا کہ اس جگہ لیلیٰ کی قبر ہے۔

ہمچو مجنوں بو کنم ہر خاک را

خاکِ لیلیٰ را بیابم بے خطا

پانچویں شخص نے کہا کہ: میرے پنجے میں ایسی قوت ہے کہ محل خواہ کتنا ہی بلند ہو لیکن میں اپنے پنجے کے زور سے کمند کو اس محل کے کنگرے میں مضبوط لگا دیتا ہوں اور اس طرح مکان میں آسانی سے داخل ہو جاتا ہوں۔

پھر سب نے مل کر بادشاہ سے دریافت کیا کہ اے شخص! تیرے اندر کیا ہنر ہے جس سے چوری کرنے میں مدد مل سکے۔ بادشاہ نے جواب دیا۔

مجرماں را چوں بجلّا داں دہند

چوں بجنبد ریشِ من ایشاں رہند (رومیؒ)

میری داڑھی میں ایسی خاصیت ہے کہ پھانسی کے مجرموں کو جب جلّا دوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے، اس وقت اگر میری داڑھی ہل جاتی ہے تو سب اسی وقت رہائی پا جاتے ہیں یعنی جب میں ترحم سے داڑھی ہلا دیتا ہوں تو مجرمین کو قتل کی سزا سے فی الفور نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ سنتے ہی چوروں نے کہا۔

قوم گفتندش کہ قطبِ ما توئی

روزِ محنت ہا خلاصِ ما توئی

اے ہمارے قطب! چوں کہ یومِ مشقت میں خلاصی کا ذریعہ آپ ہی ہیں یعنی اگر ہم پکڑے جائیں تو آپ کی برکت سے چھوٹ جاویں گے اس لیے اب ہم سب کو بے فکری ہو گئی کیوں کہ اوروں کے پاس تو صرف ایسے ہنر تھے جن سے چوری کی تکمیل ہوتی تھی لیکن

سزا کے خطرے سے بچانے کا ہنر کسی کے پاس نہ تھا۔ یہی کسر باقی تھی جو آپ کی وجہ سے پوری ہوگئی اور سزا کا خطرہ بھی ختم ہوگیا۔ بس اب کام میں لگ جانا چاہیے۔ اس مشورے کے بعد سب نے قصرِ شاہ محمود کی طرف رخ کیا اور شاہ خود بھی ان کے ہمراہ ہوگیا۔ راستے میں کتا بھونکا تو کتے کی آواز سمجھنے والے نے کہا کہ کتے نے کہا ہے کہ تمہارے ساتھ بادشاہ بھی ہے لیکن اس کی بات کی طرف چوروں نے دھیان نہ دیا کیوں کہ لالچ ہنر کو پوشیدہ کردیتا ہے ۔

صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد

ایک نے خاک سونگھی اور بتادیا کہ شاہی خزانہ یہاں ہے، ایک نے کمند پھینکی اور شاہی محل میں داخل ہوگیا۔ نقب زن نے نقب لگادی اور آپس میں خزانہ تقسیم کرلیا اور جلدی جلدی ہر ایک نے مالِ مسروقہ پوشیدہ کرلیا۔ بادشاہ نے ہر ایک کا حلیہ پہچان لیا اور ہر ایک کی قیام گاہ کے راستوں کو محفوظ کرلیا اور اپنے کو ان سے مخفی کرکے محلِّ شاہی کی طرف واپس ہوگیا۔

بادشاہ نے دن کو عدالت میں شب کا تمام ماجرا بیان کرکے سپاہیوں کو حکم دیا کہ سب کو گرفتار کرلو اور سزائے قتل سنادو۔ جب وہ سب کے سب مشکیں کسی ہوئی عدالت میں حاضر ہوئے تو تختِ شاہی کے سامنے ہر ایک خوف سے کانپنے لگا لیکن وہ چور جس کے اندر یہ خاصیت تھی کہ جس کو اندھیری رات میں دیکھ لیتا دن میں بھی اس کو بے شبہ پہچان لیتا وہ مطمئن تھا۔ اس پر خوف کے ساتھ رجاء کے آثار بھی نمایاں تھے، یعنی ہیبتِ سلطانی اور قہرِ انتقامی سے ترساں اور لطفِ سلطانی کا امیدوار تھا کہ حسبِ وعدہ جب مراحمِ خسروانہ سے داڑھی ہل جاوے گی تو فی الفور خلاصی ہوجاوے گی اور حسبِ وعدہ میں اپنے تمام گروہ کو بھی چھڑالوں گا

کیوں کہ غایتِ مروت سے بادشاہ اپنے جان پہچان والے سے اعراض نہ کرے گا بلکہ عرض قبول کر کے سب کو چھوڑ دے گا۔

اس شخص کا چہرہ خوف وامید سے کبھی زرد کبھی سرخ ہورہا تھا کہ بادشاہ محمود رحمۃ اللہ علیہ نے جلالتِ خسروانہ کے ساتھ حکم نافذ فرمایا کہ ان سب کو جلاّ دوں کے سپرد کر کے دار پر لٹکا دو اور چوں کہ اس مقدّمے میں سلطان خود شاہد ہے اس لیے کسی اور کی گواہی ضروری نہیں۔ یہ سب سنتے ہی اس شخص نے دل کو سنبھال کر ادب سے عرض کیا کہ اگر اجازت ہوتو ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اجازت حاصل کر کے اس نے کہا: حضور! ہم میں سے ہر ایک نے اپنے مجرمانہ ہنر کی تکمیل کر دی اب خسروانہ ہنر کا ظہور حسبِ وعدہ فرما دیا جائے۔ میں نے آپ کو پہچان لیا ہے، آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ میری داڑھی میں ایسی خاصیت ہے کہ اگر کرم سے ہل جاوے تو مجرم خلاصی پا جاوے۔ لہٰذا اے بادشاہ! اب اپنی داڑھی ہلا دیجیے تا کہ آپ کے لطف کے صدقے میں ہم سب اپنے جرائم کی عقوبت وسزا سے نجات پا جائیں، ہمارے ہنروں نے تو ہمیں دار تک پہنچا دیا۔ اب صرف آپ ہی کا ہنر ہمیں اس عقوبت سے نجات دلا سکتا ہے۔ آپ کے ہنر کے ظہور کا یہی وقت ہے۔ ہاں کرم سے جلد داڑھی ہلائیے کہ خوف سے ہمارے کلیجے منہ کو آ رہے ہیں۔ اپنی داڑھی کی خاصیت سے ہم سب کو جلد مسرور فرما دیجیے۔

سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ اس گفتگو سے مسکرایا اور اس کا دریائے کرم مجرمین کی فریاد و نالۂ اضطرار سے جوش میں آ گیا، ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص نے اپنی خاصیت دکھا دی حتّٰی کہ تمہارے کمال اور ہنر نے تمہاری گردنوں کو مبتلائے قہر کر دیا۔ بجز اس شخص کے کہ یہ سلطان کا عارف تھا اور اس کی نظر نے رات کی ظلمت میں ہمیں دیکھ لیا تھا اور ہمیں پہچان لیا تھا

پس اس شخص کی اس نگاہِ سلطان شناس کے صدقے میں تم سب کو رہا کرتا ہوں۔ مجھے اس پہچاننے والی آنکھ سے شرم آتی ہے کہ میں اپنی داڑھی کا ہنر ظاہر نہ کروں۔

فائدہ:۱)اس حکایت میں عبرت ونصیحت ہے کہ جس وقت تم جرائم کا ارتکاب کرتے ہو،شہنشاہِ حقیقی تمہارے ساتھ ہوتا ہےاور تمہارے کرتوتوں سے باخبر ہوتا ہے۔

وَ هُوَ مَعَكُم اَينَ مَا كُنتُم۔

اور سلطانِ حقیقی تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو۔

بندہ جب کسی نافرمانی کا ارتکاب کرتا ہےتو گویا خزانۂ حدودِ الٰہیہ میں خیانت کرتا ہے۔ اللہ کے حقوق کی خیانت ہو یا بندوں کے حقوق کی، یہ سب اللہ کے خزانے کی چوریاں ہیں اس لیے ہر وقت یہ خیال رہے کہ شہنشاہِ حقیقی ہمارے ساتھ ہے اور ہمیں دیکھ رہا ہے۔ اس کے سامنے خزانہ لوٹا جارہا ہے، ذرا سوچو توسہی ،تم کس کی چوری کررہے ہو، وہ بادشاہِ حقیقی کہہ رہاہے کہ ہم تمھیں دیکھ رہے ہیں۔ ہمارا قانون تو نازل ہو چکا۔آج تم قانون شکنی کرلو۔آج دنیا میں تو میں تمہاری ستّاری کرتا ہوں کہ شاید تم راہ پرآجاؤ لیکن اگر ہوش میں نہ آئے توکل قیامت میں جب مشکیں کسی ہوئی میرے سامنے حاضر ہوگے اس وقت میرے قہر وغضب سے تمھیں کون بچاسکے گا۔

(۲)اس حکایت سے یہ نصیحت بھی ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کی سزا فی المآل یعنی آخرت میں دیں گے۔اگرچہ دنیا میں فی الحال نظر انداز فرمادیں۔ جیسے خزانۂ شاہی کی چوری کے وقت سلطان اگرچہ چوروں کو دیکھ رہا تھااوران کے پاس ہی تھالیکن اس حال میں ان کو سزا نہ دی بلکہ انجام کار گرفتار کرالیا۔ اگر ہر روز یہ مراقبہ کرلیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام اعمال کودیکھ رہے ہیں تو گناہ کے ارتکاب سے خوف محسوس ہوگا۔

۳) تیسری نصیحت یہ ہے کہ قیامت کے دن کوئی ہنر کام نہ دے گا بلکہ وہ تمام اعمال جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف انسان سے سرزد ہورہے ہیں، قیامت کے دن اس کی گردن بندھوادیں گے۔ گودنیا میں ان کو ہنر سمجھا جاتا ہو، جس طرح چوروں نے اپنے فن کو موقعِ کمال میں پیش کیا تھا لیکن ان کمالات ہی نے ان کی مُشکیں کسوادیں۔

ہر یکے خاصیتے خود را نمود

ایں ہنر ہا جملہ بدبختی فزود

ہر ایک نے اپنی خاصیت دکھائی اور اپنا کمالِ ہنر پیش کیا۔ لیکن ان تمام ہنروں سے ان کی بدبختی اور بڑھ گئی۔ جو ہنر جان کو خالقِ جان سے آشنا نہ کردے اور دل کا رابطہ حق تعالیٰ سے قائم نہ کردے اور اللہ کی یاد کا ذریعہ نہ ہوجاوے وہ ہنر نہیں ہے، وبال ہے۔ انسان کی جو قوتیں اللہ تعالیٰ سے بغاوت، سرکشی اور غفلت میں صرف ہورہی ہیں وہ ایک دن اس کو مجرم کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کریں گی۔

آج دنیا کی جو قومیں سائنسی ترقی کے ذریعے تسخیرِ ماہتاب کو اپنا کمال سمجھ رہی ہیں اور اللہ تعالیٰ سے منہ موڑ کر اپنی زندگی کے ایام گزار رہی ہیں، انھیں کل قیامت کے دن پتا چلے گا کہ ان کا یہ کمالِ ہنر قابلِ انعام ہے یا موردِ قہر وغضب۔

تسخیرِ مہر و ماہ مبارک تجھے مگر

دل میں اگر نہیں تو کہیں روشنی نہیں (اکبرؔ)

(۴) پس معلوم ہوا کہ کوئی ہنر کام آنے والا نہیں ہے سوائے ایک ہنر کے اور وہ یہ ہے کہ اس دنیا کے ظلمت کدے میں اللہ کو پہچاننے والی نظر پیدا کی جائے جیسے کہ وہ شخص جس کی

نگاہ سلطان شناس تھی کہ اپنے اسی ہنر کی وجہ سے قہر وانتقامِ شاہی سے خود بھی بچ گیا اور دوسروں کے لیے بھی سفارش کی۔ باقی ساری خاصیتیں آلۂ سزا وعقوبت ہوگئیں۔ لیکن ؎

جز مگر خاصیتِ آں خوش حواس

کہ بشب بود چشمِ او سلطان شناس

صرف اس خوش حواس کی نگاہِ سلطان شناس کام آئی جس نے رات میں سلطان کو پہچان لیا تھا۔ پس نصیحت اس میں یہ ہے کہ یہ دنیا بھی ظلمت کدہ ہے، یہاں کی اندھیری میں جو بندہ اتبّاعِ شریعتِ الٰہیہ کی برکت سے اپنے اللہ کو پہچان لے گا وہ قیامت کے دن خود بھی نارِ جہنّم کی عقوبت سے خلاصی پائے گا اور دوسرے مجرمین (گناہ گار اہلِ ایمان) کے لیے بھی سفارش کرے گا لیکن اپنی اس معرفت اور لطفِ حق پر مغرور نہ ہوگا بلکہ خوف اور امید کے درمیان بصد عجز و نیازِ عبدیت شفاعت کرے گا پھر حق تعالیٰ جس کے لیے چاہیں گے اس کی سفارش قبول فرما کر اپنی شانِ رحمت کا ظہور فرمائیں گے اور جس کے لیے نہ چاہیں گے تو از راہِ عدل اپنی شانِ قہر وانتقام ظاہر فرمائیں گے، پس بہت خوش نصیب ہے وہ بندہ جس نے دنیا میں رہ کر نگاہِ معرفت پیدا کر لی اور اپنے اللہ کو پہچان لیا۔ عارفین جن کی روحیں اپنے مجاہدوں اور ریاضتوں کے ذریعے آج اللہ کو پہچان رہی ہیں، کل حشر کے دن یہی عارفین اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور نجات پائیں گے اور ان کی سفارش گناہ گاروں کے حق میں قبول کی جائے گی۔ جس وقت کفار و مجرمین کو ان کے ہنروں کی بدولت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آگ میں داخل کیا جارہا ہوگا اس وقت یہ فاقہ زدہ چہرے، یہ پیوند کپڑے والے، بوریا نشین جن کا آج مذاق اڑایا جاتا ہے، اپنے اللہ کو نگاہ بھر کر دیکھ رہے ہوں گے۔ اس وقت مجرمین ان پر رشک کریں گے کہ کاش! دنیا میں ہم بھی ان ہی کی طرح رہے ہوتے اور ان کا ہنر سیکھا ہوتا۔ یعنی نگاہِ معرفت پیدا کر لی ہوتی۔

(۵)اس حکایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول اور نیک بندے معیارِ انسانیت کے اعتبار سے کتنا بلند مقام رکھتے ہیں۔

افسوس کہ آج جو قوم ان ہی چوروں کی طرح اپنی دنیوی زندگی کی چند روزہ بہار کے وسائل وذرائع کو ہنر سمجھتی ہے اور مادی ترقی کو اصل ترقی سمجھتی ہے اور انسانیت سے گری ہوئی تہذیب کو مثلاً کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کو اور کاغذ (ٹشو پیپر) سے پاخانہ کا مقام صاف کرکے ٹب میں بیٹھ کر غسل کرنے کو اور اس طرح پاخانے کے مقام سے ملوث گندا پانی منہ، کان، آنکھ میں داخل کرنے کو انسانیت کی معراج قرار دیتی ہے۔کیا ایسی قوم کو تہذیب یافتہ وترقی یافتہ کہا جاسکتا ہے؟ (مثنوی مولانا رومیؒ از حکیم اختر صاحبؒ)

اشارہ باقی باللہ دہلویؒ

شیخ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی خدمت میں حاضری دی تو آپ نے فرمایا کہ جب ہم آپ کے شہر میں ٹھہرے تو خواب میں دیکھا کہ ایک مشعل آسمان تک روشن ہے اور اس سے تمام عالم مشرق سے مغرب تک روشن ہوگیا ہے اور اس کی روشنی ساعت بساعت بڑھتی جارہی ہے اور لوگ اس مشعل سے بہت سے چراغ روشن کئے ہوئے ہیں۔ مجھے اس واقعہ سے بھی آپ ہی کے متعلق اشارہ اور بشارت ملتی ہے۔ (حضرات القدس صفحہ ۲۹ رمولانا شیخ بدرالدین سرہندیؒ)

خواب

ایک مرتبہ جوانی میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کو ایک شدید مرض لاحق ہوا اور کمزوری اس حد تک ہوگئی کہ زندگی سے مایوسی ہوگئی آپ کے بچوں کی والدہ صاحبہ نے جو صالحہ وعابدہ

خاتون تھی تازہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور گریہ وزاری کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں آپ کی صحت کیلئے دعا کی۔ اسی اثناء میں اس زہرۂ وقت کی آنکھ لگ گئی۔ خواب میں انہوں نے دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ خاطر جمع رہو ہم کو تو ان سے بہت بڑے بڑے کام لینے ہیں اور ابھی تو ان کاموں میں سے ایک کام بھی نہیں لیا۔ پھر اللہ پاک نے جلد ہی آپ کو صحتِ کاملہ عطا فرما کر درجۂ قرب میں پہونچا دیا۔ (حضرات القدس، صفحہ ۷۳، مولف: مولانا شیخ بدرالدین سرہندیؒ)

خواجہ باقی باللہؒ کو خواب کے ذریعہ انتقال کی خبر

نقل ہے کہ جب آپ کا سن شریف چالیس سال کا ہوا۔ تو جس کسی کی وفات کی خبر سنتے۔ آہ سرد بھر کر فرماتے کہ خوب چھوٹا، انہیں دنوں میں آپ نے اپنی ایک بیوی صاحبہ سے فرمایا کہ جب میری عمر چالیس سال کی ہوگی تو مجھے ایک واقعہ پیش آئے گا۔ پھر ایک روز فرمایا کہ خواب میں دیکھا ہے کہ مجھ سے کوئی کہتا ہے کہ جس غرض کے واسطے تم کو لائے تھے، وہ پوری ہوگئی۔ ایک روز فرمایا کہ تھوڑے دنوں میں سلسلۂ نقشبندیہ میں کسی کا انتقال ہوگا۔ ایک روز فرمایا کہ کوئی کہتا ہے کہ قطب وقت کا انتقال ہوگیا۔ اور میں اس وقت قصیدہ عزاء اپنے مرثیہ میں پڑھتا ہوں۔ اور اس میں میری تعریف مندرج ہے۔ غرض یہ کہ وسط جمادی الثانیہ میں آپ کو مرض موت شروع ہوا۔ ان دنوں میں ایک روز فرمایا کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کو خواب میں دیکھا فرماتے تھے۔ کہ پیراہن پہنو اس کے بعد آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ اگر زندہ رہیں گے تو پہنیں گے۔ ورنہ کفن ہی پیراہن ہوگا۔ ایام مرض میں ایک روز آپ کو استغراق واستہلاک اس قدر ہوگیا کہ حاضرین یہ سمجھے کہ آپ کی نزع کی حالت ہے۔ جب افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اگر مرنا ایسا ہی ہوتا ہے، تو موت بڑی نعمت ہے۔ اور ایسے حال

سے نکلنے کو دل نہیں چاہتا ہے بروز شنبہ ۲۵ / جمادی الثانیہ ۱۰۱۲ ہجری کو اللہ اللہ کہتے ہوئے جان جان آفریں کے سپرد کی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ بیرون شہر دہلی بجانب اجمیری دروازہ قریب قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دفن کیا۔ (مشائخ نقشبندیہ مجددیہ صفحہ ۱۲۴ / مؤلف محمد حسن نقشبندی)

حضرت مجدد الف ثانیؒ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نامہ عطا فرمایا

نقل ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوں کہ حضرت نے ایک اجازت نامہ جیسا کہ مشائخ اپنے خلفاء کو لکھ کر دیا کرتے ہیں، مجھ کو مرحمت فرمایا ہے۔ لیکن بعد ازاں معلوم ہوا کہ اس اجازت نامہ میں ابھی کچھ کسر ہے، کہ اتنے میں ایک شخص آ کر مجھ سے وہ اجازت نامہ بحضور آں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم لے گیا، اور اس پر کچھ لکھوا کر اور حضرت محبوب رب العالمین کی مہر سے مزین کرا کے مجھ کو لا کر دیا ہے۔ اس کے متن میں الطاف عظیمہ دنیا کے متعلق لکھے ہیں۔ اور اس کی پشت پر لکھا ہے کہ تم کو اجازت نامہ عطا ہوا ہے۔ اور مقام شفاعت مرحمت فرمایا ہے۔ کاغذات اجازت نامہ کا بہت طولانی ہے۔ اور اس پر بہت سی سطریں لکھی ہوئی ہیں۔ فرمایا کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس طرح بیٹھا ہوں جیسا کہ بیٹا باپ کے پاس بیٹھا ہو۔ کہ اسی عرصہ میں وہ اجازت نامہ لپٹا ہوا ہاتھ میں لئے ہوئے حرم شریف میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ داخل ہوا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ بحضور آن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے فرمانے لگیں۔ کہ میں تیرے انتظار میں تھی اور تو یہ کام کر۔ (مشائخ نقشبندیہ مجددیہ صفحہ ۱۵۹۔ مؤلف محمد حسن نقشبندی)

حضرت شاہ کمال کیتھلی کا اپنے پوتے شاہ سکندر کو حکم جبہّ شیخ احمد سرہندی کو پہونچادو

حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ نے اپنی وفات ۹۸۱ھ کے وقت اپنا جبہ مبارکہ جو کہ برسوں آپ کے استعمال میں رہا تھا اپنے صاحبزادہ شاہ عماد کی موجودگی کے باوجود اپنے پوتے شاہ سکندر بن عمادؒ کو عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں یہ جبہ تمہیں بطور امانت سپرد کرتا ہوں تا کہ جس بزرگ کے لئے میں کہوں اس کو پہونچا دینا۔ پھر اتفاقاً شاہ کمالؒ کا انتقال ہو گیا اور انہوں نے کسی کا نام بھی نہیں بتایا تھا۔ لیکن انہوں نے خواب میں شاہ سکندرؒ سے فرمایا کہ یہ جبہ میرے معنوی فرزند شیخ احمد سرہندیؒ کو پہونچادو۔ کہ یہ انہیں کیلئے امانت ہے جو تمہارے پاس ہے۔ شاہ سکندرؒ نے توقف کیا اور خیال کیا کہ گھر کی نعمت باہر والے کو کیوں دوں؟ حضرت شاہ کمالؒ نے دوسری بار پھر اسی کا حکم دیا اور تاکید بھی فرمائی لیکن شاہ سکندر نے پھر بھی تعمیل نہیں کی۔ پھر تو حضرت شاہ کمالؒ نے تیسری بار سخت غصہ سے فرمایا۔ آخر مجبوراً شاہ سکندر اس جبہ کو کیتھل سے سرہند لائے اور آپ کو پہنایا۔ (حضرات القدس صفحہ ۳۰۵ر مولف: شیخ بدرالدین سرہندیؒ)

بزرگوں کی شان میں گستاخی پر ایک خواب

حضرت شیخ تاجؒ دہلی تشریف لائے اور حاجی صالحؒ کے حجرہ میں مقیم ہوئے۔ ملا حسن، جعفر بیگ نہانی اور خواجہ محمد صدیق ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جعفر بیگ اور ملا حسن نے ان سے عرض کیا کہ ایک مکتوب آپ کا ہمارے پاس آیا تھا آیا وہ مکتوب کسی نے اپنی طرف سے بنالیا تھا یا وہ واقعی آپ کا مکتوب تھا؟ شیخ تاجؒ نے فرمایا کہ وہ مکتوب میرا ہی تھا

اور حقیقت ہے کہ مجھے حضرت شیخ احمد (مجدد الف ثانیؒ) سے کسی قدر انحراف ہو گیا تھا، لیکن ان کے ہاتھوں جب میں نے زک اٹھائی تو میں ان کا معتقد ہو گیا۔ اور جب میں دہلی کے حضرات کے احوال پر متوجہ ہوا تو ان میں رشد و ہدایت کا اثر نہ دیکھا میں نے توجہ بھی دی لیکن مقصد حاصل نہ ہوا۔ آخر ایک رات بارگاہ الٰہی میں بہت زیادہ نیازمندی کی تو ظاہر ہوا کہ ایک عالی مجلس قائم ہے اور تمام بڑے بڑے اولیاء وہاں جمع ہیں میں بھی اس محفل مقدس کے ایک گوشہ گھس گیا۔ تھوڑا وقت گزارا تھا کہ اکابر میں سے ایک نے مجھ سے فرمایا کہ تم اپنے وقت کے کامل بزرگ کا انکار کرتے ہو مگر یہ نہیں جانتے کہ ایسے سب سے کامل بزگ کی خدمت میں بے ادبی کرنا اور ان سے غفلت برتنا دین کی خرابی کا موجب ہے اور ایمان کے سلب ہو جانے کا باعث ہے اس انکار سے باز آؤ اور نادم و تائب ہو جاؤ۔ جب وہ بزرگ خاموش ہوئے تو اسی طرح ان بزرگوں میں سے ایک اور بزرگ نے مجھے خطاب فرمایا، غرض کہ اس مجلس کے تمام اکابر نے فرداً فرداً اسی طریقے سے مجھے خطاب اور عتاب کیا۔ میں حیران تھا کہ خدایا اکابر میں سے وہ کون ہیں جو اکمل وقت ہیں اور جن سے مجھے کدورت ہے کہ میں اس وجہ سے نشانۂ ملامت بن گیا ہوں۔

ناگاہ میں دیکھتا ہوں کہ اس مجلس مقدس کے صدر میں میاں شیخ احمد سرہندیؒ بیٹھے ہوئے ہیں اور ان تمام بزرگوں کا رخ ان کی طرف ہے اور وہی اس عالی محفل کے سردار اور صدر ہیں اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ معاملہ کیا ہے۔ پھر تو میں اپنی جگہ سے اٹھا اور ان کی خدمت میں تیزی سے حاضر ہوا اور خود کو ان کے قدموں میں ڈال دیا، جب آپ (حضرت مجدد الف ثانیؒ) نے مجھے دیکھا تو آپ کھڑے ہو گئے اور بغل گیر ہو کر بہت زیادہ مہربانی فرمائی۔ میں نے عرض کیا میں بھی طعنہ زن احباب میں بیٹھا تھا اس لئے ان لوگوں کی وجہ سے مجھے بھی آپ

کے متعلق غلط فہمی ہوگئی تھی، امید ہیکہ آپ مجھے معاف فرمادیں گے۔آپ نے فرمایا کہ تم جیسوں سے تعجب ہے،تم جیسوں سے تعجب ہے،تم جیسوں سے تعجب ہے،اس طرح تین بار فرمایااور پھر میں نے بہت تضرع اورزاری سے عرض کیا کہ مقتضاء بشریت سے یہ غلطی ہوئی ہےتو آپ نے فرمایا کہ اچھا میں نے معاف کیا۔

جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں نے توبہ کی اور بہت تضرع کی۔ چنانچہ قبولیت کا اثر ظاہر ہوا اور ہدایت نصیب ہوئی۔ اسی وجہ سے میں نے احباب اور پیر بھائیوں کو لکھا تھا کہ یہ دوروزہ زندگی تو گزر جائے گی لیکن جو شخص بھی آپ (حضرت مجددؒ) سے انحراف پر قائم رہے گا اور رجوع نہ کرے گا آخر وقت میں اس کا ایمان برباد ہوجائے گا۔ (حضرات القدس صفحہ ۳۶/ ۳/۷ مولف: شیخ بدرالدین سرہندی)

خواب میں اللہ رب العزت کی زیارت

ابو یزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ کوخواب میں دیکھا،عرض کیا کہ میں آپ کو کیوں کر پاسکتا ہوں؟ فرمایا اپنے نفس سے جدا ہوکر آجا اور حضرت احمد ابن خضرویہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ رب العزت کوخواب میں دیکھا۔ مجھ سے فرمایا کہ اے احمد سب لوگ مجھ سے کچھ مانگتے ہیں سوائے ابو یزید کے کہ وہ صرف میرا طالب ہے۔ اور ابراہیم ابن ادہمؒ فرماتے ہیں کہ میں جبریل علیہ السلام کوخواب میں دیکھا ان کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا میں نے پوچھا اسے کیا کروگے؟ فرمایا اس پر محبین کے نام لکھوں گا میں نے کہا سب سے نیچے عاشقانِ خدا کے عاشق ابراہیم بن ادہم کا بھی نام لکھ دو، ندا آئی اے جبریل ان کا نام سب سے پہلے لکھو۔ (نزہۃ البساتین، قصص الاولیاء جلد اول صفحہ ۶۰۴/)

بخارا کے ایک بزرگ سے ملاقات

حضرت حاذق الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ابھی مدینہ طیبہ میں ایک بزرگ کو دیکھا ۹۹ سال عمر تھی وہ بخارا سے ہجرت کر کے آئے ۵۵ سال سے درس حدیث دے رہے ہیں اور سلسلہ نقشبندیہ سے ہیں، ان سے ملنے کے لئے میں عصر کے بعد پہنچا، دیکھا کہ نحیف بدن بستر پر لیٹے ہیں، لیکن حالت یہ ہے کہ ذکر میں مشغول ہیں، سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ وبحمدہ اس کثرت سے پڑھتے ہیں کہ دو چار باتیں مجھ سے کیں پھر سبحان اللہ وبحمدہ شروع، پھر فرمانے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی، آپ نے تکلیف فرمائی، یہاں آیئے! فرمانے لگے میں سلسلہ نقشبندیہ سے ہوں اور یہ ذکر کرتا ہوں، محمد بن زکریا میرے شیخ ہیں ان سے بیعت ہوں وہ مجھے یہ تلقین کرتے رہے اور میں آج حضرت کی ہدایت پر عمل کرتا ہوں روح میں میری تازگی میں اس وقت میری عمر ۹۶ سال ہے ہجرت کر کے ۵۵ سال ہو گئے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی فرمایا دیکھو اس وقت میں یہ ذکر کرتا ہوں پھر بخاری شریف کی وہ حدیث سنائی ''کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبیان الی لرحمن سبحان اللہ و بحمد ہ سبحان اللہ العظیم'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو کلمہ زبان میں بہت ہلکے ہیں لیکن قیامت کے دن ترازو میں بہت وزنی ہیں اور اللہ کے نزدیک بہت محبوب ہیں پھر فرمایا آپ تو جانتے ہیں کہ بخاری شریف کی آخری حدیث ہے اور میں اس کا ورد کرتا ہوں بڑی محبت سے وہ ذکر کرتے تھے، درمیان میں چائے آئی فارغ ہوتے ہی پھر وہ ''سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم'' بڑے درد سے پڑھتے تھے ایسا لگتا تھا کہ ان کو اتنی ضعیفی میں بھی بڑا لگاؤ ہے۔ (سوانح حیات حضرت حاذق الامت، ص246)

ایک بزرگ کا امتحان

ایک بزرگ کا نام تھا صادق دو آدمی ان کی خدمت میں مرید ہونے کے لئے گئے۔ ان کا یہ قاعدہ تھا کہ وہ ایک کلمہ کے ذریعہ آنے والوں کا امتحان لیتے تھے یعنی ان سے یہ کہتے تھے کہ کہو: لَآ اِلٰـهَ اِلاَّ اللّٰہُ صَادِقٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔

چنانچہ ان دونوں سے بھی کہا ایک نے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم شرک کرنے نہیں آئے ہیں اور دوسرے نے کہہ لیا انہوں نے پوچھا تم نے کیسے کہا: کہا یہ تو بہت مشہور سی بات ہے ہر شخص جانتا ہے عالم بھی جاہل بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور قیامت تک آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ اس کے باوجود آپ نے مجھ سے جو کہلوایا تو میں نے یہ سمجھا کہ جب ساری دنیا آپ کو بزرگ سمجھتی ہے تو آپ شرع کے خلاف کیسے کر سکتے ہیں اس لئے میں نے تو اس کا مطلب سمجھا نہیں محض آپ سے عقیدت کی بناء پر کہہ دیا کہ آپ کے نزدیک اس کے کوئی معنی ہوں گے بس وہی میری بھی مراد ہے۔ انہوں نے کہا کہ تمہاری اس عقیدت سے بہت خوش ہوا بھائی۔ سنو میں اپنے کو رسول تھوڑے ہی کہتا ہوں بلکہ اس جملہ میں صادق خبر مقدم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صادق ومصدق ہیں۔ دیکھا آپ نے بزرگوں نے ایسا ایسا امتحان لیا ہے اور لوگوں نے انہیں مانا ہے۔ اب یہ زمانہ بداعتقادی کا ہے۔ پیر کی کوئی معمولی سی بات بھی اگر ان کی سمجھ میں نہ آئے تو اس پر اعتراض کرنے کے لئے تیار رہیں۔ (افادات حکیم الامتؒ، ص/ 17)

میں تیرا بندہ نہیں تو میرا خدا نہیں میں تیرا کہنا کیوں مانوں

دہلی میں ایک بزرگ رہتے تھے وہ یہی رٹ لگائے رہتے تھے کہ میں تیرا بندہ نہیں تو میرا خدا نہیں میں تیرا کہنا کیوں مانوں۔ لوگ ان کے پاس سے گذرتے اور جب اس کلمہ کو سنتے تو

لاحول پڑھ کر آگے بڑھ جاتے۔ایک دن ایک شخص نے ہمت کر کے ان سے پوچھا کہ حضرت آخراس کا مطلب کیا ہے! یہ آپ کیا فرماتے ہیں؟ انہوں نے کہا خدا تیرا بھلا کرے پوری دہلی میں تو ہی صرف ایسا نکلا جس نے مجھ سے اس کا مطلب تو پوچھا ورنہ لوگ تو مجھ پر لاحول پڑھ کر چلے جاتے ہیں اور کہا کہ بھائی میرا نفس مجھ سے کسی چیز کی خواہش کر رہا ہے تو میں اسے مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ تو کوئی میرا خدا نہیں اور میں تیرا بندہ نہیں پھر میں تیرا کہنا کیوں مانو؟۔

اب تباؤ کیا برا کہتا ہوں۔اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے کلام کو سن کر فوراً اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ اس کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ بزرگوں کی خدمت میں بیٹھنے والوں کے لئے ان کا ادب نہایت ضروری ہے۔رسالہ قشیریہ میں ہے کہ جو شخص کسی شیخ کی صحبت میں رہا اور دل سے ان پر اعتراض کر دیا تو اس نے صحبت کا عہد توڑ دیا یعنی شیخ سے اس کا قلبی رشتہ ختم ہو گیا۔ جسمانی اور بدنی قرب کے باوجود اس کے فیض سے محروم رہے گا۔((افادات حکیم الامتؒ ص/18)

بوعلی سینا اخلاق ندارد

بوعلی سینا جو بہت بڑا حکیم گزرا ہے، اس کے زمانے میں ایک بزرگ تھے، اُنھوں نے ایک دفعہ بوعلی سینا کے بارے میں یہ کہہ دیا: ’’بوعلی سینا اخلاق ندارد‘‘ (بوعلی سینا اخلاق نہیں رکھتا) یہ جملہ جب بوعلی سینا کو معلوم ہوا تو اُس نے اخلاقیات پر ایک بہترین کتاب تصنیف کر دی اور اس میں اخلاق کی تمام تفصیلات جمع کر دیا، اخلاق کے اصول و فروع، اخلاق کی اقسام و انواع، اخلاق کے آثار و لوازمات وغیرہ سب کچھ لکھ دیا اور ایک نسخہ اُن بزرگ صاحب کے پاس بھی بھیجا، جنھوں نے یہ کہا تھا کہ بوعلی سینا اخلاق ندارد، تو کسی نے ان بزرگ سے عرض کیا کہ حضرت! آپ نے کہا تھا کہ بوعلی سینا اخلاق ندارد، اُس نے تو اخلاق پر اتنی

زبردست کتاب لکھ کر بتا دیا ہے کہ وہ اخلاق جانتا ہے، حضرت نے کہا کہ میں نے کب یہ کہا تھا کہ ''بوعلی سینا اخلاق نداند'' کہ بوعلی سینا اخلاق جانتا نہیں، میں نے تو یہ کہا تھا کہ ''اخلاق ندارد'' یعنی وہ اخلاق رکھتا نہیں، جاننا الگ بات ہے، رکھنا الگ بات ہے، کتاب لکھ دینا الگ بات ہے اور اُسے عملی جامہ پہنانا الگ بات ہے۔ (فیضان معرفت جلد اول، ص/79)

نیکیاں کرتے رہے پھر بھی ڈرتے رہے

''صید الخاطر'' میں ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ وہ ایک مرتبہ بیان فرمارہے تھے اور سامعین میں دس ہزار کا مجمع تھا اور ان کا وعظ سن کر پورے کا پورے مجمع رو رہا تھا، سوچو کہ کیا عالی شان خطاب ہوگا؟! کیا پُر تاثیر بیان ہوگا؟! ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اسی وقت میں نے اللہ سے وعدہ کیا کہ اے اللہ! میں گنہ گار ہوں، جنت تو مجھے نہیں مل سکتی، میرے اعمال اس لائق نہیں اور مجھے جہنم میں ہی جانا ہے؛ اس لیے صرف ایک درخواست یہ کرتا ہوں کہ مجھے ان دس ہزار کے سامنے عذاب نہ دینا، ان سے اوجھل رکھ کر جہنم میں ڈالنا۔

اللہ اکبر! کیا عاجزی ہے؟! کیا تواضع ہے؟! میں نے ایک سفر کے دوران ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات پڑھی اور یہ واقعہ پڑھ کر میرا سر کچھ دیر کے لیے چکرانے لگا، واقعی یہ حضرات اپنے غایت تواضع وانتہائی عاجزی سے ہی اس قدر اونچے مراتب پر فائز ہوئے ہیں، میں کہتا ہوں کہ اس طریق کا حاصل یہی ہے کہ نیکی کرتا رہے اور پھر بھی ڈرتا رہے، گناہ کرکے ڈرنا کمال نہیں، نیکیاں کرکے ڈرنا کمال ہے۔ (فیضان معرفت جلد اول، ص/80)

شکر گزار فقیر افضل ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ حضرت مال دار شکر گزار افضل ہے یا فقیر صابر افضل ہے؟ فرمایا: ان میں سے کوئی بھی افضل نہیں؛ بلکہ شکر گزار فقیر افضل ہے کہ

مصیبت آئی تب بھی شکر کررہا ہے، میں اس کی مثال دیتا ہوں، جیسے کوئی بیمار ہوا، ڈاکٹر نے کہا آپریشن کرنا ہوگا اور پیسے بھی دینے پڑیں گے، مریض نے ڈاکٹر سے آپریشن بھی کرایا اور پھر با ادب روپیے بھی دیے اور اس پر ڈاکٹر کا شکریہ بھی ادا کیا، یہاں کوئی مریض یہ نہیں کہتا کہ ڈاکٹر صاحب! آپ نے میرا جو آپریشن کیا، اس پر میں آپ کا کوئی شکوہ نہیں کرتا؛ بلکہ اس پر میں صبر کرتا ہوں؛ بلکہ یہ کہے گا کہ آپ کا شکریہ کہ آپ نے میرا علاج کردیا اور میرے اوپر آپ نے احسان فرمایا، جب دنیا کا ادنیٰ ڈاکٹر جس کی طرف سے یہ بھی امکان ہے کہ غلط کرڈالے اور یہ بھی امکان ہے کہ اپنی غرض کے لیے آپریشن کرتا ہو، جب وہ ہمیں تکلیف و مصیبت دے رہا ہے اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں ہمارا فائدہ اور مصلحت ہے، تو ہم اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں، تو حقیقی ڈاکٹر اللہ تعالیٰ کوئی بیماری ہمارے ہی فائدہ کے لیے دیتا ہے، تو کیا شکر نہیں کیا جاسکتا؟ اور وہ ہماری مصلحت کے لیے کبھی فقر و فاقہ دے تو کیا اس پر اس کا شکر نہیں ہوسکتا؟ بے شک ہوسکتا ہے، اس لیے فقیرِ شاکر سب سے افضل ہے۔ (اولیاء کی نصیحت، ص ـ/ 77)

حضرت حکیم الامت کی سادگی اور بے تکلفی

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ نماز فجر کے بعد کچھ دیر مصلیٰ پر بیٹھے رہتے تھے پھر اٹھ کر تفریح کے لئے جنگل چلے جاتے۔ مقتدیوں نے بھی یہی کرنا شروع کیا کہ وہ سب بھی بیٹھے رہتے جب حضرت اٹھے سب اٹھ پڑتے اس پر حضرت مولانا بہت خفا ہوئے اور فرمایا میری امامت تو سلام پر ختم ہوگئی زیادہ سے زیادہ دعا میں اقتدا کرلو لیکن اس کے بعد پھر اقتدا کیسی؟ وظیفہ میں بھی آپ لوگ مقتدی اور میں مقتدا کیسے بن گیا۔ فرماتے کہ یہ شرک ہے۔ میں بھی لوگوں سے برابر کہا کرتا ہوں کہ بھائی مجھے بہت سی تکلیفیں رہا کرتی ہیں حتی کہ بعض کا اظہار بھی شرعا جائز نہیں اور نہ سننا شرعاً جائز اس لئے بغیر اجازت اندر نہ آنا چاہیئے۔ (اہل معرفت کی راہیں، ص/ 110)

مولانا شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادیؒ کو جب ان کے گاؤں والوں نے وطن چھوڑنے پر مجبور کردیا

میرے شیخ حبیب الامت حضرت مولانا ادریس حبان رحیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت مولانا شاہ فضل رحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ بیان کرتا ہوں۔ بڑے عالم تھے مشائخ میں ان کی خاص شان تھی گنج مراد آباد کے رہنے والے نہیں تھے بلکہ کوئی مقام صفی پور ہے وہاں کے رہنے والے تھے وہاں کے لوگوں نے حضرت کو پریشان کر کے وطن چھوڑنے پر مجبور کردیا اور جب آپ وہاں سے تشریف لانے لگے تو لڑکوں نے پیچھے تالیاں بجائیں جس میں حضرت کا لڑکا بھی تھا۔ وہاں سے چل کر گنج مراد آباد تشریف لائے۔ یہاں ایک خان صاحب تھے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت میرا مکان حاضر ہے اس میں قیام فرمایئے پھر بعد میں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت کو ایسا عروج عطا فرمایا کہ وائسرائے تک آتے تھے اور حضرت پروا تک نہ کرتے تھے۔ حضرت نے دوسری شادی بھی فرمائی تھی جن سے اولادیں بھی ہوئیں اور وہ لڑکا جو مخالفین کے ساتھ تھا وہ پہلی بیوی کا تھا حضرت کے یہاں آتا تھا جب حضرت کی نظر اس پر پڑتی تھی تو بہت خفا ہوتے تھے مگر دوسرے بھائی ان کو لے جاتے اور خاطر کرتے اور کچھ روپیہ وغیرہ دے دلا کر رخصت کر دیتے تھے سمجھتے تھے کہ اسی کے لئے آئے ہیں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کی دونوں شانیں دیکھیں ایک وہ دن بھی دیکھا جب کہ صفی پور سے نکالے جارہے تھے اور ایک دن یہ بھی دیکھا کہ ایسی شوکت ایسا دبدبہ کہ جس کو چاہیں اپنے یہاں سے نکالدیں یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے شیون کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ۔ (اہل معرفت کی راہیں، ص/ 111)

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستمگاری میں
کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

ایک چڑیا کی محبت حضرت سفیان ثوریؒ سے

ایک دن حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے بازار میں ایک چڑیا کو پنجرے میں تڑپتا دیکھ کر خرید لیا اور اس کو آزاد کر دیا۔ چڑیا اڑ گئی لیکن اپنے ہم جنسوں کی طرح اپنا کام بن جانے کے بعد بے رخ ہو کر نہیں اڑ گئی۔ وہ چڑیا ہر روز حضرت سفیان ثوری کے گھر آتی، آپ رات بھر نماز پڑھتے رہتے اور وہ دیکھتی رہتی اور کبھی کبھی آپ کے جسم مبارک پر بیٹھ جاتی، یہاں تک کہ اس محبت آمیز سلوک کو ایک عرصہ گزر گیا اور حضرت سفیان ثوری دنیا سے رخصت ہوئے اور آپ کا جنازہ اٹھا۔ وہ چڑیا نہایت بے قراری کے ساتھ اپنی زبان میں فریاد کرتی تھی اور بار بار جنازے پر لوٹتی تھی۔ اور لوگ یہ حال دیکھ کر ہائے ہائے کر کے روتے تھے۔ جب آپ کو دفن کیا گیا۔ تو وہ معصوم چڑیا اپنے آپ کو قبر کی خاک پر بار بار پٹکتی، یہاں تک کہ قبر سے آواز آئی کہ حق تعالیٰ نے سفیان کو بخش دیا اس شفقت و محبت کی برکت سے جو مخلوق کے حال پر فرماتے تھے''۔

اس کے بعد وہ چڑیا اپنے زخمی جسم اور ٹوٹے پھوٹے بازوؤں کو سنبھالتی ہوئی اڑ گئی، فضائے بسیط میں جو باوفا غلاموں اور اولوالعزم ساکنان ارضی کی پرواز کے لئے مناسب جگہ ہے۔ شاید وہ اپنے محسن حقیقی کے فرستادوں کی طرف سے اپنے محسن مجازی کے حق میں اس خوش خبری کو سننے کی منتظر تھی جس کا ذکر مندرجہ بلا سطور میں ہوا ہے اور جس سے زیادہ خوشی کی بات اس بے زباں مخلوق کے لئے اور ہو بھی کیا سکتی تھی یا سفیان ثوری کے بڑے سے بڑے ہمدرد اور خیر خواہ کے لئے مغفرت اور قبولیت خداوندی کی خوش خبری سے بڑھ کر نعمت عظمیٰ کا تصور اور ہو بھی کیا سکتا ہے؟

لیکن ہمارے اور آپ کے حق میں سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایک معمولی سی چڑیا کے دل میں اپنی آزادی اور بے بسی سے چھٹکارے کی اتنی بڑی قیمت ہے کہ زندگی بھر اپنے نجات دہندہ پر نچھاور رہی، اس کی دید و شنید کے لئے شب و روز پلکیں بچھائے رہی۔ آفریں ہے اس

ننھی سی ناسمجھ جان پر کہ اپنے محبوب کی موت کے بعد بھی خود کو اس کی میت اور قبر پر تصدق کرتی رہی۔ ایک حقیر مخلوق کو شعور و وجدان اور احساس مروت کا اتنا بڑا خزانہ ، جانثاری اور Attachment کا اتنا بڑا ابہانہ اور پہاڑ عطا ہوسکتا ہے جو بہر حال اپنی جگہ پر ایک نمونہ اور مثال ہے تو پھر ہم تو اشرف المخلوقات اور خیر الامم ہیں، کیا ہمیں اپنے محسن حقیقی اپنے محبوب خالق و مالک اور اس کے پیغامات اور احکامات کو قبول و عمل کی صورت میں پہونچانے والی معزز و مکرم ہستیوں سے ویسی والہانہ اور عاشقانہ محبت نہیں ہوسکتی جو اس چھوٹی سی مخلوق کے ننھے سے دل میں موجزن تھی اور کیا سلف و صالحین کے کردار کی جھلکیاں ہماری عبرت وموعظت کے لئے کچھ بھی نہیں؟؟ یقینا ہیں اور بہت کچھ ہیں، کاش مثبت انداز میں ہمیں بھی سوچنے اور سمجھنے کی توفیق حاصل ہوجائے اور اپنے حساس ترین احساسات کو جگانے کے لئے ہم سب تیار بھی تو ہوجائیں۔ (بحوالہ تزکیہ نقوش، ص:۱۱۱، اعظم گڑھ یوپی)

سفیان ثوری اور ہارون الرشید

ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوریؒ نے خلیفہ ہارون رشید کے نام ایک خط لکھا، جس میں اس کو سخت ملامت کی، لکھا کہ:

”خدا کے بندے سفیان کی جانب سے خلیفہ ہارون رشید کی طرف، جو امیدوں اور آرزوؤں کے فریب میں مبتلا ہے، جس کی ایمانی حلاوت سلب کر لی گئی ہے، جو تلاوت قرآن کریم کی لذت سے محروم ہے۔

اے ہارون! میں تم کو صاف لکھ رہا ہوں کہ میں نے تم سے محبت کا رشتہ توڑ دیا، میرے اور تمہارے تعلقات ختم ہوگئے، تم نے میرے نام جو خط بھیجا ہے، اس میں اقرار کیا ہے کہ مسلمانوں کے بیت المال سے تم بے جا اور غلط طریقے سے خرچ کر رہے ہو، گویا تم یہ لکھ کر

اپنے اس فعل پر خود شاہد ہو گئے، جن کے سامنے تمہارا خط پڑھا گیا، وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ ہم لوگ کل قیامت کے دن حق تعالیٰ کے سامنے اس کی شہادت دیں گے۔

اے ہارون! تم نے مسلمانوں کے مال پر قبضہ کر رکھا ہے، کیا تمہارے اس فعل سے رعایا راضی ہے؟ اے ہارون! اپنے ہاتھ کو روکو، کل خدا تعالیٰ کے یہاں جواب دہی کے لیے تیار رہو، یقین کرو کہ تم کو ایک عادل اور حکیم کے دربار میں کھڑا ہونا ہے، اپنے معاملے میں اپنے رب سے ڈرو، کیونکہ ایمان اور زہد کی نعمت تم سے سلب کر لی گئی ہے۔

اے ہارون! تم تخت شاہی پر بیٹھے ہوئے حریر و دیباج (ریشم) کے استعمال میں مصروف ہو اور دروازے پر تم نے پردے ڈال رکھے ہیں، ظالم سپاہ تمہارے قصر کے سامنے کھڑی رہتی ہے، لوگوں پر ظلم و زیادتی ہوتی ہے۔

اے ہارون! اس دن تمہارا کیا حشر ہوگا، جب پکارنے والا پکارے گا کہ ظالمین اور ان کے معاونین و مددگاروں کو جمع کرو، پھر تم مع اپنی پوری جماعت کے بارگاہ ایزدی میں حاضر کئے جاؤ گے اور تم ان سب کے امام ہو گے۔

اے ہارون! میری نصیحت پر عمل کرو، اپنی رعایا کے بارے میں خدا سے ڈرو اور اس پر غور کرو کہ جناب رسول اکرمؐ کا اپنی امت کے متعلق کیا حال تھا؟

اے ہارون! جس طرح خلافت تم کو ملی ہے، اسی طرح تم سے کسی دوسرے کو ملے گی، دنیا کا یہی رنگ ہے، اب تم آئندہ مجھے کوئی خط نہ لکھنا، اس لیے کہ میں جواب نہ دوں گا۔‘‘

عباد طالقانیؒ کہتے ہیں: حضرت سفیان ثوریؒ کے نصیحت بھرے الفاظ مجھ پر اثر کر چکے تھے، میں خط لے کر ہارون رشید کے دربار میں آیا، پہلے تو دربان نے میرا مذاق اڑایا، پھر مجھے

ہارون سے ملاقات کا موقع ملا، میں نے سفیانؒ کا خط اس کو دیا تو وہ اس کو بغور پڑھنے لگا اور میں نے دیکھا کہ ہارون رشید خط پڑھتے جارہا ہے اور آنسو اس کے چہرے پر جاری ہیں۔

کسی نے ہارون سے سفیانؒ کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگا کہ وہ ایک متقی انسان ہیں۔ عباد کہتے ہیں کہ ہارون رشید نے اس روز سے معمول بنالیا کہ وہ ہر نماز کے بعد اس خط کو پڑھتا رہتا اور خوب روتا رہتا۔ (کچھ دیر اہل حق کے ساتھ، ص38)

مرنے والا تو منافق تھا

ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوریؒ اپنے ایک ہمسایہ کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ آپ نے دیکھا اور سنا کہ تمام لوگ مرحوم کی تعریفیں کر رہے ہیں لیکن آپ نے لوگوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا ''مرنے والا تو منافق تھا۔ اگر پہلے سے مجھے اس بات کا علم ہوتا تو مَیں جنازے میں کبھی شریک نہ ہوتا اور اس کی منافقت کی دلیل یہ ہے کہ اہل دنیا اس کی تعریفیں کر رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کا اہل دنیا سے بہت گہرا تعلق تھا اور یہی چیز اس کی منافقت پر دلالت کرتی ہے۔'' کچھ دیر اہل حق کے ساتھ، ص39)

جو خدا اپنے دشمن کی وجہ سے اپنے دوست پر ناراض ہو

ایک دفعہ جہاد میں حضرت عبداللہ بن مبارکؒ ایک کافر سے لڑ رہے تھے۔ نماز کا وقت ہوا۔ تو آپ نے کافر سے اجازت لے کر نماز ادا کی اور جب کافر کی عبادت کا وقت ہوا تو وہ بھی آپ سے اجازت لے کر اپنے بت کی جانب متوجہ ہوا لیکن آپ کے دل میں اس کو قتل کر دینے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اسی وقت ندائے غیبی آئی۔ ہماری اس آیت کے مطابق اپنے قصد سے باز آجاؤ۔

ترجمہ آیت: ''تم سے قیامت میں عہد شکنی کی باز پرس ہوگی۔''

آپ یہ ندا سنتے ہی رو پڑے اور جب اس کافر نے رونے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے پورا واقعہ بیان کر دیا۔ یہ سن کر اس کافر نے اپنے دل میں خیال کیا کہ جو خدا اپنے دشمن کی وجہ سے اپنے دوست پر ناراض ہو۔ اس خدا کی اطاعت نہ کرنا بزدلی اور حماقت ہے۔ اس بات کا خیال کرتے ہی وہ سچے دل سے مسلمان ہو گیا۔ (اللہ والوں کا قصہ، ص/88)

خدا کو خوش کرنے والا کبھی نقصان میں نہیں رہتا

ایک دن حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے ہاں کوئی مہمان آ گیا اور اس وقت آپ کے ہاں کوئی شے موجود نہیں تھی لیکن آپ نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ مہمان خدا کا بھیجا ہوا ہوتا ہے۔ لہٰذا مہمانداری میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا۔ مگر بیوی نے آپ کے حکم کی تعمیل نہ کی۔ چنانچہ اس حکم شرعی کے مطابق کہ جو عورت شوہر کا حکم نہ مانے اس کو طلاق دے دینی چاہیے۔ آپ نے بھی مہر ادا کر کے بیوی کو طلاق دے دی۔

کچھ عرصہ کے بعد آپ کی مجلس وعظ میں کوئی امیر زادی شریک ہوئی اور وعظ سے اس درجہ متاثر ہوئی کہ اپنے والدین سے کہہ کر میرا نکاح عبداللہ بن مبارکؒ سے کر دو۔ اس پر والدین نے خوش ہو کر نکاح کر کے لڑکی آپ کے ہمراہ روانہ کر دی۔ اس کے علاوہ پچاس ہزار دینار بھی لڑکی کو دیئے۔ پھر نکاح کے بعد خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

''تو نے ہماری خوشنودی میں بیوی کو طلاق دے دی تھی۔ لہٰذا ہم نے اس سے بہتر تجھ کو دوسری بیوی عطا کر دی تا کہ تو خود اندازہ کر سکے کہ خدا کو خوش کرنے والے کبھی نقصان میں نہیں رہتے۔'' (اللہ والوں کا قصہ، ص/89)

مجھے اللہ کے سوا کسی کا نام یاد نہیں رہتا

ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت بایزید بسطامیؒ کے دروازے پر آواز دی۔ آپ نے

پوچھا ''کس کی تلاش ہے؟

جواب ملا'' بایزید کی۔

اس پر آپ نے فرمایا'' میں تو تیس سال سے اس کی تلاش میں ہوں اور آج تک نہیں ملا۔''

ایک عقیدت مند تیس سال سے حضرت بایزیدؒ کا خادم بنا ہوا تھا۔ وہ جب بھی سامنے آتا۔آپ پوچھتے کہ تیرا نام کیا ہے۔ایک مرتبہ اس نے عرض کیا۔

'' آپ میرے ساتھ مذاق کرتے ہیں۔ جب بھی سامنے آتا ہوں۔آپ میرا نام پوچھتے ہیں حالانکہ میں تیس سال سے آپ کی خدمت میں ہوں۔''

آپ نے فرمایا'' میں مذاق نہیں کرتا بلکہ میرے قلب و روح میں اس طرح اللہ کا نام جاری وساری ہے کہ اس کے نام کے سوا مجھے کسی کا نام یاد نہیں رہتا۔'' (نیکوں کی صحبت، ص/ 90)

خدا کے نظر و کرم سے اعمال اچھے ہو جائیں گے

ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامیؒ نے کسی دیوانے کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے میرے اللہ! میری جانب نظر کرم فرما۔

آپ نے اس سے فرمایا'' تو نے ایسے کون سے اعمال کئے ہیں جو اس کی نظر تیری طرف اُٹھے۔

اس نے جواب دیا۔'' جب اس کی نظر مجھ پر پڑ جائے گی تو میرے اعمال خود بخود اچھے ہو جائیں گے۔

آپ نے فرمایا'' تو سچا ہے۔ (نیکوں کی صحبت، ص/ 91)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کو اتنا بلند مقام کیسے نصیب ہوا

حضرت قاری صدیق احمد صاحب باندوی نے ارشاد فرمایا حضرت مولانا (سیّد ابوالحسن)

علی میاں صاحب اس وقت دنیا کے امام ہیں، شام جاتے ہیں تو بڑے بڑے لوگ ان کی جوتیاں سیدھی کرتے ہیں، ان کو اپنے یہاں بڑے اہتمام سے بلاتے ہیں، یہاں تک فرمائش کرتے ہیں کہ آپ ہمارے یہاں آ کر رہئے۔

دمشق کی جامع مسجد میں آپ کو مدعو کیا گیا اور یہاں تک کہا گیا کہ آپ سال میں صرف تین ماہ کے لئے آجایا کریں، آپ کے رہائش کے لئے عمدہ بلڈنگ ہوگی، سفر کے لئے ہوائی جہاز کا انتظام ہوگا، آپ کو کسی قسم کی کوئی دشواری نہ ہوگی، کام بھی کچھ نہ ہوگا صرف مہینہ میں طلبہ کے سامنے چار تقریریں کر دیا کیجئے گا، اور کافی تنخواہ مقرر کی تھی۔

لیکن حضرت مولاناؒ نے صاف جواب دے دیا اور فرمایا کہ جہاں میں رہتا ہوں وہاں خود کام کی ضرورت ہے اس لئے پابندی نہ ہو سکے گی، باقی خدمت کے لئے میں حاضر ہوں، جب موقع ہوا کرے گا، فرصت نکال کر میں خود حاضر ہو جایا کروں گا لیکن نہ کرایہ لوں گا نہ سفر خرچ، اپنے ہی کرایہ سے آؤں گا۔

حضرت مولاناؒ کو جو یہ مقبولیت حاصل ہوئی ہے تو کیوں اس کی کیا وجہ ہے؟ مولانا کے اور بھی تو ساتھی ہوں گے جو ان کے ساتھ پڑھتے ہوں گے وہ کیوں ایسے نہ بنے، اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ اپنے اساتذہ کا ادب بہت کرتے تھے، ان سے محبت کرتے، ان کی خدمت میں حاضر ہوتے، ہر کام اپنے بڑوں سے پوچھ کر کرتے تھے، تم لوگ بھی ایسا ہی کیا کرو۔ (مجالس صدیق جلد 1 ص/29)

حضرت امام بخاریؒ کا حال

فرمایا حضرت امام بخاریؒ کتنے بڑے امام اور محدّث ہیں، علم کے پہاڑ ہیں، اپنے اساتذہ سے بھی بڑھے ہوئے ہیں لیکن وہ اتنے بڑے ہونے کے بعد بھی فرماتے ہیں کہ افسوس! اب ہمارے اساتذہ موجود نہیں ہیں، اگر وہ ہوتے تو تھوڑی دیر ان کے پاس جا کر بیٹھتا۔

واقعی ہے بھی یہی بات، آدمی کا اپنے استاد سے تعلق اور لگاؤ ہونا چاہئے، ان سے ملتے جلتے رہنا چاہئے، ان کے پاس جا کر بیٹھنا چاہئے، ان ہی سب باتوں سے برکت ہوتی ہے، فیض ہوتا ہے، ترقی ہوتی ہے۔

آج کل طالب علموں کو ہوٹل میں بیٹھنے، چائے اور پان کی دکان میں بیٹھنے میں تو اچھا لگتا ہے، سینما حال میں بیٹھنے میں اچھا لگتا ہے لیکن استادوں اور بزرگوں کے پاس جانے اور ان کے پاس بیٹھنے میں اچھا نہیں لگتا، وہاں بیٹھنے کی اس کی طبیعت نہیں چاہتی، یہ طبیعت کا فساد ہی تو ہے، اسی وجہ سے تنزلی ہی تنزلی ہے۔ (مجالس صدیق جلد 1، ص/30)

حضرت ابوالحسن نوریؒ کی حکایت

حضرت ابوالحسن نوریؒ کی حکایت ہے کہ ایک بار ایک موقع پر چلے جا رہے تھے۔ چلتے چلتے دریا کے کنارے پر پہونچے۔ دیکھا کہ شراب کے مٹکے کشتیوں سے اتر رہے ہیں۔ پوچھا کہ ان میں کیا ہے؟ کشتی والے نے کہا کہ شراب ہے۔ خلیفہ وقت معتضد باللہ کے لئے آئی ہے اور وہ دس مٹکے تھے شیخ کو غصہ آیا اور کشتی والے کی لکڑی مانگ کر نو مٹکے یکے بعد دیگرے توڑ ڈالے، اور ایک مٹکا چھوڑ دیا، چونکہ یہ شراب خلیفہ کے لئے لائی گئی تھی، اس لئے ان کا براہِ راست خلیفہ کے یہاں چالان کر دیا گیا۔ معتضد نہایت ہیبت ناک صورت میں بیٹھ کر اجلاس کیا کرتا تھا۔ لوہے کی ٹوپی اوڑھتا تھا۔ اور لوہے کی زرہ اور لوہے کا گُرز ہاتھ میں ہوتا تھا اور لوہے کی کرسی پر بیٹھتا تھا۔ معتضد نے نہایت کڑی اور ہولناک آواز سے پوچھا کہ تم نے یہ کیا کیا؟ حضرت شیخ نے فرمایا کہ جو کچھ میں نے کیا ہے آپ کو بھی معلوم ہے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں، ورنہ میں یہاں تک نہ لایا جاتا۔ معتضد یہ جواب سن کر برہم ہوا۔ اور پوچھا کہ

تم نے یہ حرکت کیوں کی؟ کیا تم محتسب (نگراں) ہو؟ شیخ نے فرمایا کہ ہاں محتسب ہوں، خلیفہ نے پوچھا کہ تم کوکس نے محتسب بنایا ہے؟ فرمایا کہ جس نے تجھ کوخلیفہ بنایا ہے۔خلیفہ نے پوچھا کہ کوئی دلیل ہے؟ فرمایا:

یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَأمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَا اَصَابَکَ۔

ترجمہ: قائم کرونماز کو، اور حکم کرو نیک باتوں کا، اور لوگوں کو بری باتوں سے روکو، اور اس سے جو تجھ کو تکلیف پہونچے اس پر صبر کرو۔

معتضد یہ بے باکی کی باتیں سن کر متاثر ہوا۔اور کہا کہ ہم نے تم کو آج سے محتسب (نگراں) بنایا۔مگر ایک بات بتاؤ کہ ایک مٹکہ تم نے کیوں چھوڑ دیا؟ فرمایا کہ جب میں نے نو مٹکے توڑ ڈالے تو نفس میں خیال آیا کہ اے ابوالحسن تو نے بڑی ہمت کا کام کیا کہ خلیفہ وقت سے بھی نہ ڈرا، میں نے اسی وقت ہاتھ روک لیا کیوں کہ اس سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لئے توڑے تھے۔اگر اب توڑوں گا تو وہ نفس کے لئے ہوگا۔اس لئے دسواں مٹکہ چھوڑ دیا۔ (ذم ہویٰ۔آداب انسانیت: ص ۳۰)

ایک واقعہ

ایک جگہ میں گیا وہاں ایک اسکول بھی تھا۔جس میں مسلمانوں کے بچے پڑھتے تھے۔ اور اس کا ماسٹر ہندو تھا۔ وہاں لوگوں نے مجھ سے ماسٹر کی بڑی تعریف کی، کہ روزانہ پانچ وقت نماز پڑھوانے کے لئے لڑکوں کو مسجد لے جاتے ہیں۔میں نے کہا کہ ان کا نماز پڑھوانا کچھ مفید نہیں ہوسکتا۔کیوں کہ روزانہ پانچ وقت بچوں کے دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہوگا کہ اگر نماز ضروری چیز ہے تو ماسٹر صاحب خود کیوں نہیں پڑھتے۔اس لئے ضرورت ہے کہ نماز پڑھوانے والا مسلمان ہونا چاہیے۔

اور حقیقت میں یہی ہوتا ہے کہ باعمل علماء کا جو اثر ہوتا ہے وہ بے عمل علماء کا نہیں ہوتا۔ (الدعوت الی اللہ: ص ۲۹)

ایک عابد نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا

ایک عابد نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اور ان کے ساتھ ہولیا۔ اور ایک گنہگار فاسق فاجر اپنے دروازہ پر کھڑا رہا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر بہت جی چاہتا تھا کہ ان سے ملے۔ مگر اپنی بدکاری پر نظر کرتے ہوئے ہمت نہ پڑتی تھی کہ آپ کے پاس آئے۔ اپنے کو بہت روکا آخر نہ رہا گیا۔ اور وہ بھی ساتھ ہو گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو اخلاق سے پیش آئے اور اس جاہل عابد کمبخت متکبر نے اس کو بہت لتھاڑا کہ تو ہمارے ساتھ کیسے ہو گیا اور دعاء کی کہ اے اللہ مجھ کو آخرت میں بھی اس کے ساتھ جمع نہ فرمائیو۔ اور اس گنہگار نے اپنی مغفرت کی دعاء کی، فوراً وحی آئی کہ دونوں کی دعاء قبول ہوئی۔ اس نے ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ'' کہا تھا اس کو ہم نے جنتی بنا دیا۔ اور اس نے یہ دعاء کی تھی کہ میرا اور اس کا آخرت میں ساتھ نہ ہو۔ ہم نے اس کی بھی دعاء قبول کی، کہ دوزخ میں جائے گا، تا کہ اس کا ساتھ نہ ہو۔ (الاتمام لنعمۃ الاسلام: ص ۱۳۸)

واقعہ شاہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

شاہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ ان کا ایک مرید ہزاروں میل چل کر ان کے پاس پہنچا اور گھر جا کر پوچھا کہ حضرت ہیں؟ بیوی نے کہا کیسے حضرت؟ ہم جانتے ہیں کہ وہ کیسے حضرت ہیں، ہمارے پاس تو رہتے ہیں، ان کا سارا کھیل کود ہم جانتے ہیں، کچھ نہیں حضرت وضرت۔ وہ بے چارہ مرید رونے لگا کہ ہزاروں میل سے آیا ہوں لیکن اس نے تو میری عقیدت میں دھکا مار دیا۔ روتا ہوا گیا۔ محلہ والوں نے دیکھا تو کہا وہ بڑے اولیاء اللہ ہیں، بیوی کی تکلیفوں

پر صبر سے اللہ نے ان کو بڑا مقام دیا ہے، جاؤ جنگل میں ان کے مقام کا پتہ چلے گا۔ اب وہ مرید جنگل میں گیا تو دیکھا شیر پر بیٹھے آرہے ہیں۔ کیا شیر پر بیٹھ سکتا ہے کوئی؟ یہ کرامت تھی۔ شیر پر بیٹھے ہیں اور لکڑیاں کاٹ کر گٹھڑی باندھ کر اس کی کمر پر رکھا ہے اور جب شیر چلنے میں گڑ بڑ کرتا ہے تو سانپ کے کوڑے سے اس کی پٹائی کرتے ہیں۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ جن کو ساری دنیا تسلیم کرتی ہے، انہوں نے مثنوی میں اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ اور میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب اس واقعہ کو بیان کرتے تھے تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شعر کو بڑے عجیب انداز میں پڑھتے تھے جو مولانا نے اس واقعہ کے آخر میں بیان کیا ہے۔ میں اس شعر کو سنانا چاہتا ہوں۔ جب اس مرید نے کہا حضرت! میں آپ کے گھر گیا تھا بہت پریشان ہو کر آیا۔ فرمایا کہ میں سمجھ گیا۔ سنو! اسی بیوی کی تکلیف اُٹھانے سے جو اللہ کے لیے اُٹھا رہا ہوں، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس شیر کو میرا غلام بنادیا، یہ کرامت اسی بیوی کی تکلیف پر صبر کرنے سے ملی ہے کہ اللہ کی بندی ہے، یہ سوچ کر برداشت کرتا ہوں۔ آہ شعر سنیے ۔ (ذکر اللہ اور اطمینان قلب، ص/22)

گر نہ صبرم می کشیدے بار زن
کے کشیدے شیر نر بے گار من

اگر میرا صبر بیوی کی تکلیف کو برداشت نہ کرتا تو یہ شیر میری بے گاری اور غلامی کرتا؟ یہ انعام بیوی کے صبر پر ملا۔

اس سے قبل بات چل رہی تھی کہ ابرار بندے کون ہیں؟ ابرار کی تفسیر کیا ہے؟

واقعہ شاہ ابرار الحق صاحب

حضرت حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب

دامت برکاتہم نے ایک جگہ وضو کیا، پھر وہاں سے اُٹھ کر دوسری جگہ چلے گئے، پھر تیسری جگہ چلے گئے، وہاں جا کر وضو مکمل کیا۔ کسی نے عرض کیا کہ حضرت کیا ہو گیا؟ آپ نے جگہ جگہ وضو کیوں کیا؟ فرمایا جہاں وضو کرتا ہوں وہاں چیونٹیوں کا مرکز ملتا ہے، ان کی آپس میں رشتہ داری ہوتی ہے، اگر پانی کے دھارے سے یہ رشتہ داری ٹوٹ گئی، کوئی اِدھر بہہ گئی کوئی اُدھر تو میرا دل زخمی ہوتا ہے کہ یہ چیونٹیاں بھی اللہ کی مخلوق ہیں، میں انہیں تکلیف نہیں دینا چاہتا۔

اب خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر پڑھئے کہ قَالَ الْحَسَنُ الْبَصْرِیُ فِی تَفْسِیْرِ الْاَبْرَارِ اَلَّذِیْنَ لَایُؤْذُوْنَ الذَّرَّ جو چیونٹیوں کو بھی تکلیف نہیں دیتے۔

ہاں میرا مرشد ابرار بھی ایسا ہی ہے۔ شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کو دیکھیے کہ چیونٹیوں کو بھی تکلیف نہیں دیتے اور آج خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر پر میرے شیخ کا مقام دیکھیے۔ (ذکر اللہ اور اطمینان قلب، ص/23)

اہل اللہ کی خدمت میں فنائیت ہی کام آتی ہے

حاذق الامت حضرت حکیم ذکی الدین پرنامبٹی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: کہ حضرت مسیح الامتؒ کے یہاں ایسے ایسے بڑے علماء آتے تھے کہ ہم سمجھتے تھے کہ یہ بھی حضرت کے خلفاء میں سے ہوں گے۔ حضرت والا بھی ان کی عزت فرماتے تھے بہت محبت فرماتے تھے لیکن جب حضرت والا کے خلفاء کی فہرست طبع ہوئی تو اس میں بڑے بڑے علماء کا نام ہی نہیں تھا گمنام لوگوں کے نام تھے ایک جلال آباد کے نابینا صاحب تھے وہ بھی خلفاء کی فہرست میں تھے، معلوم ہوا کہ اہل اللہ کی خدمت ہی کام آتی ہے اور حقیقت میں گمنام ہو جاؤ پروانہ بن کر جاؤ شمع بن کر آؤ گے۔ (سوانح حیات حضرت حاذق الامتؒ، ص/104)

بھلا نری کتابوں سے بھی کوئی کامل و مکمل ہوا ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی لکھتے ہیں کہ:

بھلا نری کتابوں سے بھی کوئی کامل و مکمل ہوا ہے، موٹی بات ہے کہ بڑھئی کے پاس بیٹھے بغیر کوئی بڑھئی نہیں بن سکتا، حتی کہ بسولہ بھی بطور خود ہاتھ میں لے کر اٹھائے گا تو وہ قاعدے سے نہ اٹھایا جائے گا۔ بلا درزی کے پاس بیٹھے سوئی پکڑنے کا انداز بھی نہیں آتا، بلا خوش نویس کے پاس بیٹھے، اور بلا قلم کی گرفت اور کشش دیکھے ہرگز کوئی خوش نویس نہیں ہوسکتا۔ غرض بدون کامل کی صحبت کے کوئی نہیں بن سکتا۔ (شریعت وطریقت،ص:۶۹،بحوالہ تصوف وسلوک ص:۱۱۱)

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا گو نشنیند در حضور اولیاء

یک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

صحبت نیکاں اگر یک ساعت است بہتر از صد سالہ زہد وطاعت است

نیک آدمی کی صحبت تم کو نیک بنادے گی، اسی طرح بد بخت کی صحبت تم کو بد بخت بنادے گی۔ جو شخص خدا کی ہم نشینی کا طالب ہو تو اس کو اولیاء کی صحبت میں بیٹھنا چاہئے، اللہ والوں کی تھوڑی دیر صحبت سو سالہ طاعت بے ریا سے بہتر ہے۔

نیکوں کی صحبت اگر گھڑی بھر نصیب ہوجائے تو وہ سو سالہ زہد وطاعت سے بہتر ہے۔

کفن چور کی مغفرت

شاہ وصی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ایک قصہ لکھا ہے کہ ایک نیک عورت کا انتقال ہوا، لوگوں نے نماز جنازہ پڑھ کر اس کو دفن کردیا ایک کفن چور بھی جنازے کی نماز میں شریک تھا

دفن کرنے کے بعد جب سب لوگ قبرستان سے واپس چلے آئے تو یہ کفن نکالنے کے لئے اس کی قبر کے قریب گیا۔ اندر سے آواز آئی کہ یہ بھی کیسی عجیب بات ہے کہ ایک مغفور مغفورہ کی چوری کرر ہا ہے یعنی ایک ایسا شخص جس کی مغفرت کی جا چکی ہے اور وہ ایک ایسی ذات کی چوری کرر ہا ہے کہ اس کی بھی مغفرت کی جا چکی ہے۔

اب ہم لوگ ہوتے تو یہ آواز سن کر ڈر جاتے اور کہتے کہ اس کو کچھ لگ گیا ہے اور پھر کسی پیر فقیر کے پاس جاتے کہ اس کو اتارو، مگر اس نے جب یہ سنا تو پوچھا کہ یہ کیسے؟ اندر سے جواب ملا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور یہ فرمایا کہ جتنے لوگ تمہارے جنازے میں شریک ہوئے ہیں میں نے سب کی مغفرت فرمادی اور تم نے بھی میرے جنازے کی نماز پڑھی ہے اس لئے تمہاری بھی مغفرت ہوگئی یہ سنکر وہ شخص بہت ہی متاثر ہوا اپنے دل میں کہا کہ واہ رے رحمت! میں آیا تھا کفن چرانے کے لئے اور لے کے جارہا ہوں یہاں سے وعدۂ مغفرت۔ لوگ تو رات رات بھر اسی مغفرت کے لئے دعائیں مانگتے ہیں اور روتے ہیں لیکن خدا کی رحمت تو دیکھو کہ میں آیا تھا کفن چرانے کیلئے اور اسی لئے نماز میں شریک ہوا لیکن خدا نے مجھے بخش دیا۔ یہ خیال کر کے مارے ندامت کے پسینہ پسینہ ہوگیا۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎ (افادات حکیم الامتؒ ص/128)

تصدق اپنے خدا کے جاؤں یہ پیار آتا ہے مجھ کو انشاؔ
ادھر سے ایسے گناہ پیہم، ادھر سے وہ دم بدم عنایت

موت کے وقت شیطان کا حملہ

روایات میں ہے کہ انسان کی موت کے وقت ایک شیطان اس کی دائیں جانب بیٹھ جاتا ہے اور کہتا رہتا ہے کہ نصرانی ہوکر مر، کیوں کہ یہ سب سے بہتر دین ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو جو دعائیں سکھائی ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے۔

وَ اَعُوْذُبِکَ اَنْ یَّتَخَبَّطَنِی الشَّیْطَانَ عِنْدَ الْمَوْتِ۔ (ابوداود، نسائی)

اور موت کے وقت شیطان کے غلبہ پا جانے سے میں تیری پناہ میں آتا ہوں۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ ''موت کے وقت شیطان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ انسان کو گمراہ کرے، یا اسے توبہ کرنے سے روک دے، یا اللہ کی رحمت سے مایوس کردے، یا اللہ کی رحمت کو اس کی نظر میں ناپسندیدہ بنا دے، تاکہ اس طرح اس کا برا خاتمہ ہو، گویا جب تک سانس باقی ہے شیطان کا فتنہ باقی ہے۔

امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے وقت حالت

حضرت عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد احمد بن حنبلؒ جب سکرات میں تھے تو تکلیف کی شدت سے ہر تھوڑی دیر میں بے ہوش ہوجاتے تھے اور جب ہوش میں آتے تو کہتے تھے، ابھی نہیں، ابھی نہیں، میں نے پوچھا: ابا جان! آپ بار بار اس طرح کیوں کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا، بیٹے! شیطان انگلیاں چباتے ہوئے میرے بازو کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے کہ احمد! تم مجھ سے بچ گئے، میرے فتنے سے محفوظ ہوگئے، تو میں کہہ رہا ہوں، ابھی نہیں، یہاں تک کہ موت آجائے۔ (التذکرۃ للامام القرطبی ص ۱۸۶)

مومن کی روح کیسے نکلتی ہے؟

سکرات کے عالم میں شیطان کے وسوسوں کو دور کرنے کے لئے زندگی میں ایمان کی پختگی اور اعمالِ صالحہ کے ذریعے شیطان پر قابو پانے کی ضرورت ہے۔ موت کی تکلیف یا شیطان کے وسوسوں کی وجہ سے جو ایمان کا دامن چھوڑ دیں گے وہ ناکام ہوجائیں گے۔ ایسے کافروں کے پاس جب فرشتے روح قبض کرنے کے لئے پہنچتے ہیں تو انہیں عذاب،

ہلاکت اور اللہ کے غیض وغضب کی خبر دیتے ہیں، یہ سن کر کافر کی روح اس کے جسم میں بھاگتی ہے اور نکلنے سے انکار کرتی ہے تو فرشتے اس کے چہرے اور سرین پر مارتے ہیں۔اس کے برعکس فرشتے جب اہل ایمان کی روح قبض کرنے کے لئے آتے ہیں تو انہیں جنت کی خوش خبری دیتے ہیں، جسے سن کر مومن کی روح آسانی سے نکل جاتی ہے۔(ایمان اور اعمال حسنہ،ص/155)

موت کے وقت کافر کی حالت

واضح رہے کہ سکرات کی تکلیف اور کافروں کے چہروں اور سرینوں پر فرشتوں کے مارنے کی تکلیف دو الگ الگ چیزیں ہیں۔سکرات کی تکلیف تو سب کو ہوتی ہے،مومن کے لئے یہ گناہوں کا کفارہ یا درجات کی بلندی کا ذریعہ ہے جب کافر کے لئے اس کے اچھے اعمال کا صلہ ہے،تاکہ آخرت میں اس کی سزا میں تخفیف ہو اور بسا اوقات کافر کو سکرات کی تکلیف نہیں ہوتی، تاکہ آخرت میں وہ زیادہ سخت سزا کا مستحق بن جائے،لیکن روح کے نکلنے سے انکار کرنے کی صورت میں فرشتوں کے مارنے سے جو تکلیف ہوتی ہے وہ کافروں اور بدکاروں کے ساتھ خاص ہے،اہلِ ایمان الحمد اللہ اس سے محفوظ رہتے ہیں۔(ایمان اور اعمال حسنہ،ص/155)

احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کا خوفِ الٰہی پیدا کرنے کیلئے نفس کو تکلیف دینا

امام غزالیؒ کہتے ہیں: احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مصاحب نے بیان کیا ہے کہ ”میں ان کی صحبت میں رہا ہوں، ان کی رات کی نماز کا حصہ اکثر دعا پر مشتمل ہوتا تھا۔وہ چراغ کے پاس آتے ،اس پر اپنی انگلی رکھتے ،جب آگ کی شدت کا احساس ہوتا تو اپنے نفس سے کہتے: اے حنیف! فلاں دن تم کو کس چیز نے فلاں کام کے لئے ابھارا تھا؟“۔(احیاء علوم الدین: ۴/ ۴۰۵)

سحر، ساحرین، جنات اور شیاطین سے نجات کا مجرب نسخہ

سلسلہ کے تمام حضرات اس مضمون کو بار بار پڑھ کر حرزِ جان بنالیں اور پورا پورا استفادہ کریں۔

﴿حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے نہایت قیمتی ملفوظات﴾

﴿جنات کیسے بھاگتے ہیں؟﴾

فرمایا: سالک طریقت کی پیشانی کے نور سے مومن جنات گرویدہ و دیگر جنات وشیاطین بھاگ جاتے ہیں، یہ نور ازلی ہوتا ہے، ہر پریشانی میں موجود ہوتا ہے، لیکن مستور ہوتا ہے، نفس کی کدورت کی جھلی اس نور کو محجوب کئے ہوتی ہے۔

نفس جب کدورت سے پاک ہوتا ہے تو یہ نور منور ہو جاتا ہے، جگمگا اٹھتا ہے، ورنہ کسی اور طرح یہ حجاب نہیں اٹھ سکتا، بھاویں سو سو حیلے کرو، قرآن کریم کی تلاوت کے نور کا جلال جنات وشیاطین کو جلا دیتا ہے، کوئی بھی تاب نہیں لا سکتا۔

﴿قرآن شریف شیطان کو کیسے جلاتا ہے﴾

فرمایا: سالک جب قرآن شریف کی تلاوت میں محو ہوتا ہے قرآن مجید کے نور کے جلال سے ہمزات شیاطین لاغر نحیف اور بے بس ہو کر توبہ توبہ کرنے لگتے ہیں، قرآن کریم کی تلاوت کے نور کا جلال شیطان کو جلا دیتا ہے، تلاوت قرآن، نماز، ذکر ان تینوں میں ہر مرض سے کلی شفاء ہے، ان تینوں کی کثرت مساوی ہو یہی سلف صالحین کا نسخۂ کیمیا ہے۔

شیطان سے بچنے کا ہتھیار

فرمایا: دیکھئے بیت اللہ، اللہ تعالیٰ کا گھر ہے ابرہہ نے چاہا تھا کہ اس گھر کے اوپر

قبضہ جمائے ، اللہ تعالی نے ابابیلوں کو مسلط کر دیا، انہوں نے کنکریاں مار مار کر اس کے پورے لشکر کو کھائے ہوئے بھس کی طرح بنا دیا، بالکل اسی طرح انسان کا دل اللہ تعالی کا گھر ہے، اگر شیطان اس کی طرف قدم بڑھانا چاہے تو آپ لا الہ الا اللہ کی ضربوں سے اور اللہ اللہ کے الفاظ سے اس کے اوپر پتھروں کی بوچھاڑ کیجئے، پھر دیکھئے کہ اللہ آپ کو شیطان سے محفوظ فرمالیں گے اور قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالی نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ۔ (سورہ الاعراف، آیت:201)

ترجمہ: بلاشبہ جنہوں نے تقوی اختیار کیا جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال بھی ان کو چھوتا ہے تو وہ اللہ کا ذکر کر لیتے ہیں تو ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔



(حضرت مولانا) محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

خلیفہ ومجاز بیعت

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ومجاز: حضرت حاذق الامت مولانا ذکی الدین صاحب پرنامبٹیؒ

خلیفہ ومجاز: مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب جلالآبادیؒ

خلیفہ ومجاز: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

شجرہ : سلسلۂ چشتیہ منظومہ: حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی

سلاسل اربعہ کے مشائخ کا مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ مشائخ کا شجرہ انفرادی اور اجتماعی طور پر پڑھنے سے مصائب دور، مسائل حل اور مقاصد پورے ہوتے ہیں، اسلئے باجازت شیخ اس کا اہتمام کرنا چاہیئے۔

حمد ہے سب تیری ذات کبریا کیواسطے
اوردر ودونعت ختم الانبیاء کیو ا سطے
اورسب اصحاب وآل مجتبی کے واسطے
رحم کر مجھ پر الٰہی اولیاء کے کے واسطے
بالخصوص ان اولیائے باصفا کے واسطے
مولوی اشرف علی شمس الہدی کے واسطے
حاجی امداداللہ ذوالعطا کے واسطے
حاجی عبدالرحیم اہل غزا کے واسطے

شیخ عبدالباری شہِ بے ریا کے واسطے
شاہ عبدالہادی پیر ہدے کے واسطے
شاہ عضدالدین عزیز دوسرا کے واسطے
شہ محمد اور محمدی اتقیا کے واسطے
شہ محب اللہ شیخ با صفا کے واسطے
بوسعید اسد اہل ورا کے واسطے
نشہ نظام الدین بلخی مقتدا کے واسطے
شہ جلال الدین جلیل اصفیا کیواسطے
عبدقدوس شہ صدق وصفا کیواسطے
اے خدا شیخ محمد راہنما کے واسطے
شیخ احمد عارفِ صاحب عطاء کیواسطے
احمد عبدالحق شہ ملکِ بقا کیواسطے
شہ جلال الدین کبیر اولیاء کے واسطے
شیخ شمس الدین ترک باضیا کیواسطے
شیخ علاالدین صابر بارضا کیواسطے
شہ فریدالدین شکر گنج بقا کے واسطے
خواجہ قطب الدین مقتول دلا کیواسطے
شہ معین الدین حبیب کبریاء کے واسطے
خواجہ عثمان با شرم وحیا کے واسطے
خواجۂ مودود چشتی پارسا کے واسطے
شاہ بویوسف شہ شاہ وگدا کیواسطے
بومحمد محترم شاہِ وِلا کے واسطے

احمد ابدال چشتی باسخا کے وا سطے
شیخ ابواسحاق شامی خوش ادا کیواسطے
خواجہ ممشاد علوی بوالعلا کیواسطے
بوہبیرہ شاہ بصری پیشوا کیواسطے
شیخ حذیفہ مرعشی شاہِ صفا کیواسطے
شیخ ابراہیم ادہم بادشاہ کیواسطے
شیخ حسن بصری امام اولیاء کیواسطے
ہا دی عالم علی شیر خدا کیواسطے
سرورِ عالم محمد مصطفے کے واسطے
یاالٰہی اپنی ذاتِ کبریا کے واسطے
یاحق اپنے عاشقان باوفا کیو اسطے
یارب اپنے رحم واحسان وعطا کیواسطے
کررہا ئی کا سبب اس مبتلا کیو اسطے
کون ہے تیرے سوا مجھ بےنوا کیواسطے
ہے عبادت کا سہارا عابدوں کیو اسطے
ہے عصائے آہ مجھ بے دست وپا کیواسطے
بخش وہ نعمت جو کام آوے سدا کیواسطے
اپنے لطف ورحمت بے انتہا کیواسطے



معمولات

صبح و شام

معمولات اوران کی تعداد کم ہوں یا زیادہ مشائخ اپنے مریدین ومتوسلین کوان کے حسب احوال ارشاد فرماتے ہیں ۔راقم السطور مندرجہ ذیل طریقے پر سالکین طریقت و عاشقان حق کی رہنمائی کا ادنی فریضہ انجام دیتا ہے۔

﴿طبقۂ اولیٰ﴾

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت حکیم الامتؒ کے بعض ذاتی معمولات یہ تھے ۔تہجد کے بعد آپ اس طرح معمولات کوشروع فرماتے:

أَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِی عَنْ غَیْرِکَ وَ نَوِّرْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ ____________ 3،بار

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْه ____________ 100 بار

درودشریف۔ ____________ 100 بار

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه۔ ____________ 200بار

اِلَّا اللّٰه۔ ____________ 400,بار

اَللّٰهُ اللّٰه۔ ____________ 600,بار

اَللّٰهُ۔ ____________ 100 بار

تلاوت کلام پاک کم ازکم ایک پارہ مع سورۂ یسین شریف۔

مناجات مقبول حضرت حکیم الامتؒ۔ ایک منزل

شام کے معمولات

استغفار۔ ______ 100، بار

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ ______ 100، بار

درود شریف۔ ______ 100، بار

سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، تین تین مرتبہ۔

طبقۂ ثانیہ

صبح کے معمولات

أَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِي عَنْ غَيْرِكَ وَنَوِّرْ قَلْبِي بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ ______ 3، بار

اَسْتَغْفِرُ اللهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ ______ 100، بار

درود شریف۔ ______ 100، بار

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ ______ 100، بار

اَللہُ اللہ۔ ______ 100، بار

اللہ۔ ______ 100، بار

کم از کم سورۂ یسین شریف کی تلاوت، زیادہ سے زیادہ تلاوت کی کوئی حد نہیں۔

مناجات مقبول حکیم الامتؒ ہر روز۔ ______ ایک منزل

سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، تین تین مرتبہ۔

شام کے معمولات

استغفار۔ ______ 100، بار

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ ______ 100، بار

درود شریف۔ ______ 100، بار

سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، تین تین مرتبہ۔

طبقۂ اولیٰ کیلئے حسب طاقت صبح میں

سورۂ اخلاص۔ ________________ 100،بار

تیسرا کلمہ، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر۔ ________ 100،بار

طبقۂ اخیر کیلئے صبح کے معمولات

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ ________________ 33،بار

أَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّأَتُوْبُ اِلَیْہ۔ ________ 33،بار

أَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَآلِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ ________ 33،بار

قرآن شریف کی تلاوت کم از کم دس آیتیں۔ زیادہ کی کوئی حد نہیں۔

شام کے معمولات

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ ________________ 33،بار

استغفار۔ ________________ 33،بار

درود شریف۔ ________________ 33،بار

سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، تین تین مرتبہ۔

عشاء کی نماز کے بعد وتر سے قبل دو یا چار رکعت تہجد ہر طبقہ کیلئے۔



{مؤلف کا تعارف}

نام	:	محمد علاء الدین قاسمی ابن الحاج حافظ حبیب اللہ صاحب۔
ولادت و پیدائش	:	مقام و پوسٹ: جھگڑوا، تھانہ جمال پور، وایا گھنشیام پور، ضلع دربھنگہ بہار(انڈیا)
ابتدائی تعلیم	:	ناظرہ، وحفظ، وقرأت قرآن شریف: مدرسہ عربیہ حسینیہ چلہ امروہہ ضلع مرادآباد یوپی۔
عربی اول	:	جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد (یوپی)
عربی دوم، سوم	:	مدرسہ جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ (یوپی)
اعلی تعلیم	:	عربی چہارم تا دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند (یوپی)
فراغت	:	۱۹۹۱ء

بعد فراغت مصروفیات

درس وتدریس : درجہ سوم تا ہفتم: مدرسہ حسینیہ شریوردھن کوکن مہاراشٹر۔

حرمین شریفین کی زیارت اور عملی سرگرمیاں: فریضۂ امامت اور جدہ اردو نیوز کے لئے کالم نگاری۔

موجودہ مصروفیات : خانقاہ اشرفیہ پالی کی ذمہ داری اور تصنیف وتالیف کے مشاغل۔



مؤلف کی مشہور کتابیں

۱۔ رمضان المبارک سے محرم الحرام تک۔

۲۔ اپنے عقائد کا جائزہ لیجئے۔

۳۔ نکاح اور طلاق۔

۴۔ حج گائیڈ۔

۵۔ چالیس حدیثیں۔

۶۔ جادوٹونا، اور کہانت کا حکم۔

۷۔ دس عظیم صحابہ کرامؓ کے ایمان افروز واقعات۔

۸۔ وعظ وادب کا خزانہ۔

۹۔ عظمت قرآن۔

۱۰۔ مسائل حاضرہ۔

۱۱۔ قربانی کے ضروری مسائل۔

۱۲۔ اصلاح کا تیر بہدف نسخہ۔

۱۳۔ چراغ اصلاح۔

۱۴۔ تکبر ایک وبال ہے۔

۱۵۔ تنقید ایک بُری عادت ہے۔

۱۶۔ جنت کے حسین محلات اور لذیذ ونفیس نعمتیں۔

۱۷۔ تراویح کا پیسہ لینا جائز نہیں۔

۱۸۔رمضان المبارک کونفع بخش اورمقبول بنانے کے صحیح طریقے۔

۱۹۔قیامت کی آخری علامتیں۔

۲۰ تصوف کی اہمیت وضرورت۔

۲۱۔غیبت ایک گندہ عمل ہے۔

۲۲۔اصلاح کے قیمتی موتی۔

۲۳۔اصلاح کے اہم نسخے۔

۲۴۔اخلاص اوراخلاق۔

۲۵۔اصلاحی واقعات جلد،اوّل۔

۲۶۔اصلاحی واقعات جلد دوم۔

۲۷۔اصلاحی واقعات جلدسوم۔

۲۸۔دعاءکاصحیح طریقہ۔

۲۹۔اصلاح کامبارک سفر۔

۳۰۔قربانی کی شرعی حیثیت۔

۳۱۔پنج وقتہ نمازاوران کےضروری مسائل۔

۳۲۔محرم الحرام تاریخ وشریعت کےآئینے میں۔

۳۳۔عہدہ ومنصب کاحریص،رسوائی اوروبال کاطالب ہے۔

۳۴۔اتحادواتفاق کےبغیرآپ کی جماعت کافیل ہوناطے ہے۔

۳۵۔علماءکرام اصلاح کی روحانی چھاؤں میں۔

۳۶۔مزارات اولیاءکرامؒ اوران کے فیوض وبرکات برحق ہیں۔

۳۷۔اصلاحی واقعات جلد چہارم۔

﴿بیعت سے آدمی پاک صاف ہوجاتا ہے﴾

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں میرا بیعت ہونے کو بہت جی چاہتا تھا، مگر ہمت نہیں ہوتی تھی کیونکہ مجھے یہ فکر دامن گیر تھی کہ اگر بیعت ہونے کے بعد بھی گناہ ہوتے رہے تو بیعت ہونے سے کیا فائدہ؟ اس لئے پہلے حضرت میرے ناپاک ہاتھوں کو اس قابل کردیں کہ حضور کے پاک ہاتھوں میں دے سکوں، احقر کی عرض مذکور پر تمثیلاً فرمایا کہ: ایک دریا تھا اس کے پاس ایک ناپاک اور میلا کچیلا آدمی آیا اس دریا نے کہا کہ آ تو میرے پاس آجا۔ اس نے کہا کہ میری بھلا کیا مجال ہے میں تیرے پاس آسکوں، تو بالکل صاف وشفاف، میں بالکل نجس، پلید، ناپاک، دریا نے جواب دیا تو تو اس حالت میں میرے پاس آنے نہیں پاتا اور بغیر میرے پاس آئے اور میرے اندر نہائے پاک ہو نہیں سکتا، تو بس ہمیشہ کیلئے دوری ہی رہی، ارے بھائی پاک ہونے کی تدبیر بھی تو یہی ہے کہ بس آنکھیں بند کر کے بلا پس وپیش میرے اندر کود پڑ بس، پھر فوراً ہی میرے اندر سے ایک ایسی موج اٹھے گی جو تیرے سر پر ہوکر گذر جائے گی اور آن کی آن میں تیری ساری نجاستوں کو دھو کر تجھے سر سے پاؤں تک بالکل صاف کردے گی۔ (اشرف السوانح، ج/2، صفحہ/51)

نوٹ:

اس مضمون کو طباعت کے وقت بیک فرنٹ پر ڈالیں